اصل حقائق پہلی بار منظر عام پر

ہتھیار کیوں ڈالے؟

سانحہ مشرقی پاکستان کے مرکزی کردار لیفٹیننٹ جنرل (ر) امیر عبداللہ خان نیازی کے جنگی ایام کی داستان

حمیدی

وسیم شیخ

مصنف

وسیم شیخ

یو پبلشرز

غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور فون: 7241778

کتاب .... ہتھیار کیوں ڈالے ؟

مصنف .... وسیم شیخ

مطبع .... حاجی حنیف اینڈ سنز لاہور

اہتمام .... بلال/زاہد

برائے .... یو پبلشرز اردو بازار لاہور 7241778

قیمت .... 120/=

فہرست

پیش لفظ

پاکستان کی تاریخ یوں تو متعدد قومی المیوں سے بھری پڑی ہے لیکن سب سے بڑا المیہ دسمبر 1971ء کا تھا جس میں ملک کے دو ٹکڑے ہو گئے اور مشرقی پاکستان بنگلہ دیش بن گیا۔ قومی المیوں کا سلسلہ اس کے بعد بھی بند نہیں ہوا۔ ہم نے اپنی تاریخ سے کچھ سیکھنے کی بجائے ہمیشہ اسے چھپانے اور اس پر پردہ ڈالنے کی کوششیں کیں جس کے نتیجے میں آج ہماری پوری تاریخ متنازعہ ہے۔ قائداعظم کے انتقال سے لے کر متعدد حادثات اور سانحوں تک تاریخ کا کوئی حصہ ایسا نہیں ہے جو متنازعہ نہ ہو۔ اس طرح 1971ء کا المیہ خاص طور پر جھوٹ' ابہام اور غیر مصدقہ بیانوں سے بھرا پڑا ہے۔

اس سانحہ کے مرکزی کردار حمود الرحمٰن کمیشن رپورٹ پر تحفظات کا اظہار کر کے اسے جھوٹ کا پلندہ قرار دے چکے ہیں۔ پھر آخر حقیقت کیا ہے؟ یہ جاننے کی کوشش آج تک کسی نے نہیں کی۔

سانحہ مشرقی پاکستان کے سب سے مرکزی کردار لیفٹیننٹ جنرل (ر) امیر عبداللہ خان نیازی المعروف جنرل نیازی ہیں' جنہوں نے 16 دسمبر 1971ء کو بھارتی جنرل اروڑہ سنگھ کے سامنے سرنڈر کیا۔ آخر جنرل نیازی نے ایسا کیوں کیا؟ کیا انہیں سرنڈر کرنے کے احکامات جی ایچ کیو کی طرف سے ملے تھے؟ آخر وہ کون سے حالات و واقعات تھے جس کی وجہ سے اتنا بڑا سانحہ پیش آ گیا۔ جنرل نیازی ان تمام حالات و واقعات کے سب سے بڑے عینی شاہد ہیں۔ مشرقی پاکستان کے کمانڈر کی حیثیت سے انہوں نے ایک بھرپور جنگ لڑی لیکن کہیں نہ

کہیں خامیاں ضرور تھیں جس کی وجہ سے شکست ہمارا مقدر بنی۔

جنرل نیازی کی یہ شہادتیں کبھی منظر عام پر نہیں آ سکیں' اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم حقائق اور سچائی کا سامنا کرنے کی جرات نہیں رکھتے۔اب یہ حقائق اور سچائیاں جنرل نیازی کی شہادتوں کی زبانی منظرعام پر لانے کا مقصد یہ ہے کہ اب جبکہ حمود الرحمٰن کمیشن رپورٹ کو منظرعام پر آئے کافی عرصہ گزر چکا ہے تو تصویر کا دوسرا رخ بھی سقوطِ مشرقی پاکستان کے سب سے بڑے مرکزی کردار کی زبانی ہی قوم کے سامنے لایا جائے تا کہ قوم صحیح صورتحال سے آگاہ ہو سکے۔

یہ کتاب جنرل نیازی کے امیج کو بہتر بنانے کی کوشش نہیں ہے اور نہ ہی اسے اس تناظر میں دیکھا جائے۔جنرل نیازی اس کتاب کے بعد بھی بہرحال ایک متنازعہ شخصیت ہی رہیں گے کیونکہ ان سے ایک ایسا کام ہو چکا ہے جسے تاریخ کبھی معاف نہیں کرے گی۔

اس کتاب کے راوی چونکہ جنرل نیازی خود ہیں، اس لئے کتاب میں نہ صرف ان کے نکتہ نظر اور موقف سے آگاہی حاصل ہوگی بلکہ جنرل نیازی نے ان تمام حالات و واقعات کا بھی تفصیل سے احاطہ کیا ہے جو مشرقی پاکستان میں جنگ سے پہلے اور جنگ کے دوران پیش آئے اور جن کی وجہ سے مشرقی پاکستان ''بنگلہ دیش'' بن گیا۔

وسیم شیخ ، لاہور

Email: waseemsheikh@hotmail.com

سپاہی سے لیفٹیننٹ جنرل تک، کچھ اپنے بارے میں!

میں میانوالی سے دو میل کے فاصلے پر بلوخیل نامی گاؤں کے سیاہ خیز علاقے میں پیدا ہوا۔ میرے والد خان محمد اشرف خان نیازی ایک معمولی زمیندار تھے۔ میرے والد کے تین بیٹے عبدالرحمن خان نیازی' احمد خان نیازی اور امیر عبداللہ خان نیازی تھے۔ان میں سے صرف مجھے یعنی امیر عبداللہ خان نیازی کو میٹرک تک تعلیم دلوائی گئی' اس کے بعد میں سپاہی کی حیثیت سے فوج میں بھرتی ہو گیا۔

دوسری جنگ عظیم کے دوران مجھے کمیشن ملا اور متحدہ ہندوستان کی راجپوت بٹالین کے ساتھ مشرق وسطیٰ بھیج دیا گیا۔آزادی سے پیشتر میں ساتویں راجپوت رجمنٹ میں تھا۔ یہ رجمنٹ پانچویں انڈین ڈویژن کی تھی۔ میں اس رجمنٹ میں بطور سیکنڈ لیفٹیننٹ مشرق وسطیٰ میں شامل ہوا تھا۔ ہمارا ڈویژن مشرق وسطیٰ سے برما میں آیا۔ ہمارا 161 انڈین انفنٹری بریگیڈ تھا اور بریگیڈ کمانڈر کو نااہلیت کی بناء پر بریگیڈ سے الگ کر دیا گیا تھا۔اس کی جگہ وارن نامی بریگیڈ کمانڈر کی تعیناتی ہوئی' بعد میں اس نے ترقی پا کر پانچویں انڈین ڈویژن کا چارج سنبھالا۔ برما کے گھنے جنگلوں کے باعث سپاہیوں کو پھیلا کر نہیں رکھا جاتا تھا' چنانچہ مختلف یونٹوں کے افسر اور جوان بڑی آسانی سے ایک دوسرے سے ملا کرتے تھے۔ میں انٹیلی جنس افسر اور اپنی یونٹ کے Sniper (کمین گاہ سے گولی چلانے والا) سیکشن کا کمانڈر تھا۔اراکان پر جب ہمارا پہلا

حملہ ہوا تو ہمیں بھاری جانی نقصان اٹھانا پڑا۔ یہ حملہ پو پھٹنے پر کیا گیا جو پسپا ہو گیا' جونہی سورج کی کرنیں پھیلیں، دشمن کی کمین گاہوں سے تڑا تڑ گولیاں چلنے لگیں۔ ہمارا بھاری جانی نقصان ہوا۔ لڑائی کے میدان میں نقل و حرکت بالکل ختم ہو گئی' کسی بڑے درخت پر دشمن کا سپاہی بیٹھا گولیاں چلا رہا تھا۔ اس ماہر نشانے باز نے ہمیں خاصا نقصان پہنچایا۔ ہماری بٹالین کو حکم ملا کہ اس سپاہی کا لازماً صفایا ہونا چاہئے' چونکہ میں سنائپر سیکشن کا کمانڈر تھا اس لئے یہ احکامات مجھے پہنچائے گئے۔ علی الصبح میں نے سپاہی حاکم بیگ کو ساتھ لیا' ہم نے رینگتے ہوئے پیش قدمی کی اور لاوارث زمین (نومینز لینڈ) پر پہنچ گئے۔ حاکم بیگ نے قدرے حرکت کی تو دشمن نے اسے دیکھ لیا۔ بے چارہ حاکم بیگ زخمی ہو گیا۔ میں نے دشمن کے سنائپر کا پتہ چلا لیا۔ پہلی ہی گولی میں اس کا کام تمام ہو گیا۔ دھوئیں کا پردہ ڈال کر حاکم بیگ خان اور مجھے پیچھے لایا گیا۔

مجھے گوریلا پلاٹون کے ہمراہ بھتی ڈونگ سرنگوں پر چھاپہ مارنے بھیجا گیا۔ یہ بڑا کٹھن اور خطرناک کام تھا۔ اللہ تعالیٰ کا فضل شاملِ حال رہا اور مہم سر ہو گئی۔ ایک بار ایسا ہوا کہ ہمارے یونٹ نے دشمن پر حملہ کیا' میں آبزرویشن پوسٹ (توپ خانے کی دیدبانی) پر تھا۔ ایک خاص سیکٹر میں دشمن ہماری راہ میں دیوار بن کر کھڑا تھا' وہ کسی بھی قسم کے موثر فائر کی زد میں نہ آ رہا تھا۔ بریگیڈ کمانڈر وہاں آ گیا اور مجھ سے پوچھا کہ اب کیا کرنا چاہئے؟

''اگر فلاں درخت کے پاس پہنچنے تک مجھے کوئی کور (حفاظت) مل جائے تو میں دشمن کے مذکورہ سیکٹر سے نمٹ لوں گا۔'' انہوں نے کہا کہ اس سلسلے میں دھوئیں کی آڑ کا انتظام ہو جائے گا۔ میں نے تین آدمی ساتھ لئے اور مہم پر نکل کھڑے ہوئے۔ دشمن کی نظروں میں آئے بغیر ہم مطلوبہ علاقے میں پہنچ گئے۔ ہم نے برین گن کا فائر کھول دیا۔ دشمن نے ہماری طرف متوجہ ہو کر فائرنگ شروع کر دی لیکن حملہ آوروں نے زیادہ مشکل کے بغیر پوزیشن کو جا لیا۔ ایک بار مجھے دشمن کے عقب میں کسی مشن پر بھیجا گیا' دشمن کو ہیما سے پسپا ہو رہا تھا تو میں نے اس کے عقبی محافظوں کو ختم کر دیا۔ اس کارروائی کو جو فقط رائفل کمپنی نے انجام دی' بڑا کارنامہ سمجھا گیا۔ میں نے مزید کئی ایک کارروائیوں میں مثلاً سڑک کی ناکہ بندی' گشت' چھاپے مارنے وغیرہ میں حصہ لیا اور ہر دفعہ اللہ تعالیٰ نے مدد کی اور کامیابی نے میرے قدم چومے' چنانچہ میرا ڈویژنل کمانڈر

دوران مجھے "مائی ٹائیگر" (میرا شیر) کے نام سے پکارنے لگا' پھر لوگ مجھے ٹائیگر نیازی کہنے لگے اور نجی کاغذات میں بھی ٹائیگر نیازی لکھنے لگے۔ امریکن اور انگریزی اخبارات مجھے ہمیشہ ٹائیگر ہی لکھا کرتے تھے۔

دوسری جنگ عظیم میں جرات و بہادری کا لوہا منوانے پر صلے میں مجھے ملٹری کراس دیا گیا۔ بلاشبہ بہادری کے اعزازات غیر معمولی شجاعت کے کارناموں پر دیئے جاتے ہیں لیکن ان میں قسمت کا عمل دخل بھی ہوتا ہے۔ بہادری کے بعض کارنامے ایسے بھی ہوتے ہیں جن پر تحسین و آفرین کے پھول نچھاور نہیں ہوتے کیونکہ ان کارناموں کا شاہد کوئی نہیں ہوتا۔ حوصلہ مندی اور شجاعت کے اعزازات کے حصول کے لئے ضروری ہے کہ یہ عمل ایسا ہو جو کسی خاص لڑائی یا کارروائی کی روش کو متاثر کرے۔

مجھے ملٹری کراس آسام میں جاپانیوں کی ایک پوزیشن پر کامیاب حملے کے سلسلے میں ملا تھا' اس پوزیشن پر پہلے دو بار حملہ ہو چکا تھا لیکن ہر بار حملہ کرنے والوں کو بھاری نقصان اٹھا کر پسپا ہونا پڑا۔ دشمن کی پوزیشن ایک پہاڑی پر تھی اور بڑی ہی مضبوط تھی۔ مجھے جب حملہ کرنے کا حکم ملا تو میں نے اپنے کمانڈنگ افسر سے کہا کہ مجھے توپ خانے کی مدد نہیں چاہیے۔ یہ چوکی نمایاں جگہ پر واقع تھی اور گولہ باری سے دشمن کے دفاعی مورچوں کو تو نقصان نہ پہنچتا مگر یہ گولہ باری اسے چوکنا کر دیتی' وہ حملہ آوروں کے استقبال کو تیار ہو جاتا اور اسے مار بھگاتا۔ میں نے خاموش حملے کے ذریعے دشمن کی چوکی پر دبے پاؤں جانے اور اچانک جا لینے کا منصوبہ بنایا' میں جانتا تھا اور مجھے یقین تھا کہ اچانک حملہ تو گویا کامیاب لڑائی کی روح ہے۔ دوسری قابل ذکر بات یہ تھی کہ گو ان دنوں ایک رائفل کمپنی 120 افراد پر مشتمل ہوا کرتی تھی لیکن اس روز مجھ سمیت میری کمپنی میں صرف 35 افراد تھے' ان میں کمپنی کا خاکروب بھی شامل تھا۔ ہم نے چپکے چپکے حملے کا آغاز کیا اور ہم دشمن کی پوزیشنوں تک چوری چھپے پہنچ گئے' اگرچہ بعض جگہ جنگل زیادہ گھنا نہ تھا تاہم دشمن کے ایک پہلو کی جانب سے ہم رینگ رینگ کر چھپتے چھپاتے دشمن کے نوٹس میں آئے بغیر آگے بڑھتے گئے۔ یوں ہم ناگہانی حملہ کرنے میں کامیاب ہوئے۔ دشمن سراسیمہ ہو گیا اور خندقوں میں پہنچنے سے اسے بھاری نقصان اٹھانا پڑا۔ دشمن نے

دوبارہ جوابی حملہ کیا لیکن ہم ڈٹے رہے۔ ڈویژنل اور کور کمانڈروں نے اس کارروائی کو قدرو منزلت کی نگاہوں سے دیکھا اور مجھے فی الفور ملٹری کراس کا اعزاز ملا۔ اس حملے میں ہمارے آٹھ ساتھیوں نے جان کا نذرانہ پیش کیا اور باقی سب افراد زخمی ہوئے۔

دوسری جنگ عظیم کے بعد مجھے ڈیرہ دودن کے مرکزی کالج میں انسٹرکٹر لگا دیا گیا۔ قیام پاکستان کے بعد سٹاف کالج کوئٹہ میں' میں نے اپنا سٹاف کورس مکمل کیا اور فوجی تربیت گاہ کا چیف انسٹرکٹر مقرر ہوا۔ 1965ء میں لیفٹیننٹ کرنل کے عہدے پر ترقی دے کر سیکنڈ پنجاب کا کمانڈر مقرر کیا گیا۔

1965ء کی جنگ

1965ء کی جنگ ہوئی تو میں بریگیڈیر تھا اور 14 پیرا بریگیڈ کی کمان کر رہا تھا۔ بھارت نے جب پیر صحابہ پر قبضہ کیا تو مظفر آباد کو براہ راست خطرہ پیدا ہو گیا۔ جنرل اختر حسین نے فرمائش کی کہ نیازی کو آزاد کشمیر بھیج دیا جائے' چنانچہ میں کوئٹہ سے فی الفور مری پہنچا اور سیکٹر نمبر 1 کا چارج سنبھالا۔ میرا بریگیڈ میرے بعد پہنچا۔ ہم نے مظفر آباد کی جانب پیش قدمی روک دی اور اسے پیر صحابہ سے بھی پیچھے دھکیل دیا۔ سیالکوٹ کے علاقے میں دشمن کی بکتر بند فوج نے حملہ کیا تو مجھے سیالکوٹ منتقل کر دیا گیا' یہاں میں 6 آرمڈ ڈویژن کی کمان میں آ گیا۔ 13 روز کے قلیل عرصے میں میرے پیرا بریگیڈ نے 113 میل سفر کیا اور کئی کارروائیوں میں حصہ لیا۔ دشمن نے رکھ بابا بھورے شاہ اور ہدیانہ پر مضبوط پنجے گاڑ رکھے تھے۔ ہم نے دشمن سے یہ علاقے خالی کرائے' ہم نے چونڈہ کی بائیں جانب کا علاقہ دشمن سے خالی کرایا اور دشمن کے تابڑ توڑ اور بھاری حملوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ میری 4 ایف ایف نہ صرف ظفر ڈھال پر ڈٹی رہی بلکہ اس نے جوابی حملے کر کے دشمن کو پیچھے دھکیل دیا۔ 4 ایف ایف کے مقابلے پر دشمن کا ایک انفنٹری بریگیڈ تھا جسے ٹینک رجمنٹ کی مدد حاصل تھی۔ ان تمام مواقع پر میں اپنے حملہ آور جوانوں یا دشمن کا مقابلہ کرنے والوں کے ہمراہ یا ان کی پشت پر موجود رہ کر ان کی مدد کرتا تھا اور انہیں مشورے دیتا تھا۔ میں روزانہ اپنے علاقے اور یونٹوں کے پاس جاتا تھا اور جہاں کہیں بھی

مشکل پیش آتی تھی وہاں میں خود پہنچتا تھا۔ ایام جنگ میں میرے بریگیڈ نے شاندار خدمات انجام دیں۔ اس جنگ میں میری کارکردگی کو سراہا گیا اور مجھے ہلالِ جرات عطا ہوا۔ میرے اکثر افسروں اور جوانوں نے اعزازات حاصل کئے۔ میں پورے وثوق سے تو نہیں کہہ سکتا تاہم میرا اندازہ ہے کہ کسی اور بریگیڈ نے میرے پیرا بریگیڈ جتنے اعزاز حاصل نہ کئے ہونگے۔

یحییٰ خان کا اقتدار

یحییٰ خان نے جب اقتدار سنبھالا تو میں سیالکوٹ کا ڈویژنل کمانڈر تھا۔ انتقالِ اقتدار سے ایک روز قبل جنرل خداداد میرے پاس تشریف لائے' چائے کے کپ پر گپ شپ کے دوران انہوں نے مجھے بتایا کہ ٹائیگر کچھ ہونیوالا ہے۔ میں بولا' خدا کرے یہ ملک کے فائدے میں ہو۔

میں نے بھی سنا تھا کہ مسٹر بھٹو اور یحییٰ خان میں گاڑھی چھنتی تھی۔ آزادی کے بعد سٹاف کالج میں تعلیم کے دوبارہ آغاز سے پہلے جنرل یحییٰ خان' جنرل اختر ملک اور میں کوئٹہ میں اکٹھے تھے۔ یحییٰ خان ہم سب سے سینئر پاکستانی افسر تھے۔ انگریز اور ہندو اساتذہ وطلبا کوئٹہ سے جا رہے تھے۔ ان دنوں یحییٰ خان کے متعلق میرا جو تاثر تھا وہ بھی سن لیں۔ میرے خیال میں وہ ایک اچھے کمانڈر تھے' ذہین تھے' فیصلہ کرنے میں تاخیر سے کام نہ لیتے تھے' خندہ پیشانی سے پیش آتے اور اچھے رفیق تھے۔ میں تو کہوں گا کہ وہ مثالی افسر تھے۔ وہ پیا بھی کرتے تھے لیکن میں نے انہیں نشے کے عالم میں کبھی نہیں پایا' وہ ہر طرح سے ہماری مدد کرتے تھے' وہ بلند معیارِ قابلیت کے حامل تھے۔ درحقیقت ان کے مشیر انہیں لے ڈوبے۔ جب وہ صدر بنے تو میرا ان سے زیادہ واسطہ نہ تھا۔ ان سے چند منٹ کی سرکاری ملاقات ہوئی تو مجھ پر یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ یہ وہ یحییٰ خان تو نہیں جنہیں میں جانتا تھا۔

اعزازاتِ ٹائیگر:

مجھے دو بار ہلالِ جرات ملا' علاوہ ازیں ستارہ پاکستان' ستارہ خدمت' ملٹری کراس' تعریفی کارڈ' بہادری کے ڈسپیچز میں نام وغیرہ اس کے علاوہ ہیں۔ میرے مہمات پر حاصل کردہ کل میڈلوں کی تعداد 18 ہے۔

مشرقی پاکستان سے بنگلہ دیش تک

3 اپریل 1971ء کا ذکر ہے کہ چیف آف آرمی سٹاف جنرل عبدالحمید خان نے، جو قائم مقام کمانڈر انچیف بھی تھے، مجھے فون کیا اور فرمایا ''ٹائیگر! کیا تم کل جی ایچ کیو پہنچ سکو گے، ایک نیا کام سپرد کرنا ہے'' میں نے کہا ''ٹھیک ہے سر انشاء اللہ میں کل آپ کے پاس ہوں گا۔''

اگلے روز میں جنرل ہیڈ کوارٹرز پہنچا۔ جنرل حمید سے ملاقات ہوئی۔ یہ کوئی طویل بریفنگ نہ تھی۔ انہوں نے کہا ''تمہیں یاد ہے ایک بار تم نے کہا تھا کہ جب کبھی کوئی مشکل اور پیچیدہ کام ہو تو میں بغیر کسی ہچکچاہٹ کے آپ کو طلب کروں، اب ہمیں ایک ایسا ہی کام تمہارے سپرد کرنا ہے۔''

میں بولا ''میں شکرگزار ہوں کہ آپ نے مجھے یاد رکھا لیکن یہ تو فرمایئے کہ کام کیا ہے؟''

''یہ فرض مشرقی پاکستان میں نبھانا ہوگا۔'' جنرل حمید بولے۔

''لیکن جناب کس حیثیت میں؟''

''بطور ایسٹرن کمانڈر۔''

''مگر جنرل ٹکا خان تو پہلے ہی وہاں تعینات ہیں؟''

''بھئی کہاں--- اس نے تو ہر شے کو تلپٹ کر دیا ہے، وہ بری طرح ناکام رہا ہے۔ صدر کی خواہش ہے کہ تم ٹکا خان سے چارج لے کر اس کی پیدا کردہ خرابیوں کی اصلاح کرو۔''

''میں تو بہت جونیئر ہوں' مجھ سے سینئر افسر موجود ہیں' یہ عہدہ تو اس شخص کے لئے ہے جو آپ کے بعد سینئر ترین ہو۔''

''خیر ہم نے اس پہلو پر خوب سوچ بچار کیا ہے' ہم پہلے ہی دو سینئر ترین لیفٹیننٹ جنرلز کو آزما چکے ہیں اور ہمیں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ مسائل سلجھانے کی بجائے انہوں نے اس حد تک پیچیدگیاں پیدا کر دی ہیں کہ اب ایک ایسے باصلاحیت شخص کی ضرورت ہے جسے دور دراز مقامات پر واقع جنگی میدانوں میں جوانوں سے کام لینے کا تجربہ ہو، اس میں استعداد بھی ہو اور جو افواج کے ساتھ ساتھ عوام میں بھی اعتماد پیدا کرنے کا اہل ہو۔ اب ہم گریڈیشن لسٹ کے عین مطابق کسی اور کو آزمانے کا خطرہ مول نہیں لے سکتے' جو کام ہم تمہارے سپرد کر رہے ہیں اس سے عہدہ برآ ہونے کی تم میں تمام تر صلاحیتیں ہیں۔ دیکھئے نا سینارٹی تو درحقیقت واقعہ ہے لیکن لیاقت ...... تم جانتے ہو لیاقت تو تمہارے تجربے اور ہماری رائے کا مرکب ہے۔ ہمیں ہنگامی صورتحال کا سامنا ہے، اس لئے ہمیں بہترین افسر درکار ہے، جو مشرقی پاکستان میں متعین افواج کی کمان سنبھالے۔''

مشکل کام کے لئے میرا انتخاب میرے لئے پہلا تجربہ نہ تھا۔ آزادی سے پیشتر اور اس کے بعد مشکل فرائض سے عہدہ برآ ہونے کے لئے مجھے کئی بار منتخب کیا گیا۔ میں اکثر صورتوں میں دوسروں کی نسبت بہت جونیئر تھا۔ میری ملازمت کا ریکارڈ اس امر کی گواہی دے گا کہ مجھے بحرانوں پر قابو پانے والا شخص تصور کیا جاتا تھا۔

چیف آف آرمی شاف نے مجھ سے دریافت کیا کہ تم کب روانہ ہو گے۔ میں نے جواب دیا کہ میں تو کل ہی جا سکتا ہوں۔ تیاری وغیرہ کے لئے کوئی رخصت درکار نہ ہوگی؟ انہوں نے استفسار کیا۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے کسی رخصت کی ضرورت نہیں۔ جنرل حمید کہنے لگے کہ کام بڑا مشکل اور گریز پا قسم کا ہے تاہم مجھے یقین ہے کہ تم اپنی پوری پوری کوشش کرو گے۔ میں بولا یقیناً ایسا ہی ہوگا۔

راولپنڈی سے اسی روز اور لاہور سے اگلے دن میری روانگی ہوئی۔ شام کے وقت ڈھاکہ پہنچا۔ یہ اپریل کی 5 تاریخ تھی۔ جنرل ٹکا خان نے 10 اپریل کو چارج دیا' دوسرے الفاظ میں

یوں کہا جا سکتا ہے کہ ایمرجنسی کے نفاذ کے بعد پندرہ یوم کے اندر اندر انہیں میدانِ کارزار میں افواج کی کمان سے ہٹا دیا گیا۔ انہیں جو ذلت اٹھانا پڑی اس کا اندازہ آپ خود ہی لگا سکتے ہیں؛ وہ دل شکستہ اور رنجیدہ تھے۔ اپنی نااہلی اور ناکامی کو چھپانے کے لئے انہوں نے قتل و غارت' املاک کی تباہی' زمین جھلس ڈالنے اور معصوم عوام کو دہشت زدہ کرنے کی پالیسی کو جاری رکھا۔ یہ کارروائی انہوں نے ان دو افراد کی سرگرم اور فعال حمایت سے بہ احسن وخوبی سرانجام دی جنہیں میں بے نقاب کرنا نہیں چاہتا لیکن یہ کہنا ہی کافی ہوگا کہ یہ تینوں افراد ڈھاکہ میں سب سے زیادہ قابلِ خوف اور قابلِ نفرت تصور کئے جاتے تھے۔

جہاں تک اس افواہ کا تعلق کہ مجھ سے سینئر بعض افسروں نے یہ ذمہ داری اٹھانے سے معذرت کر دی تھی' میں تو اس پر یقین نہیں کرتا۔ پاکستان کی منظم افواج میں کوئی شخص تفویض کردہ فرائض سے منہ موڑنے پر بچ کر نہیں جا سکتا۔ فوج میں کوئی شخص بھی چون و چرا سے کام نہیں لے سکتا۔ حکم ملنے پر اسے تعمیل کرنا ہی ہوتی ہے خواہ جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔ مجھے حکم ملا کہ میں چارج لے لوں اور بغیر کسی ہچکچاہٹ اور ذہنی تحفظات کے میں نے تعمیل کی' تاہم میں نے یہ ضرور گزارش کی تھی کہ بریگیڈیئر نثار اور جنرل خادم راجہ کی جگہ جنرل جمشید (ملٹری کراس' ستارہ جرات) اور جنرل رحیم متعین کئے جائیں۔ چارج لینے کے بعد میں نے اپنی کمان میں سے بہت سے افسروں کو مختلف وجوہ (بشمول نااہلی' بزدلی اور حرکات بد) کی بناء پر تبدیل کر دیا۔

مشرقی پاکستان کے بحران کے بارے میں میری رائے یہ تھی کہ یہ کوتاہ بین اور خود پسند سیاستدانوں نے پیدا کیا تھا۔ ذاتی مفادات کے حصول کی غرض سے ان لوگوں نے عوام کی جائز شکایات کو خوب اچھالا۔ مسئلے کی سنگین نوعیت اس امر کی متقاضی تھی کہ اس سیاسی صورتحال پر نہایت ہوشیاری سے قابو پایا جاتا اور اگر پرامن طریق کار میں ناکامی کے بعد حالات مزید بہتر ہو جاتے تو پھر خصوصی فوجی استعداد بروئے کار لائی جاتی۔ یہ کام پیچیدہ' نازک اور پرخطر تھا۔

میرا ذاتی خیال ہے ایڈمرل احسن کی جگہ لیفٹیننٹ جنرل یعقوب کی تعیناتی اور پھر اس پر طرہ یہ کہ موخر الذکر کے سر پر بیک وقت گورنر' مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر اور افواج کے کمانڈر کی بھاری بھرکم دستاریں رکھ دی گئیں۔

یہ ایک بہت بڑی غلطی تھی۔ جنرل یعقوب کو میدان جنگ میں سپاہ سے کام لینے کا تجربہ تھا نہ انکے پاس صلاحیت و استعداد تھی وہ خوبصورت انگریزی لکھ اور بول سکتے ہیں۔ جنگ کی نسبت مناظرے میں زیادہ طاق ہیں۔ یہ راز تو سب کو معلوم ہے کہ مضطرب و پریشان ہو کر اپنی ڈیوٹی بلا اجازت چھوڑ آئے تھے۔ ایسا کبھی نہ ہوا تھا۔ ان کی جگہ جنرل ٹکا خان کی تعیناتی ہوئی۔ وہ بھی دیگر مسائل حل کرنے کے علاوہ ہماری سپاہ سے استفادہ نہ کر سکے۔ اپنی ہی املاک کو تباہ کرنے اور اپنے ہی عوام کو زدوکوب کرنے کے لئے تو وہ موزوں تھے۔ ایسا انہوں نے دو بار کیا۔ ایک بار بلوچستان میں اور دوسری مرتبہ مشرقی پاکستان میں۔ انہیں دونوں جگہ ''بوچر'' کا نام دیا گیا' اگر جرنیل لائق ہوتا تو قوت کا استعمال کیئے بغیر ہی مسئلے کو حل کر لیتا اور بالفرض اگر اسے بامر مجبوری فوجی قوت کو بروئے کار لانا پڑتا تو وہ اتنی زیادہ تباہی اور خوں فشانی کے بغیر اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کر لیتا اور یوں بھارت کو مشرقی پاکستان کے معاملات میں اس حد تک مداخلت کا بہانہ نہ ملتا۔

مارچ **1971**ء کے آخر تک یہ بات ہر شخص کو معلوم ہو چکی تھی کہ بنگالی فوجیوں' ایسٹ پاکستان رائفلز' پولیس دیگر مسلح افراد اور مقامی آبادی کی وفاداریاں عوامی لیگ کے حق میں تبدیل ہو جانے کو ہیں۔ یہ بات تو ہر ذی عقل تسلیم کرے گا کہ بحران کا سیاسی حل تلاش کرنے کی کوشش کے ساتھ ساتھ فوج بھی خاصی تعداد میں موجود ہوتی تا کہ ساری راہیں کھلی رہتیں اور آخری چارہ کار کے طور پر فوجی کارروائی پر مشتمل انتہائی اقدام بھی کر لیا جاتا۔ مارچ **1971**ء میں سیاسی عمل کے تعطل کے بعد مسلح افواج نے مئی' جون **1971**ء تک حکومت کا اقتدار بحال کر دیا۔ اس وقت ضرورت اس امر کی تھی کہ سیاسی عمل دوبارہ جاری ہوتا۔ فوجی حل سیاسی تصفیے کا بدل تو نہ تھا بلکہ اس کا حقیر سا حصہ تھا اور وہ بھی آخری چارہ کار کے طور پر۔ آئین کی تشکیل اور نمائندہ سول حکومت کے قیام کی صورت میں سیاسی حل معنہ شہود پر ہی نہ آیا' ایسا ہو جاتا تو مشرقی پاکستان میں موجودہ بے چینی کی اصل وجہ باقی نہ رہتی۔ منصہ

ہم نے نومبر **1971**ء میں بھی مسٹر نور الامین کی سرکردگی میں سول حکومت کے قیام کی صدر سے درخواست کی تھی' اگر سیاسی عمل کا پہلے ہی آغاز ہو جاتا اور اکتوبر یا نومبر تک نمائندہ سول

حکومت کو اقتدار منتقل کر دیا جاتا تو عوام کا رویہ اتنا معاندانہ نہ ہوتا۔ ڈاکٹر مالک کی کابینہ کے وزراء اور ارکان صوبائی اسمبلی کی نہ عوام میں کوئی حیثیت تھی اور نہ انہیں عوام کی حمایت حاصل تھی۔ انہیں جنرل فرمان علی کے مشورے پر یحییٰ خان کے ساتھیوں کے اندرونی حلقے نے منتخب کیا تھا۔

مجھے یہ تو معلوم نہیں کہ سول حکومت کے قیام کے سلسلے میں یحییٰ خان کی سوچ کیا تھی؟ تاہم اتنا ضرور ہے کہ ان کے گرد جو خوشامدی تھے انہیں خدشہ تھا کہ اس طرح ان کی اجارہ داری ختم ہو جائے گی اور وہ مغربی پاکستان میں مسٹر بھٹو کو برسر اقتدار لانے کے منصوبہ کو عملی جامہ نہ پہنا سکیں گے۔ جنرل یعقوب کی بے عملی سے شہہ پا کر مجیب نے مارشل لاء نظام حکومت کے مقابلے پر متوازی حکومت قائم کر لی اور اسی وجہ سے بنگالیوں نے فوج کے مقابلے پر میدان میں اتر آنے کی جرات کی۔ جنرل ٹکا خان نے اپنے دو قریبی ساتھیوں کے مشورے پر جس بہیمانہ طریقے سے قوت کا استعمال کیا اس نے بنگالیوں کو اتنی دور دھکیل دیا جہاں سے پسپائی ممکن نہ تھی' وہ مغربی پاکستان کے دشمن بن گئے۔ یہ مذموم مقاصد کا ایک حصہ معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ سب لوگ مسٹر بھٹو سے ساز باز کیے ہوئے تھے۔ اس کا منہ بولتا ثبوت یہ ہے کہ حصولِ اقتدار کے بعد مسٹر بھٹو نے انہیں خوب نوازا۔

اپنے ہی عوام کے خلاف:

فوجی آپریشن کا آغاز 25 مارچ 1971ء کو ہوا۔ یہ بے ہنگم اور احمقانہ طریقے سے کیا گیا۔ اس کارروائی کی بنیادیں حصول مقصد کے بجائے تشدد پر استوار تھیں' بجائے اس کے کہ بنگالی فوجیوں' ایسٹ پاکستان رائفلز کو ایک ساتھ غیر مسلح کیا جاتا اور اس کے ساتھ ساتھ عوامی لیگ اور دیگر گروہوں کے اصل دماغ قابو میں کیے جاتے' ڈھاکہ اور چٹاگانگ کے شہروں میں مخصوص فوجی کارروائی کا آغاز کر دیا گیا' دیگر شہروں میں بھی جہاں افواج کی چھاؤنیاں تھیں اسی طرح کی کارروائی کی گئی' تاہم یہ کارروائی نسبتاً چھوٹے پیمانے پر تھی۔ اپنے ہی عوام کے خلاف ٹینکوں' مشین گنوں' اینٹی ٹینک گنوں اور توپخانے کا پورا پورا اور آزادانہ استعمال کیا گیا۔ یہ غالباً پہلا اور

شاید آخری موقع تھا کہ کسی حکومت نے اپنے ہی عوام کے خلاف ایسے مہلک ہتھیار استعمال کیئے۔ فقط اور فقط نوآبادیاتی طاقتیں ہی اپنی رعایا کے خلاف اس طرح کی بہیمانہ اور متشددانہ کارروائی کرتی ہیں۔ اس صورتحال کی تمام تر ذمہ داری جنرل ٹکا خان اور ان کے دو مشیروں پر عائد ہوتی ہے۔ ایسٹ بنگال رائفلز' ایسٹ بنگال رجمنٹ اور بشمول پولیس دیگر مسلح افراد کو غیر مسلح کرنے اور عوامی لیگ کے فعال قائدین کی گرفتاری میں ناکامی کے باعث ہمیں بغاوت فرو کرنے میں آخر دم تک مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے ملک کے اندر اور باہر سے اصل قیادت اور دماغ مہیا کیا۔ یہ لوگ دراصل بغاوت کے روحِ رواں تھے' انہوں نے ہی بغاوت کی آگ کو روشن رکھا۔

10 اپریل 1971ء کو جب میں نے مشرقی کمان کا چارج لیا تو ہماری فوج چھاؤنیوں کے اردگرد کارروائی میں مصروف تھی۔ ان چھاؤنیوں کا ایک دوسرے سے رابطہ منقطع تھا' مختلف چھاؤنیوں سے ڈھاکہ کا محض فضائی رابطہ قائم تھا۔ بھارت اور پاکستان کے مابین سرحدیں ختم ہو چکی تھیں' تمام دیہاتی آبادیوں پر مکتی باہنی کا راج تھا۔ عوام کی غالب اکثریت ہمارے خلاف تھی' اس کی وجہ یہ تھی کہ جنرل ٹکا خان نے نہایت ناموزوں اور متشددانہ فوجی کارروائی کی' یوں ہم اپنے ہی ملک میں اجنبی بن کر رہ گئے۔

جنرل ٹکا خان نے دوسری مہلک غلطی یہ کی کہ 25 مارچ کو تمام غیر ملکی اخبار نویسوں کو توہین آمیز طریقے سے اور بعض صورتوں میں ڈرا دھمکا کر مشرقی پاکستان سے نکال دیا، جس کے باعث عالمی پریس ہمارا دشمن بن گیا۔ چارج لینے کے بعد افواج کو میں نے جو پہلا حکم دیا وہ یہ تھا:

''جوانو! سرحدوں کی طرف پھیل جاؤ۔'' بھارتی سپاہیوں اور افسروں کی قیادت اور پشت پناہی میں مکتی باہنی کے یونٹوں نے سخت مزاحمت کی' انہیں بھاری جانی نقصان اٹھانا پڑا اور ہمارا دباؤ پڑنے پر وہ بالآخر بھارت بھاگ گئے۔ یوں مشرقی پاکستان کی سرحدوں کا قیام دوبارہ عمل میں آیا اور صوبے میں حالات قریب قریب معمول پر آ گئے۔ افواج نے اپنا کام خاطر خواہ طریقے پر انجام دیا لیکن حکومت حالات سے فائدہ اٹھا کر مسئلے کو سیاسی طور پر حل کرنے میں

ناکام رہی۔

اس وقت حالات کلیتہً دگرگوں ہو چکے تھے۔ بنگال نژاد افراد پر مشتمل مسلح یونٹ' ذیلی یونٹ اپنے اپنے اسلحہ' ساز و سامان اور ٹرانسپورٹ کے ہمراہ جا چکے تھے۔ جلد ہی مکتی باہنی کا لبادہ اوڑھ کر بھارتی سپاہی اور افسر ہزاروں کی تعداد میں ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ سارے کا سارا علاقہ ان کے قبضے میں تھا۔ مشرقی پاکستان کی سرحدوں کا نام ونشان مٹ چکا تھا' اسی طرح مجیب کے علاوہ تمام اہم سیاسی قائدین سرحد کے اس پار جا چکے تھے۔ آبادی کی غالب اکثریت ہمارے خون کی پیاسی تھی۔ غیر ملکی صحافیوں کو بے عزت کر کے باہر نکال دیا گیا تھا۔ عالمی پریس دشمن بن چکا تھا۔ ان حالات میں ہم نے مرکز سے سفارش کی کہ غیر ملکی اخبارنویسوں کی تالیفِ قلب کے لئے ضروری اقدامات کئے جائیں اور علاوہ ازیں ہمارے خلاف معاندانہ پروپیگنڈے کے سدباب کے لئے اینٹی پروپیگنڈا سیل قائم کیے جائیں' یہ معاملہ چونکہ مرکزی حکومت کے دائرہ کار میں تھا اس لئے میں نے مرکز ہی سے سفارش کی۔ اس وقت بنگالی فوجی اور نیم فوجی تنظیموں کے افراد اپنی وفاداریں تبدیل کر چکے تھے۔ بھارتی پریس کے ساتھ ساتھ عالمی پریس یہ ''راز'' چلا چلا کر عام کر رہا تھا۔ ہمارا پریس اور دیگر ذرائع نشرواشاعت مرکزی حکومت کے کنٹرول میں تھے۔ جب یہ سب کچھ کل عالم کو معلوم ہو چکا تھا تو میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ مرکز نے اسے کیوں چھپائے رکھا؟

اپریل یا مئی 1971ء میں میجر جنرل فرمان علی نے بنگالی فوجیوں اور دیگر مسلح افراد کے لئے عام معافی کے اعلان کی تجویز پیش کی۔ ان کا مقصد تھا کہ ان لوگوں کو پھر اپنی طرف مائل کیا جائے تاکہ بھارت کو تخریب کاری کے سلسلے میں انہیں پاکستان کے خلاف استعمال کرنے کا موقع نہ ملے۔ کسی نے اس تجویز کو ٹھکرا دیا لیکن پھر عام معافی کا اعلان ستمبر میں کیا گیا لیکن اس وقت تک پانی سر سے گزر چکا تھا کیونکہ بھارت مکتی باہنی کو منظم کر چکا تھا۔

جنرل فرمان علی مشرقی پاکستان کے گورنر کے مشیر تھے' وہ میرے اور گورنر کے درمیان افسر عامہ بھی تھے۔ جنرل فرمان علی نہیں بلکہ میں بھی مئی سے معافی کی سفارش کر رہا تھا۔ صورتحال میں اصلاح کے ساتھ ساتھ ہمیں یہ رپورٹیں ملنے لگیں کہ بعض باغی واپس آنے کے خواہشمند

ہیں۔ میں نے محسوس کیا کہ اب سیاسی تصفیے کا لمحہ آن پہنچا ہے اور جون میں جب چیف آف آرمی سٹاف مشرقی پاکستان آئے تو انہیں بھی یہی مشورہ دیا لیکن عام معافی کی سفارش حد درجہ تاخیر سے قبول کی گئی اور جب حکومت کی طرف سے اعلان ہوا تو یہ معافی بھی جزوی تھی' چنانچہ مطلوبہ نتائج برآمد نہ ہوئے۔ اس طرح پناہ گزینوں کو لوٹنے سے روکا گیا اور ستمبر 1971ء میں بمشکل 240 باغیوں نے ہتھیار ڈالے۔ ہندو اقلیت خوش ہونے کے بجائے انتقامی کارروائی کے خوف میں مبتلا ہو گئی۔ جب ان کے کسی نمائندے کو صوبائی کابینہ میں شامل نہ کیا گیا تو انہیں مزید مایوسی ہوئی۔ اس میں حیرانی کی کوئی بات نہیں کیونکہ اس وقت ہر اس اقدام کو سبوتاژ کر دیا جاتا تھا جو مشرقی پاکستان کے بحران کو دور کرنے میں ممدومعاون ثابت ہوتا۔ یہ حرکت دراصل وہ لوگ کر رہے تھے جو پاکستان کے مفاد کو پسِ پشت ڈالتے ہوئے ان لوگوں کے ہاتھوں میں کھلونا بنے تھے جو پاکستان کو دولخت کرنے کی آرزو میں مرے جا رہے تھے۔

ایک مضحکہ خیز بات یہ سننے میں آئی کہ جنرل خادم حسین راجہ سے چارج لیتے ہوئے میں نے انہیں کہا کہ داشتاؤں کا چارج بھی دے دو؟ یہ خالصتاً ایک بے بضاعت شخص کے زرخیز ذہن کی اختراع ہے۔

برخوردار صدیق سالک نے اپنی کتاب ''میں نے ڈھاکہ ڈوبتے دیکھا'' میں یوں تو سرکاری ریکارڈ سے استفادہ نہ کرنے کا دعویٰ کیا ہے لیکن اسے کیا کہیئے کہ ان کی تصنیف میں بعض نازک دستاویزات شامل ہیں' علاوہ ازیں اس حقیقت سے تو سکول کا طالب علم بھی واقف ہے کہ بعض افراد کے ساتھ ساز باز کر کے مسٹر بھٹو نے مشرقی پاکستان کا بحران پیدا کرنے میں گھناؤنا کردار ادا کیا۔ فی الحقیقت مجیب الرحمٰن نے تو نہ صرف کھلے بندوں ''ادھر تم ادھر ہم'' کا نعرہ لگایا بلکہ اس پر عملدرآمد بھی کیا مگر صدیق سالک نے انگریزی ایڈیشن میں مسٹر بھٹو کے کوہ ہمالیہ جتنے بڑے اور ٹھوس گناہوں سے سراسر چشم پوشی کی' اس کے بجائے ایک ایسے شخص کو توہین آمیز سلوک کا ہدف بنایا جس نے مصنف (اور ایک اہم شخصیت) کو بھارتیوں کے چنگل سے نجات دلائی جو ان دونوں کے جانی دشمن بن گئے تھے۔ بنگالیوں نے ان دونوں افراد کی حرکتوں کے خلاف بھارتیوں سے سخت شکایت کی تھی۔ زیرِ بحث بے بنیاد الزام کی حیثیت تو فقط اتنی ہے کہ یہ ایک

ملازم نے اپنے آقا کی خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے عائد کیا گیا تھا' چنانچہ ہز ماسٹر وائس قابل اعتنا نہیں۔

فوجی ماہر تو کہاں' صدیق سالک تو باقاعدہ فوجی بھی نہیں تھا۔ صدیق سالک یہ حقیقت فراموش کر بیٹھے کہ فوجی لحاظ سے بھی مشرقی پاکستان کی شکست مغربی پاکستان میں ہوئی۔ اول تو مغربی پاکستان سے حملے کی کوئی ضرورت ہی نہیں تھی۔ حملہ کرنے کے بعد حصولِ نتائج میں ناکامی اٹھانا پڑی۔ اسکی کیا وجہ تھی؟ صدیق سالک نے اس سوال کا جواب ہی نہیں دیا کیونکہ اس میں اصل شیطان کو بے نقاب کرنے کی جرات نہ تھی۔

میں نے جنرل خادم حسین سے چارج ہی نہیں لیا ان سے تو جنرل ٹکا خان نے چارج لیا اور میں نے جنرل ٹکا خان سے چارج لیا تھا۔

اس دوران صدر یحییٰ خان سے میری ملاقات صرف ایک بار ہوئی۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب جنرل ٹکا خان کو گورنر کے عہدے سے الگ کیا جا رہا تھا۔ یحییٰ خان نے مجھے بتایا تھا کہ ڈاکٹر مالک کو گورنر بنایا جا رہا ہے اور یہ کہ ایسٹ پاکستان گیریژن کے کمانڈر کے فرائض اور آپریشنز کی ذمہ داری کے علاوہ تم مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر بھی ہو گے۔ انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ شہریوں اور ان کے معاملات کے متعلق تم ڈاکٹر مالک کے مشورے کے پابند ہو گے۔ اتنے میں ڈاکٹر مالک اور لیفٹیننٹ جنرل پیرزادہ آ گئے۔ میں صدر کے طلب کردہ اجلاسوں میں شامل ہوا کرتا تھا' ان میں دیگر تمام جرنیل بھی موجود ہوا کرتے تھے۔ ان اجلاسوں میں روزمرہ کے معاملات زیر بحث آتے تھے۔ جہاں تک فوجی آپریشنز کا تعلق ہے میں براہ راست جی ایچ کیو کے ماتحت تھا۔ میرا واسطہ جنرل حمید یا جنرل گل حسن سے ہوتا تھا۔ ان کے ساتھ میری کئی کانفرنسیں ہوئیں جن میں آپریشنز سے متعلق معاملات اور ہماری ضروریات وغیرہ زیر بحث آتی تھیں۔ ان اجلاسوں کا انعقاد راولپنڈی یا ڈھاکہ میں ہوا کرتا تھا۔

صدر یحییٰ خان سے تو اس سلسلے میں میری بات نہیں ہوئی لیکن جنرل عبدالحمید خان سے کئی بار گفتگو ہوئی تھی۔ میں نے یہ بھی تجویز کیا تھا کہ صدر بنفسِ نفیس مشرقی پاکستان آئیں' کچھ عرصہ کے لئے قیام کریں اور یہاں کے مسائل سلجھائیں۔ انہوں نے بعد میں مجھے بتایا کہ تمہارا پیغام

صدر تک پہنچا دیا گیا ہے اور میں نے خود بھی انہیں ڈھاکہ جانے کا مشورہ دیا ہے لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ ٹولہ جو پاکستان کو دولخت کرنے والوں سے گٹھ جوڑ کئے تھا' سدِ راہ ہوا اور انہیں ڈھاکہ جانے سے روک دیا۔ ایک بار تو یوں ہوا کہ ڈھاکہ جانے کے لئے صدر کراچی پہنچ چکے تھے لیکن انہیں آگے جانے کے بجائے واپس بھیج دیا گیا۔ جنرل ٹکا خان کے علاوہ ایک اور شخص نے انہیں مشورہ دیا تھا کہ یہ وقت ڈھاکہ جانے کے لئے موزوں نہیں۔ صدر کو مشرقی پاکستان جانے سے روکنے کی اصل ذمہ داری ان دو افراد پر ہی عائد ہوتی ہے کیونکہ اول تو انہیں ڈر تھا کہ اس طرح ان کے خصوصی مراتب کو خطرہ لاحق ہوگا اور پھر یہ کہ یہ افراد ایک ایسی شخصیت سے ساز باز کئے تھے جسے مسائل کا حل گوارا نہ تھا۔

اس دوران مسٹر بھٹو سے میری کوئی ملاقات نہ ہوئی البتہ ان کے تین رفقائے کار مجھ سے ملے۔ مولانا کوثر نیازی اور میاں محمود علی قصوری ڈھاکہ آئے تھے' انہوں نے مجھ سے ملاقات بھی کی وہ دیہاتی علاقوں کا دورہ کرنا چاہتے تھے' انہیں مناسب ٹرانسپورٹ نہ مل سکی اور وہ دورہ نہ کر سکے۔ ان کے بعد مسٹر کاردار آئے۔ انہوں نے بھی مجھ سے ملاقات کی۔ انہوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ میں مغربی پاکستان میں ملک کے لئے کیا کر سکتا ہوں؟...... میں نے جواباً کہا تھا کہ بارسوخ لوگوں کو آپ اس بات پر قائل کریں کہ مشرقی پاکستان چار صوبوں میں تقسیم کر دیا جائے' ہو سکتا ہے یہ اقدام ملک کے مفاد میں ثابت ہو۔ اس کے اسباب و نتائج کے متعلق ان سے گفتگو ہوئی اور نقشے پر میں نے انہیں مجوزہ چاروں صوبوں کی حدیں بھی دکھائی تھیں۔ انہوں نے اس تجویز پر عملدر آمد کرانے کا وعدہ کیا تھا۔ مجھے معلوم نہیں کہ اس کا کیا نتیجہ نکلا۔ یہ تینوں اصحاب مجھ سے ملاقات کے لئے دفتر میں تشریف لائے تھے۔

ایڈمرل احسن کی علیحدگی کے بعد جنرل یعقوب شہود و شاہد و مشہود بن گئے۔ وہ گورنر بھی تھے' مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر بھی اور افواج کے کمانڈر بھی۔ اپنی نئی ذمہ داریوں پر صدر کی آشیر باد اور اپنے منصوبے بلٹز کی براہ راست صدر سے منظوری حاصل کرنے کے بعد انہوں نے جنرل حمید سے ملاقات کی۔ اس منصوبے کا جنرل حمید کو بعد میں پتہ چلا۔ جنرل حمید نے انہیں بتایا کہ اگر آپ کو مزید فوج کی ضرورت پڑے تو وہ پرواز کے لئے کراچی میں تیار کھڑی ہے۔ جنرل

یعقوب نے کمک لینے سے انکار کر دیا لیکن ڈھاکہ پہنچنے پر انہوں نے جنرل حمید سے فی الفور ایک بریگیڈ بھیجنے کی استدعا کر ڈالی۔ ابھی دو بٹالین ہی پرواز کر کے ڈھاکہ پہنچی تھیں کہ انہوں نے جنرل حمید سے کہا کہ مزید کمک درکار نہیں یوں انہوں نے باقی نفری کی ترسیل روکنے کی درخواست کر دی۔ بعد میں وہ ڈھاکہ سے بلااجازت کراچی چلے گئے پھر ٹکا خان کو ڈھاکہ بھیجا گیا' وہ بیک وقت گورنر' مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر اور کمانڈر آف ٹروپس بنا دیئے گئے۔ جب وہ ان فرائض سے عہدہ برآ نہ ہو سکے اور حالات میں بگاڑ پیدا کر دیا تو میں نے چارج لیا۔

اس وقت وہاں تین انفنٹری ڈویژن موجود تھے۔ ایک ڈویژن تو حسب معمول پہلے ہی سے تھا' باقی دو ڈویژنوں کو طیاروں کے ذریعے مغربی پاکستان سے بھیجا گیا۔ ہماری اکثر یونٹوں میں 25 فیصد بنگالی تھے اور بعض میں تو 50 فیصد تک۔ یونٹوں میں جو بنگالی رہ گئے تھے وہ عام طور پر بے وفا ثابت ہوئے' وہ باغیوں کو اطلاعات فراہم کر دیتے تھے' جونہی اس حرکت کا سراغ لگتا تھا وہ سرحد پار کر جاتے۔ فی الحقیقت آخر دم تک ہم کسی بنگالی پر بھروسہ نہ کر سکے' تاہم چند واجب التعظیم مستثنیات بھی تھیں' چنانچہ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ طبی عملے اور فضائیہ کے ملازمین کے علاوہ جتنے بھی بنگالی تھے انہیں مغربی پاکستان کی یونٹوں میں پوسٹ کر دیا۔ یوں ہماری یونٹوں کی قوت میں کمی واقع ہو گئی اور آخر دم تک صورتحال میں قابل ذکر تبدیلی نہ ہوئی۔

جنگی صورتحال

مغربی پاکستان سے جو 2 ڈویژن بذریعہ ہوائی جہاز بھیجے گئے ان کے پاس بھاری ہتھیار نہ تھے' توپخانہ نہ تھا' ٹرانسپورٹ نہ تھی اور انہیں موزوں مواصلاتی سہولتیں بھی میسر نہ تھیں۔ ان دونوں ڈویژنوں کے پاس ہلکے ہتھیار تھے۔ یہ تو داخلی حفاظت وسلامتی کے لئے بھیجے گئے تھے' ان کے پاس ٹرانسپورٹ تھی' نہ توپیں اور نہ انجینئرنگ کا سازوسامان۔ یہ لوگ تو پوری طرح سے اپنے خیمے' سازوسامان بھی نہ لائے تھے۔ قلیل مدت کے لئے تو گزر ممکن تھی لیکن حکومت نے جب مشرقی پاکستان میں ان کی مستقل تعیناتی کا فیصلہ کیا تو چاہیے یہ تھا کہ انہیں پورے سازوسامان سے لیس کیا جاتا لیکن آخر دم تک ایسا نہ ہوا۔ توپخانے' اینٹی ٹینک گنوں' ٹینکوں'

انجینئروں اور انجینئرنگ کا سازوسامان تو بعد کی بات میری افواج کو طبی سہولتیں، ہسپتال اور بیرکیں بھی میسر نہ تھیں۔ آخر تک میں جی ایچ کیو سے مسلسل یہ کہتا رہا کہ میری کمان کو جن قلتوں کا سامنا ہے، جو کمی ہے، جو عدم توازن ہے اسے پورا کیا جائے۔ ہمیں نیم فوجی تنظیم تصور نہ کیا جائے، ہمیں باقاعدہ فوج کا درجہ دیا جائے، ایسی فوج جو پاکستان کے ایک حصے کے لئے دفاعی جنگ میں مصروف ہے۔ میرے پاس چار بحری گن بوٹ تھیں۔ متروک شدہ ہوائی جہازوں پر مشتمل ایک سکواڈرن تھا۔ ایک ہوائی اڈا تھا جہاں راڈار کا نظام بھی خاطر خواہ نہ تھا۔ فوجی ہزیمت کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ ہمارے پاس سازوسامان اور ذرائع کی قلت تھی۔

میں اس امر پر اظہار فخر کر سکتا ہوں کہ یہ تین ڈویژن بہادر فوج گو پوری طرح لیس نہ تھی دشمن کے مقابلے پر تعداد میں کم تھی، بے آرام اور تھکی ہوئی تھی، چاروں طرف سے کٹی ہوئی تھیں لیکن اس کے باوجود اس نے پورے 9 ماہ تک دشمن کا مقابلہ کیا۔ ان ایام میں اسے کوئی آرام نصیب نہ ہوا، کہیں سے کوئی مدد نہ ملی اور نہ افرادی قوت اور سازوسامان کے نقصانات کی تلافی ہوئی۔ دوسری طرف دشمن کے پاس 12 ڈویژن فوج تھی، اسے توپخانے، ٹینک، سینکڑوں طیاروں، ہیلی کاپٹروں اور قریب ترین اڈوں سے بحریہ کی موثر پشت پناہی مسلسل حاصل رہی۔ جدید ترین ہتھیاروں سے لیس مکتی باہنی کے ڈیڑھ لاکھ تربیت یافتہ افراد کی حمایت بھی اسے حاصل تھی۔ اس کے مقابلے پر مقامی آبادی ہمارے خلاف، راہیں مسدود اور وسائل محدود تھے۔ مثال کے طور پر بتا تا چلوں کہ ہمارے پاس ایک بھی میڈیم یا ہیوی گن نہ تھی، ٹینک نہ تھا۔ اس کے برعکس بھارتی افواج کے پاس کسی چیز کی کمی نہ تھی۔ اس کے پاس یہ چیزیں سینکڑوں کی تعداد میں تھیں۔ روس بھی اسے برسرعام افراد اور اسلحے کی امداد فراہم کر رہا تھا۔ عالمی پریس اس کا ترجمان بن بیٹھا تھا۔ یہ کہانی بڑی طویل ہے۔ قصہ مختصر بھارتی افواج میں جذبہ قربانی اور جرات و شجاعت کے علاوہ دیگر تمام لوازمات کا سیلاب امڈ آیا تھا۔ ہمارے پاس یہ لوازمات تو نہ تھے تاہم ہماری افواج جذبہ قربانی، جرات و شجاعت سے سرشار اعلیٰ روایات اور بلند حوصلے سے لیس تھی۔ ان مسائل اور مشکلات کے باوجود ہم نے بھارت کو ناکوں چنے چبوائے۔ بھارت نے جب بھی ہمارے علاقے پر حملہ کیا اسے بھاری نقصان اٹھا کر پسپائی اختیار کرنا

پڑی۔ ان 9 ماہ میں بھارت نے اس قدر جانی نقصان اٹھایا کہ وہاں کھلبلی مچ گئی۔ بھارتی افواج کو اپنی حماقتوں کی بھاری قیمت ادا کرنا پڑی۔ میں بلاخوف تردید دعویٰ کر سکتا ہوں کہ عسکری تاریخ میں اتنی کم فوج کا' اتنے قلیل سازوسامان کے ساتھ اتنے گھمبیر حالات میں اتنی بہادری کے ساتھ میدان جنگ میں طویل عرصے تک' اتنے حوصلے کے ساتھ اتنی کثیر تعداد میں اور اتنے زیادہ اسلحہ سے لیس اور اتنے سازگار حالات کی حامل افواج کے خلاف لڑنے کی کوئی مثال نہیں ملتی۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ فتح کی صورت میں سہرا سیاستدانوں کے سر باندھ دیا جاتا ہے اور اگر شکست ہو تو کلنک کا ٹیکہ کمانڈر اور اس کے سپاہیوں کا مقدر ٹھہرتا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ فتح کے لاتعداد خالق پیدا ہو جاتے ہیں جبکہ شکست اس یتیم بچے کی مانند ہے جسے کوئی اپنانے کو تیار نہیں ہوتا۔ اس میں شک نہیں کہ ہر جنگ میں اہم کردار کمانڈر اور سپاہی ادا کرتے ہیں لیکن بعض عوامل ایسے بھی ہوتے ہیں جن پر ان کی گرفت نہیں ہوتی اور جو جنگ کے نتیجے کا فیصلہ کرنے میں زبردست اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ زمینی اور موسمی حالات' جغرافیائی حالات اور کمانڈر کو تفویض کردہ سیاسی اور فوجی مشن کو بروئے کار لانے کے لئے افواج کی تعداد' ذمہ داری کی حدود و وسعت' مقامی حالات و معاملات' آبادی اور وسائل' مرکزی مقام سے فاصلہ اور وہاں پہنچنے کے ذرائع' صحیح قسم کے ہتھیاروں اور گولہ بارود کی فراہمی' کمک اور تنظیم نو کی صلاحیت' لڑائی پر اثر انداز ہونے اور کمانڈر کی ضروریات پوری کرنے والے متحرک ریزرو دستوں کی موجودگی اور دشمن کی تعداد اور وسائل کا صحیح صحیح اندازہ لگانا' یہ وہ امور ہیں جن کے اثرات اور عواقب اور نتائج کا بنظرِ غائر جائزہ لینا ازحد ضروری ہوتا ہے۔

اگست 1971ء میں صورتحال کنٹرول میں تھی۔ ہم بھارت سے جنگ لڑ رہے تھے۔ ایک ایسی جنگ جس کا دشمن نے اعلان نہ کیا تھا۔ ہم تو کمک کیلئے مسلسل کہتے رہے۔ میں نے نومبر 1971ء میں جنرل جمشید اور بریگیڈ صدیقی کو راولپنڈی بھیجا' وہ اپنے ہمراہ ان اشیاء کی فہرست لے گئے تھے جن کی ہمیں اشد ضرورت تھی' ہمارے تینوں ڈویژن سازوسامان اور اسلحہ وغیرہ کی جس قلت سے دوچار تھے میں نے انہیں دور کرنے کی درخواست کی تھی۔ افرادی کمک بھی طلب

کی تھی۔ ہماری درخواست جزوی طور پر قبول کی گئی۔ میں تو کہوں گا حد درجہ جزوی طور پر۔

ایئر کموڈور انعام الحق ایک نئے ہوائی اڈے کی تعمیر کیلئے کوشاں تھے جو مکمل نہ ہو سکا۔ ہمیں نہ صرف ہوائی اڈوں کی ضرورت تھی بلکہ جدید طیارے بھی درکار تھے جنہیں ہمارے سپرد کرنے پر مغربی پاکستان میں موجود حکام تیار نہ تھے۔ میرے پاس ایک سی 130 طیارہ تھا جو افراد اور ساز و سامان لانے لے جانے میں کارآمد ثابت ہو رہا تھا لیکن اسے بھی واپس لے لیا گیا۔ جہاں تک مجھے یاد ہے سی 130 کی واپسی اکتوبر 1971ء میں ہوئی۔ ایڈمرل شریف بھی مزید بحری جہازوں کیلئے مسلسل کہتے رہے۔ ہمارے ساتھ وعدہ ہوا کہ چند جدید گن بوٹ بھیجی جائیں گی لیکن وہ وعدہ ہی کیا جو وفا ہو گیا۔ مشرقی پاکستان میں ایک تباہ کن جہاز موجود تھا لیکن اسے بھی اکتوبر 1971ء میں واپس لے لیا گیا' وجہ یہ بتائی گئی کہ چونکہ مشرقی پاکستان کی جنگ مغربی پاکستان میں لڑی جائے گی اسلئے وہاں مسلح افواج اور ساز و سامان کی بمقدار وافر ضرورت ہے۔

فوجی کمانڈر کو مشن اور افواج دی جاتی ہیں۔ انہیں پیش نظر رکھتے ہوئے اسے منصوبہ بنانا ہوتا ہے۔ مشرقی پاکستان میں ہمیں ناکارہ طیاروں کا ایک سکواڈرن اور صرف چار گن بوٹ دی گئی تھیں۔ میرے پاس اس کے سوا اور کوئی چارہ کار ہی نہ تھا کہ ان محدود وسائل کو پیش نظر رکھتے ہوئے منصوبہ سازی کرتا' مزید وسائل کے میسر آنے پر اس منصوبے میں آسانی سے تبدیلی کی جا سکتی تھی۔

فوجی کارروائی کا منصوبہ

بھارتی سرزمین پر جوابی کارروائی کرنے کے لئے میں نے شروع میں ہی منصوبہ بنا لیا تھا' میں نے حملے کے لئے بعض نازک علاقوں کا انتخاب بھی کر لیا تھا لیکن مجھے اجازت نہ دی گئی۔ اکتوبر تک میں اس پوزیشن میں تھا کہ بھارتی سرزمین پر چھاپے مارتا اور محدود کارروائی کرتا۔ اس وقت تک بھارت اپنے تازہ دم ڈویژن نہیں لایا تھا اور اس نے مشرقی پاکستان کا محاصرہ بھی نہیں کیا تھا۔ بھارتی توپیں اور مشین گنیں سرحد پار سے ہماری افواج پر فائرنگ کیا کرتی تھیں لیکن دشمن سے اپنی توپوں اور مشین گنوں کے ساتھ نمٹنے کے لئے مجھے کارروائی کی اجازت نہ

تھی۔ مجھے دشمن کی مذکورہ پوزیشنوں اور مکتی باہنی کی چوکیوں پر حملے کی اجازت نہ دی گئی تھی۔

بھارت جب مشرقی پاکستان کے گرد حصار بنا رہا تھا تو میں نے درخواست کی تھی کہ کم از کم کمانڈر اور گوریلے بھیجنے ہی کی اجازت دی جائے تا کہ دشمن کے کالم پر چھاپے مارے جائیں' اس کے گولہ بارود کے ذخیرے تباہ کئے جائیں' پلوں کو اڑایا جائے اور مواصلاتی نظام کو نقصان پہنچایا جائے تا کہ اس پر کچھ دباؤ پڑے۔ اجتماع لشکر میں تاخیر ہو اور وہ اپنی افواج منتشر کرنے پر مجبور ہو جائے۔ اس کارروائی سے عوام میں بھی خوف و ہراس پھیلتا اور بھارت مزید پناہ گزینوں کے مسئلے سے دو چار ہو جاتا' اس سے دشمن کا ٹائم ٹیبل الٹ پلٹ ہو جاتا جس کے نتیجے میں وہ یا تو خشک موسم میں حملہ کرنے کے قابل نہ رہتا یا پھر قبل از وقت حملہ کر دیتا۔ دونوں صورتوں میں ہمارا فائدہ ہی فائدہ تھا لیکن نجانے کیوں سرحد کے اس پار مجھے کوئی کارروائی کرنے کی اجازت نہ دی گئی' اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بھارت نے بلا روک ٹوک فوجیں جمع کر کے ہماری افواج پر حملہ کر دیا جو 9 ماہ سے مسلسل مصروف پیکار تھیں۔ بھارتی افواج تازہ دم تھیں جبکہ ہماری افواج تھکی ماندی تھیں۔ بھارت تازہ دم فوج لانے کی پوزیشن میں تھا جبکہ ہماری فوجی آرام کئے بغیر مصروف پیکار تھے' اگر مجھے بھارتی علاقے میں محض محدود کارروائی ہی کی اجازت مل جاتی تو تاریخ کا عمل کسی قدر مختلف ہوتا۔

جنگ میں ہمیشہ وہ کمانڈر کامیاب ہوتا ہے جو ٹھنڈے دل و دماغ کا مالک ہو' نڈر ہو' ہر داؤ بھانپ لیتا ہو' تربیت یافتہ ہو' ایثار پیشہ ہو اور فیصلے کرنے میں پس و پیش نہ کرتا ہو' اگر ٹھیک عملدرآمد نہ ہو تو اچھا منصوبہ بھی ناکام رہتا ہے اور بعض اوقات یوں بھی ہوتا ہے کہ اگر اوسط درجے کے منصوبے پر ٹھیک طرح عمل کیا جائے تو منصوبہ کامیابی سے ہمکنار ہوتا ہے۔ لارڈ ویول کا کہنا ہے کہ اچھے کمانڈر کی آزمائش میدان جنگ کی چالوں میں ہوتی ہے نہ کہ جنگی حکمت عملی کے ماہر (اسٹریٹجسٹ) کی کرسی پر۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ میدان جنگ کے اندر اور باہر قوم کے تمام جنگی ماہرین کی توجہ' مہارت اور قوت مرتکز ہونی چاہئے کیونکہ دشمن کو تو میدان جنگ ہی میں شکست دینا ہوتی ہے۔

جنگ بڑی پیچیدہ اور گریز پا شے ہے۔ کلازڈ نر کا کہنا ہے کہ جنگ غیر یقینی شے ہے۔ ان

عوامل کا جن پر جنگی کارروائی ترتیب دی جاتی ہے تین چوتھائی حصہ تو عظیم تذبذب کے بادلوں میں پنہاں ہوتا ہے' چنانچہ جنگ برف کے تودے کی مانند ہے جس کا حقیر سا حصہ ہمیں سطح آب پر نظر آتا ہے جبکہ 10 / 9 حصہ زیرِ آب پوشیدہ ہوتا ہے۔ جنگ لڑنے کے لئے سوچ بچار کی ضرورت ہوتی ہے۔ سپاہی کی مشکلات کا کماحقہ اندازہ لگانے کے لئے سپاہی کی وردی پہن کر میدان جنگ میں لڑنا پڑتا ہے۔ تعلقات عامہ کا کام کرنے' فوجی حکمتِ عملی پر چند کتب کا مطالعہ کرنے اور میدان جنگ کا دورہ کرنے سے کوئی شخص امور جنگ اور کمانڈر کے بارے میں حکم نہیں لگا سکتا۔ نقاد کے لئے لازمی ہے کہ وہ کمانڈر کے مسائل سے آگاہ ہو' کمانڈر کے مشن سے واقف ہو' اسے معلوم ہو کہ کمانڈر کو کون سا ٹاسک تفویض کیا گیا' اعلیٰ حکام نے اسے کیا احکامات دیئے۔ ان کے بغیر کوئی کس طرح رائے زنی کر سکتا ہے---- ہم تھکے ہارے تھے' ہماری افرادی قوت قلیل تھی' اصل میں ہمیں تو اندرونی امن وامان قائم کرنے کا کام تفویض ہوا تھا اور ہم وسیع پیمانے پر اپنے محدود وسائل میں ہنگامی ردوبدل کرنے پر مجبور تھے' چنانچہ ہمیں نئے دلیرانہ اور غیر روایتی تصورات پر بھروسا کرنا پڑا

جرنیل کی صلاحیتوں اور جنگ کے نتیجے پر تبصرہ کرنے سے پہلے تبصرہ نگار کو یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ میری کمان کی نوعیت یعنی قسم ادنیٰ ترین تھی۔ جرنیلوں کی تین اقسام ہوتی ہیں۔

اول: وہ جرنیل جو مطلق العنان بادشاہ ہوتا ہے' وہ لامحدود اختیارات کا حامل ہوتا ہے اور تمام وسائل اپنی صوابدید کے مطابق بروئے کار لا سکتا ہے۔

دوسری قسم کے وہ جرنیل ہیں جو فوج کے کمانڈر انچیف ہوتے ہیں' جنہیں تفویض شدہ مشن کے سلسلے میں اپنی راہ متعین کرنے کے لئے وسیع اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔

جرنیلوں کی تیسری قسم وہ ہے جو دور دراز مقام پر پھیل کر جنگ لڑ رہے ہوں اور جو ایک سے زائد ہیڈ کوارٹرز کنٹرول کر رہے ہوں۔ بعض اوقات وہ متضاد اور متصادم احکامات سے بھی دوچار ہوتے ہیں۔ میں اسی ذیل میں تھا لیکن میری پوزیشن نازک تر تھی کیونکہ مجھے ٹاسک اور مشن تو صدر اور چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر دیتے تھے لیکن جنگ کا کنٹرول چیف آف آرمی سٹاف کے پاس تھا جو میدان جنگ سے سینکڑوں میل کے فاصلے پر تھے۔ مزید برآں گورنر مشرقی

پاکستان کا جنگی سرگرمیوں سے کوئی واسطہ نہ تھا لیکن وہ مجھ سے مطالبہ کرتے تھے کہ صوبے میں امن وامان کے قیام اور مارشل لاء ڈیوٹی کے لئے افواج مہیا کروں' یوں میرا چار آقاؤں سے واسطہ تھا اور ایک سے زائد ذمہ داریاں میرے سپرد تھیں۔

شروع ہی سے سب کچھ بھارت کے حق میں تھا۔ میدان جنگ' تعداد افواج' حالات اور علاقے میں اس قدر حیرت انگیز سنگین تفاوت تھا' اس قدر کہ عسکری تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ تاریخ شاہد ہے کہ ہر لحاظ سے فوقیت رکھنے کے باوجود بھارتی افواج غیر معمولی نتائج حاصل کرنے میں ناکام رہیں۔ بھارتی کمانڈر مشرقی پاکستان کی سرزمین کے ایک چھوٹے سے علاقے پر قبضہ کر کے بنگلہ دیشی حکومت قائم کرنا چاہتا تھا مگر پاک فوج کی شجاعت' جذبہ قربانی' افسروں کی بہترین قائدانہ صلاحیتوں اور کامیاب جنگی چالوں کی وجہ سے 9 ماہ کی جنگ کے دوران بھارت ایک انچ زمین پر بھی قبضہ نہ کر سکا۔ ہم نے افرادی قوت کو حربی مہارت اور عیارانہ چالوں سے دور کیا۔ میں نے جن وسائل کا مطالبہ کیا تھا اگر مجھے مل جاتے تو بھارتی فوج کبھی ہماری سرحدیں عبور کر کے کھلی جنگ لڑنے کی جرات نہ کرتی' اگر مجھے کچھ متحرک ریزرو دستے' چند جدید طیارے اور چند گن بوٹ دے دی جاتیں' جن کا میں مسلسل مطالبہ کرتا رہا تو میں نہ صرف بھارتی افواج کو بھارت میں دھکیل دیتا بلکہ دشمن کی سرزمین پر جنگ لڑتا۔ اسی طرح اگر مجھے بھارتی افواج کے اجتماع میں (جب وہ مشرقی پاکستان کے گرد گھیرا ڈال رہی تھیں) مخل ہونے سے نہ روکا جاتا تو میں اس اجتماع میں مزاحم ہو کر ان کے پروگرام میں رخنہ انداز ہوتا یا انہیں قبل از وقت جنگ چھیڑنے پر مجبور کر دیتا۔

میرا جنگی منصوبہ ناقص نہ تھا۔ یہ بھی یاد رہے کہ میرے پاس تین ڈویژن فوج تھی جس میں سے دو تہائی فقط بغاوت کچلنے کی غرض سے فضائی راستے سے پہنچائی گئی تھی' اس کے باوجود میں نے دو منصوبے تیار کئے تھے۔ ایک تو باغیوں سے نمٹنے کے لئے اور دوسرا بھارت سے لڑنے کے لئے۔ یہ دونوں منصوبے میں نے اپنے ڈویژنل کمانڈروں اور سٹاف کی مدد سے تیار کئے' انہیں کاغذ اور زمین پر جی ایچ کیو نے منظور کیا' زمین پر ان کی منظوری جنرل حمید نے دی تھی۔

جو لوگ صف بندی میں اب کیڑے نکالتے ہیں' صف بندی کے سلسلے میں اپنی تجویز پیش

نہیں کرتے۔صدیق سالک تو جنگ اور جنگی حکمت عملی کی الف ب سے بھی واقف نہیں۔اس سطح کے منصوبوں پر تبصرہ کرنا اس برخوردار کے بس کی بات نہیں تھی۔معلوم ہوتا ہے صدیق سالک نے میرے منصوبوں میں خامیاں تلاش کرنے کا کسی سے سبق پڑھا ہوگا۔ان کے استاد تو وہی تھے جنہیں نہ لڑائی کا تجربہ تھا اور نہ افواج کی کمان کا۔وہ تو کرسی نشین فوجی تھے جو عملی جنگ کے بجائے زبانی جنگ کے شیر ہیں۔

جنگ کے دوران ایک ستم یہ دیکھئے کہ ہمارا انٹیلی جنس کا نظام بری طرح ناکارہ ہوکر رہ گیا تھا اور ہماری لڑائیوں پر اس کا کئی بار بہت برا اثر پڑا۔انٹیلی جنس کی اہمیت ذہن نشین کرانے کے لئے میں دی اناٹومی آف اسپائینج اینڈ انٹیلی جنس سے ایک اقتباس پیش کرتا ہوں۔

''فتح یا شکست میں انٹیلی جنس کے فیصلہ کن کردار کا انتہائی ڈرامائی اظہار ساتویں صدی کے اس عظیم تاریخی واقعہ میں دیکھا گیا جو خطہ عرب میں اسلام کی دینی' روحانی اور غالب قوت کے قیام کے وقت رونما ہوا۔624ء میں رسول کریم ﷺ نے اپنے سے برتر مکی قوت کو بدر کی لڑائی میں شکست دی تو اہل مکہ نے محمد ﷺ سے ہمیشہ کے لئے چھٹکارا حاصل کرنے کی ٹھانی۔انہوں نے دس ہزار سپاہ جمع کی۔رسول خدا زیادہ پریشان نہ ہوئے' انہوں نے مکہ میں اپنے آدمی رکھ چھوڑے تھے جنہوں نے دشمن کے عزائم کی اطلاعات فراہم کیں لیکن دشمن نے مخالفین کی مخبری کا کوئی انتظام نہ کیا' چنانچہ جب مکہ والے مدینہ پہنچے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ایک خندق اور ایک دیوار شہر کا احاطہ کرکے محمد ﷺ کو حملے سے محفوظ کئے ہے۔اس غیر متوقع صورتحال پر سوچ بچار کے لئے دشمن نے پڑاؤ کیا' پھر بارش ہونے لگی' دشمن کے خیمے بھیگ گئے اور کھانا پکانا مشکل ہوگیا۔آراء متصادم ہوئیں اور مزاج بگڑ گئے۔لڑائی کے بغیر ہی دشمن بے نیل ومرام واپس لوٹ گیا۔اہل مدینہ کے متعلق حصولِ اطلاعات میں اپنے کمانڈروں کی ناکامی کی وجہ سے اہلِ مکہ کی عظیم فوج ایک بھی تیر چلے بغیر شکست کھا گئی۔اس کے مقابلے پر رسول کریم ﷺ فتح یاب ہوئے کیونکہ انہیں دشمن کی طاقت کا' اس کے عزائم' فوجی تیاری اور منصوبے کے پل پل کی خبر تھی۔''

مارچ 1971ء تک انٹیلی جنس کا زیادہ تر انتظام بنگالی چلا رہے تھے۔فوجی کارروائی کے

نتیجے میں انٹیلی جنس کی تمام ایجنسیاں ٹوٹ پھوٹ گئیں کیونکہ اکثر افراد عوامی لیگ کے طرفدار بن کر سرحد پار کر گئے' اس کے بعد ہم انٹیلی جنس کا ایسا موثر نظام قائم کرنے میں ناکام رہے جو ہمارے لئے کارآمد ثابت ہوتا۔

جنگی کارروائی اور نتائج کا انحصار فراہم شدہ انٹیلی جنس رپورٹوں پر ہوتا ہے' مقامی آبادی کے ذریعے بھارت کو ایک ایک بنکر تک ہماری پوزیشنوں کا علم تھا۔ دشمن کے جونیئر کمانڈر تک ہماری دفاعی پوزیشنوں کا بذاتِ خود مشاہدہ کر چکے تھے۔ ہمارے متعلق معلومات کے حصول میں بھارت کو جدوجہد نہ کرنا پڑی۔ عام حالیت میں ایسی اطلاعات دشمن کے گشتی دستے خون پسینہ ایک کر کے بہت دیر کے بعد حاصل کرتے ہیں۔ مقامی آبادی نے ہماری پوزیشنوں تک اور عقب میں دشمن کی رہنمائی کی۔ محمد ایوب اور کے سبرامنیم نے اپنی تصنیف دی لبریشن وار (مارچ 1972ء ایڈیشن) کے صفحہ 214 پر لکھا ہے کہ ''مشرقی پاکستان کے تمام عوام کی پشت پناہی کے باعث بھارت کو سرحدوں میں داخل ہونے اور پاکستانی افواج کی پوزیشنوں کے متعلق زیادہ فکر مند ہونے کی ضرورت نہ تھی۔'' جنگی فضا میں جو غیر معمولی دھندلاہٹ بالعموم ہوا کرتی ہے وہ دشمن کے لئے سرے سے تھی ہی نہیں لیکن ہمارے کمانڈروں اور سپاہیوں کے لئے یہ دھندلاہٹ مزید گہری ہوگئی۔ ان تمام مشکلات کے باوجود ہماری افواج نے خوب جنگ لڑی اور فقط یہی بات اس امر کی شاہد ہے کہ جنگ کی منصوبہ بندی' جنگی کارروائی کی قیادت کتنی اچھی تھی۔

مارچ 1971ء سے ہم مکتی باہنی سے بھی مصروف پیکار تھے جسے بھارت کی پشت پناہی حاصل تھی۔ ان افراد کو بھارتی سرزمین کی طرف دھکیل دیا گیا تھا۔ مون سون کے دوران جب دشمن کی گوریلا کارروائیاں ناکام رہیں تو اس نے بالواسطہ جنگ چھیڑ دی اور مئی 1971ء میں ہماری سرحدی چوکیوں پر گولہ باری شروع کر دی۔ وسطِ اگست سے اس میں اضافہ ہوگیا۔ اب دشمن کی پوری کمپنی یا بٹالین ہماری سرحدوں میں داخل ہو کر حملے کرنے لگی۔ اکتوبر کے آخر اور نومبر میں کئی مقامات مثلاً بلونیہ' کشتیا میں شدید لڑائی ہوئی' ہر جگہ ہم نے دشمن سے اپنا علاقہ خالی کرا کے اسے پسپائی پر مجبور کیا۔ 21 نومبر کو بھارتی افواج نے بھاری تعداد میں ہر طرف سے

حملہ کر دیا اور ہمارے علاقے میں گھس آئیں۔ یہ حملہ کھلی جارحیت تھی۔ اعلان جنگ اب بھی نہ ہوا تھا' کسی جگہ بھی اندر تک گھس آنے میں یا کسی اہم قصبے پر قابض ہونے میں دشمن 3 دسمبر تک ناکام رہا تھا' ہر چہار اطراف سے دشمن کے حملے ناکام ہو گئے تھے اور اس کامیابی پر پاک فوج اور میری تعریف کی گئی تھی۔

ہماری پلاننگ تو یہ تھی کہ مشرقی پاکستان کی جنگ مغربی پاکستان میں لڑی جائے گی اور اسی مقصد کے تحت ہماری اکثر و بیشتر افواج مغربی پاکستان میں تعینات تھیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ مشرقی پاکستان میں محض دفاعی جنگ لڑی جائے گی جبکہ مغربی پاکستان سے بھرپور حملہ کیا جائے گا اور پاک فوج دشمن کے علاقے میں اندر تک گھس جائے گی۔ مشرقی پاکستان کے نقصانات کے مقابلے پر مغربی پاکستان میں زیادہ فوائد حاصل کئے جانے تھے۔ مغربی پاکستان میں ہمارے پاس وافر افواج تھیں اور ذکر کردہ مقاصد کے حصول کے لئے ہمیں اچھا موقع ملا تھا لیکن بعض سینئر افسروں کی نااہلی اور ذاتی اغراض کے باعث ہمیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا ---میں ذاتی طور پر اس مرحلے پر مغربی پاکستان سے حملے کے حق میں نہ تھا۔ مجھے یقین تھا کہ ہم غیر اعلان کردہ جنگ طویل عرصے تک کم از کم اگلے سال تک لڑسکیں گے۔ یہ حملہ میرے علم کے بغیر کیا گیا' اس کا آغاز بھی تاخیر سے ہوا' اس کمزور اور تاخیر سے کئے گئے حملے نے مشرقی پاکستان کے تحفظ کو عملاً ناممکن بنا دیا' اگر مغربی پاکستان سے اس نیم دلانہ حملے کا آغاز نہ ہوتا تو ہماری تاریخ مختلف ہوتی۔ میرا تو خیال ہے کہ یہ حملہ ایک سازش کے تحت کیا گیا' اگر حملے میں ہم حقیقتاً سنجیدہ تھے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم نے 13 روز کی تاخیر کیوں روا رکھی؟ یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ جب حملہ کر ہی دیا گیا تو پھر ہم نے اسے انجام کو کیوں نہیں پہنچایا جبکہ ہم میں اتنی صلاحیت موجود تھی۔ میں نے اسے سازش اس لئے کہا ہے کہ اول تو اس میں تاخیر ہوئی' دوسرے حملے کی سرے سے ضرورت ہی نہ تھی' تیسرے مجھے اعتماد میں نہ لیا گیا اور چوتھے حملہ کرنے کے بعد بریک لگا دیئے گئے۔ ہماری حماقت سے بھارت نے فائدہ اٹھایا' یہ اقدام دشمن کے عزائم کے عین مطابق تھا' اسے تو مشرقی پاکستان میں موجود بے سروسامان اور تھکی ہاری پاک فوج کے خلاف اپنے تمام وسائل کو بروئے کار لانے کا موقع مل گیا' پہلے تو ہم جارحیت کا شکار تھا اب

ہمیں حملہ آور گردانا گیا۔O

میرے لئے یہ ایک معمہ ہے کہ صاحبانِ اقتدار نے یہ بے وقت' کمزور اور ناقص کنٹرول پر مبنی حملہ آخر کیوں کیا۔ یہ محض سنی سنائی بات ہے کہ مسٹر بھٹو نے جب دیکھا کہ مکتی باہنی اور روس کی امداد کے باوجود بھارت کوئی قابل ذکر کامیابی حاصل کرنے میں ناکام رہا ہے تو انہوں نے اپنے بہی خواہوں کے ذریعے صدر کو یہ احمقانہ خطرہ مول لینے پر آمادہ کر لیا۔ اگرچہ غیر اعلان شدہ جنگ گذشتہ 9 ماہ سے جاری تھی اور نومبر میں تو مشرقی محاذ پر ہر جگہ شدید جنگ چھڑ گئی تھی' بھارت نے 12 ڈویژن فوج' سینکڑوں ٹینک' ہزاروں توپیں' سینکڑوں طیارے اور ہیلی کاپٹر' بحریہ کا کثیر حصہ مع طیارہ بردار جہاز یکدم جنگ میں جھونک دیئے تھے اور بھارت کو بنگالیوں کی سرگرم حمایت حاصل تھی لیکن مجھے یقین تھا کہ ہمارے بہادر جوان اور افسر دشمن کا مقابلہ کریں گے اور اس حد تک بھاری نقصان پہنچائیں گے کہ وہ پیشقدمی کرنے کے بجائے 1965ء کی طرح امن کا طالب ہو گا اور سیاسی تصفیہ چاہے گا۔ بھارت فوری فتح کا خواہشمند تھا۔ غیر اعلان شدہ جنگ کے دنوں میں پی آئی اے کے طیارے اور تجارت' بحری جہاز آ جا سکتے تھے' اس کے ساتھ ساتھ ہمارا مواصلاتی نظام' ذخائر اور سٹور محفوظ تھے جو زیادہ تر ان دونوں شہروں میں تھے۔ بھارت اس پوزیشن میں تھا کہ وہ عالمی رائے عامہ کو یکسر نظر انداز کر دیتا' وہ سیاسی یا سفارتی رکاوٹوں اور تنقید کو دعوت نہیں دینا چاہتا تھا۔ بھارت اگر ڈھاکہ' چٹاگانگ یا سرحدوں سے دور کسی بڑے شہر پر حملہ آور ہوتا تو سیاسی اور سفارتی رکاوٹیں سدِ راہ ہو جاتیں۔ مجھے یقینِ واثق تھا کہ غیر اعلان کردہ جنگ کی صورت میں ہم دشمن کا مقابلہ کرنے کی پوزیشن میں ہیں اور اس طرح کی جنگ میں وہ ہمیں شکست دینے میں ناکام رہے گا۔ بھارت کو بھی اس کا احساس تھا' چنانچہ میں نہیں چاہتا تھا کہ مغربی محاذ کھولا جائے' اس سے تو بین الاقوامی شہروں اور اڈوں پر دشمن کے آنے کی راہ میں حائل تمام رکاوٹیں دور ہو جاتیں۔ دشمن کو ہمارے مواصلاتی نظام اور سٹورز کو تباہ کرنے کا موقع مل جاتا اور وہ مجھے ہر سمت سے کاٹ لیتا۔

محمد ایوب اور کے سبرامنیم کی مشترکہ تصنیف کے صفحہ 216 پر مغربی محاذ کھولنے کی ایک وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ پاکستانی حکمرانوں کی اقوام متحدہ کی مداخلت کے سلسلے میں کوششیں ناکام ہو گئی

تھیں اور یوں لگتا تھا کہ یہ مداخلت اس وقت تک نہ ہوگی جب تک مغربی سیکٹر پر بین الاقوامی فوجی کارروائی نہیں ہوتی۔ مشرقی پاکستان میں بھارت نے ایسی کارروائی کی تھی جس سے جنگ اور امن کا فرق مٹ گیا تھا اور بھارت آئندہ فوجی کارروائی کے لئے دنیا کو تیار کرنا چاہتا تھا۔ بھارت کی عددی برتری کے باعث پاکستان کو یہ گوارا نہ تھا کہ بھارت حملے میں پہل کرے۔ بھارت پر ہم شاید یہ دعویٰ کرنے پر تیار تھے کہ بھارتی حکومت ہرگز ہرگز یہ قدم نہیں اٹھائے گی لیکن پاکستان حتیٰ کہ امریکہ شاید ہمارے دعوے سے اتفاق نہ کرے (پاکستان کے حکمران سوچتے تھے) اگر جنگ چھیڑنا ہی ہے تو منطقی طور پر پاکستان حملے میں پہل کرے۔ اقوام متحدہ کی مداخلت کا جواز پیدا کرنے کے لئے ایسا ضروری معلوم ہوتا تھا۔

مغربی محاذ جب کھول دیا گیا تو میں نے اس میں بڑی دلچسپی لی۔ قیام پاکستان کے بعد ہمارا نظریہ یہ رہا ہے کہ مشرقی پاکستان کا دفاع مغربی پاکستان میں کیا جائے گا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ مشرقی پاکستان میں دفاعی جنگ لڑی جائے گی جبکہ مغربی پاکستان سے بہت بھاری حملہ کر کے اندر تک گھس جائیں گے۔ دشمن بھونچکا ہو کر رہ جائے گا اور ہماری افواج کی پیشقدمی روکنے کے لئے مشرقی پاکستان سے اپنی بری، بحری اور فضائی افواج وافر تعداد میں واپس بلا لے گا، یوں مشرقی محاذ پر دشمن کا دباؤ کمزور پڑ جائے گا۔ اس منصوبے پر اگر ٹھیک طرح عمل کیا جاتا تو مجھے یقین تھا کہ ہم بھارتی افواج کا محاصرہ توڑ کر انہیں بھارت میں دھکیل دیتے۔ میری کامیابی کا انحصار مغربی محاذ کے حملے کی کامیابی پر تھا۔ یہی وجہ تھی کہ میں مغربی محاذ پر لڑی جانے والی جنگ میں دلچسپی رکھتا تھا کیونکہ میری فوج بلکہ سارے پاکستان کی قسمت داؤ پر لگی تھی۔ ہم نے اپنا ترپ کا پتا پھینک دیا تھا، ان حالات میں کوئی ذی ہوش شخص لاپرواہی کا اظہار نہیں کر سکتا تھا۔

یہ بات بڑی واضح ہے کہ فوجی کارروائی بذات خود کوئی مقصد نہیں بلکہ حصول مقصد کا ایک ذریعہ ہے۔ مشرقی پاکستان کے حالات و واقعات کو یکہ و تنہا رکھ کر نہیں دیکھا جا سکتا۔ مشرقی اور مغربی پاکستان کے واقعات ایک دوسرے سے الگ تھلگ نہیں بلکہ آپس میں گندھے ہوئے تھے۔ بری، بحری اور فضائی حاکمین اعلیٰ اور مرکزی حکومت مغربی پاکستان میں تھی۔ یہیں مسلح

افواج کی بھاری اکثریت اور وسائل و ذرائع تھے‘ تمام وزارتیں‘ سارے ایئر مارشل‘ ایڈمرل اور جرنیلوں کی اکثریت یہیں سے ملک‘ افواج اور قوم کی قسمت کے فیصلے صادر کرتی تھی تو یہ کیسے ممکن تھا کہ کوئی مغرب میں رونما ہونے والے واقعات میں دلچسپی نہ لیتا؟ جو لوگ واقعات کو الگ تھلگ کر کے دیکھتے ہیں وہ دراصل فوجی امور تو کیا قومی امور سے بھی نابلد ہیں۔۔۔ مختصر یہ کہ میں ان وجوہات کی بناء پر مغربی محاذ کھولنے کے حق میں نہ تھا۔

(1) جنگ کے نتیجے میں پیدا ہونے والی قتل و غارت گری اور تباہی۔

(2) اگر مغربی پاکستان سے حملے کی صورت میں دشمن کے علاقے میں اندر تک نہ گھسا جا سکا اور حملہ سرحد کے قریب ہی رک گیا تو میری پوزیشن مشکل بلکہ حد درجہ غیر مستحکم ہو جائے گی۔

(3) مجھے یقین تھا کہ ہماری بہادر افواج بھارت کو سرحد کے قریب ہی روکنے میں کامیاب رہیں گی اور دشمن کو تھکا دیں گی۔ یہ یاد رہے کہ بھارت کو طویل جنگ ناگوار تھی کہ یہ ساز و سامان اور جان و مال کے لحاظ سے بڑی مہنگی ہوتی ہے۔

(4) مغربی محاذ کھولنے سے بھارت کو اس صدی کا سنہری موقع ہاتھ آئے گا جس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ مشرقی پاکستان پر کھلم کھلا اور بھرپور حملہ کر دے گا۔

بلاشبہ میں نے مغربی پاکستان کی جنگ میں دلچسپی لی کیونکہ اس پر ہی پاکستان کی قسمت کا دارومدار تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں نے اپنے علاقے اور وہاں کی لڑائیوں سے کوئی غفلت نہیں برتی۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ تخلیق پاکستان کے آغاز سے ہی یہ فیصلہ ہو چکا تھا کہ فوجی منصوبے اس امر کو پیش نظر رکھ کر بنائے جائیں گے کہ مشرقی پاکستان کی جنگ مغربی پاکستان میں لڑی جائے گی۔ ان منصوبوں پر کامیابی سے عملدرآمد کی غرض سے افواج کی افرادی قوت اور وسائل اسی مناسبت سے مختص کیے گئے‘ یعنی کم ضرورت کے مطابق کم سے کم مشرقی پاکستان اور زیادہ سے زیادہ مغربی پاکستان کے سپرد کیے گئے۔ مشرقی اور مغربی پاکستان کے جنگی منصوبے اسی خیال کو مدنظر رکھ کر بنائے گئے۔ منصوبوں کی تکمیل کے بعد ان پر ریہرسل کی گئی اور اس کا تمہیدی معائنہ بھی ہوا تھا‘ فقط خفیہ لفظ (کوڈ ورڈ) کے اجراء پر ان منصوبوں پر بلاتاخیر عمل ہو سکتا تھا۔

بظاہر پاکستان کی جنگی حکمت عملی یہ تھی کہ مشرق کی جنگ مغرب میں لڑی جائے۔ ہمیں یہ پتہ تھا کہ جنگ چھیڑنے پر مشرقی پاکستان مرکز سے کٹ جائے گا کہ دونوں میں ایک ہزار میل کا فاصلہ ہے۔ بھارت یہ صورتحال بحری اور فضائی راستوں کی ناکہ بندی کر کے پیدا کر دے گا۔ مشرقی پاکستان کے پاس فوجی قوت کم ہوگی' اتنے بڑے علاقے میں گھس آنے کے راستے لاتعداد ہوں گے اور اتنے مسائل سے بیک وقت نمٹنا مشکل ہوگا اس لئے مشرقی پاکستان میں صورتحال خراب ہو جائے گی' ہر چہار اطراف سے اس پر حملہ ہوگا اور ہوسکتا ہے اس کا اسٹریٹیجک محاصرہ ہو جائے۔

یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ محاصرے کو یا تو محصورین توڑیں اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو دوسرے محاذوں پر ایسی کارروائیاں کی جائیں جن سے محاصرین کی توجہ منعطف ہو جائے۔ ایسی صورت میں مغربی پاکستان سے جہاں اصل فوجی قوت موجود تھی دشمن پر یلغار ہونی تھی تاکہ دشمن کی برتری ختم کر کے خود فوقیت حاصل کر لی جائے۔ اس بھرپور جوابی کارروائی کا انحصار خود منتخب کردہ وقت اور مقام پر حرکت پذیر ذرائع سے لیس ہو کر برق رفتاری سے بھرپور حملہ کرنے کی صلاحیت پر تھا تاکہ دشمن کی کمزور پوزیشنوں کو روندتے ہوئے مقامی برتری حاصل ہو جائے۔

حملہ آور فوج کو پہاڑ سے تیزی کے ساتھ پھسلتے ہوئے برف کے تودے کی طرح یلغار کر کے دشمن کے ہوش وحواس معطل کرنا تھے تاکہ اس پر مادی اور نفسیاتی برتری حاصل ہو جائے۔ کاری ضرب کا یہ طریقہ یہ الٹی مار ہمارے پاس گویا ترپ کا پتا تھا جو دشمن کی تباہی کا سامان پیدا کر کے اسے شکاری کے بجائے نخچیر بنا ڈالتا۔ یہ زوردار حملے اور تقسیم قوت کی اسٹریٹجی تھی۔ اس تصور کی بنیاد اس بات پر تھی کہ اس فیصلہ کن حملے کو نہایت عزم اور استقلال کے ساتھ انجام کو پہنچایا جاتا اور پاک افواج ہی کو کلیدی پوزیشن حاصل کرنا تھی۔ یہ اسٹریٹجی ہم اپنے مقاصد کے حصول کے لئے بروئے کار لا سکتے تھے۔ حملے کی صورت میں بھارت اپنی فوجی قوت ایک جگہ مرتکز نہ کر سکتا تھا اور وہ یہ قوت دو حصوں میں تقسیم کرنے پر مجبور ہو جاتا۔ یہ صورت یقیناً ہمارے مفاد میں تھی۔ بھارت اگر اپنی قوت کو مرتکز کرتا تو مغربی محاذ پر ہماری افواج کے ارتکاز کے باعث ہماری قوت زیادہ سے زیادہ ہوتی اور ہم مغربی محاذ پر برتر یا مساوی حیثیت حاصل کر لیتے' چونکہ

بھرتی کے لئے خام مواد ہمیں مغربی بازو میں میسر تھا اور دفاعی صنعتیں یہیں موجود تھیں، فیصلہ کن معرکہ آرائی بھی اسی بازو میں ہونا تھی مگر جو پیش آیا وہ بھی سن لیجئے۔ مشرقی پاکستان کے خلاف بھارت نے تقریباً 12 ڈویژن مختص کر دیئے تھے جبکہ مغربی محاذ پر اس کے 14 ڈویژن تھے۔ مغربی محاذ پر فوجی قوت یکساں تھی۔ تاریخ اسلام میں یہ پہلا موقع تھا کہ کفار کے مقابلے پر مسلمانوں کی قوت ایک سی تھی۔ ایسے مواقع صدیوں بعد ہی ملا کرتے ہیں۔

مشرقی پاکستان میں افواج کی کم سے کم تر تعداد تو بھیڑیئے کی فریب دہی کا سامان تھا۔ ان افواج کی سلامتی کا دارومدار مغربی محاذ سے بھرپور جوابی کارروائی کی حکمت عملی پر تھا۔ یہ بات طے تھی کہ مشرقی پاکستان پر بھارت کے بھرپور حملے کی صورت میں مغربی پاکستان میں مقیم افواج خود بخود حرکت میں آ کر فیصلہ کن مقام پر مرتکز ہو کر دشمن سے پیش قدمی کا موقع چھین لیں گی۔ یہ جوابی کارروائی تند و تیز ہو گی اور ہماری افواج جنگی نوعیت کے اہم و نازک وسیع علاقے پر قبضہ کر لیں گے۔ اس اچانک مار پیٹ سے سراسیمہ ہو کر دشمن کو پانسہ پلٹ جانے کا فوری احساس ہو گا اور اس تہس نہس کرنے والی یورش کا مقابلہ کرنے کے لئے وہ ہاتھ پاؤں مارے گا۔ اس صدمے کے عالم میں وہ مشرقی پاکستان کو بھلا دے گا۔ نئے خطرے کا مقابلہ کرنے کے لئے وہ مشرقی محاذ سے اپنی افواج نکال لے گا۔ مشرقی پاکستان میں متعین افواج کا محاصرہ ٹوٹ جائے گا اور انہیں قدرے سکون کے ساتھ سازگار حالات میں لڑنے کا موقع مل جائے گا۔ مغربی محاذ سے ہمارے حملے میں شدت پیدا ہونے سے دشمن پر دباؤ بڑھے گا اور دشمن کے سوچے سمجھے منصوبے دھرے کے دھرے رہ جائیں گے۔ بھارت کے پاس اس وقت اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ ہو گا کہ وہ مذاکرات کی میز پر آئے اور ہم سودے بازی کی بہتر پوزیشن میں ہوں۔ یہ تھا وہ پس منظر اور وہ وجوہات جن کی بناء پر ہم نے اس پالیسی کو اپنایا کہ مشرق کا دفاع مغرب سے ہو گا۔

ہمارا اندازہ بالکل ٹھیک تھا، بھارت نے اپنی افواج کو دو محاذوں پر تقسیم کر دیا تھا۔ مغربی محاذ پر ہمیں برابری حاصل تھی بلکہ ٹینکوں کے معاملے میں ہم برتر پوزیشن میں تھے۔ یہ صورت ہمارے حق میں تھی۔ ہمارے ریزرو میں اتنی وافر مقدار میں آرمز، توپیں اور انفنٹری تھی کہ ہم

بھارت کا دل چیر کر رکھ دیتے۔ قبل اس کے کہ بھارت کوئی کارروائی کرتا ہم آسانی کے ساتھ 60 سے 80 میل تک دشمن کے علاقے میں گھس سکتے تھے۔ میں تو یہ کہوں گا کہ ہم اس سے بھی آگے جا سکتے تھے۔ اپنے عقب ما یمین ویسار پر کوئی خطرہ مول لئے بغیر ہماری افواج بھارت کے میدانی علاقے کو دندناتے ہوئے عبور کر کے مکار دشمن کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیتیں اور یوں مشرقی اور مغربی پاکستان مستقبل قریب تک بھارت کے خطرے سے محفوظ و مامون ہو جاتے۔

ہم اس سنہری موقع سے فائدہ اٹھانے میں ناکام رہے۔ مشرقی پاکستان میں مقیم بہادر افواج 9 ماہ کے طویل عرصے تک دشمن کے مقابلے پر بغیر کوئی بڑا نقصان اٹھائے ڈٹی رہیں لیکن مغربی محاذ پر چند ایام میں 5 ہزار مربع میل کا علاقہ کھو بیٹھنے کے بعد جنگ بندی فی الفور قبول کر لی گئی۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ قوم ان عوامل اور افراد کو شناخت نہ کرے جن پر ہمارے قابل نفرت دشمن کا بھرکس نکالنے کا سنہری موقع ضائع کرنے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے؟ ہمارے فوجی جوانوں اور ان کی کمان کرنے والے افسروں کا کوئی قصور نہیں، غلطی تو ہماری ہائی کمان نے کی، اس نے کارروائی میں 13 دن کی تاخیر روا رکھی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب حملہ کرنا ہی ٹھہرا تھا تو اتنی تاخیر کیوں ہوئی؟ حملے میں تاخیر اور پھر اس پر طرہ یہ کہ طوفانی یلغار کے فقدان نے مشرقی پاکستان میں متعین افواج کی سلامتی کو مشکل بنا دیا۔

ٹکا خان کے ریزرو حرکت ہی میں نہ آئے

ہماری ہراول فوج نے تو بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کیا اور تفویض شدہ کام کامیابی سے سرانجام دیئے لیکن ہماری ریزرو کو جو کمانڈر انچیف کے ہاتھ میں ترپ کے پتے کی مانند تھے، حرکت ہی میں نہ لایا گیا، یہ ریزرو جنرل ٹکا خان کے ماتحت تھے جن میں نہ تو اتنی بڑی افواج سے کام لینے کی صلاحیت تھی اور نہ کسی ایسی جنگ کا تجربہ تھا جس میں حرکت پذیری کو کلیدی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ ان کا بڑے سے بڑا تجربہ تو یہ تھا کہ انہوں نے کشمیر میں آہستہ رو آپریشن کے سلسلے میں ایک انفنٹری بریگیڈ سے کام لیا، ریزرو افواج کی قیادت ان کے سپرد کرنا

بہت بڑی غلطی تھی کہ ریزروافواج سے جنگ اور پاکستان کی قسمت وابستہ تھی۔ انہیں ریزرو افواج کو حرکت میں لا کر حملہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا لیکن وہ ان علاقوں سے جہاں مذکورہ افواج مجتمع تھیں' افواج کو حرکت میں لانے سے قاصر رہے۔ اس ضمن میں دو وجوہات پیش کی جا سکتی ہیں یا تو اہلیت اور صلاحیت کا فقدان یا پھر یہ کہ موصوف مسٹر بھٹو سے ساز باز کئے تھے جو اس بات کے حق میں نہ تھے کہ پاکستان میدان جنگ میں کامیابی حاصل کرے' وجہ خواہ کوئی سی بھی ہو' ٹکا خان نے مشرقی پاکستان کی مانند مغربی پاکستان میں بھی حالات کو بگاڑ دیا۔ ان کے خلاف کارروائی ہونے کو تھی لیکن مسٹر بھٹو نے نہ صرف انہیں سزا یابی سے بچا لیا بلکہ انہیں اس فوج کا سربراہ مقرر کر دیا جسے وہ دو بار رسوا کر چکے تھے۔

راجپوتانہ میں ہمارا حملہ ایئر مارشل رحیم یار خان کی ناکامی کے باعث کامیابی سے ہمکنار نہ ہو سکا۔ فضائی امداد کا وعدہ کرنے کے باوجود انہوں نے حملہ آور سپاہ کو یہ امداد فراہم نہ کی جس کے نتیجے میں بھارتی فضائیہ نے ہمارے سپاہیوں اور ٹینکوں کو بری طرح نقصان پہنچایا' وہ بھی مسٹر بھٹو سے ملے ہوئے تھے اور انہوں نے یہ حرکت جان بوجھ کر ذاتی وجوہات کی بناء پر کی' اگر ہماری ریزروافواج ٹھیک طرح سے حملہ آور ہو جاتیں یا ان کی کمان ایسے جرنیلوں کے سپرد ہوتی جنہیں جنگ کا تجربہ تھا اور جو جنگ کی صلاحیت رکھتے تھے تو 1971ء کا المیہ پیش نہ آتا۔ حملہ کی ناکامی کی بنیادی وجہ یہی تھی کہ فضائیہ کی کوششوں کو جان بوجھ کر سبوتاژ کیا گیا۔ ایئر مارشل رحیم خان بھٹو کا حامی تھا۔ یہ عین ممکن ہے کہ فوجی ٹولے میں، جو متحد و یکجان نہ تھا' دسمبر میں انتشار پیدا ہو گیا ہو۔ مسٹر بھٹو اور اس کے حامیوں کا مفاد یحییٰ خان اور ان کے رفقائے کار کی فوجی تذلیل سے وابستہ تھا --- گو اس عیارانہ وجہ کی حمایت میں کوئی شواہد تو موجود نہیں تاہم اسے ناقابل قبول کہہ کر رد بھی نہیں کیا جا سکتا' بعض حقائق بڑے واضح ہیں اور ان کی معقول توضیح نہیں کی گئی۔ بحریہ کی تمام اعلیٰ قیادت' بری فوج کی قیادت کے بڑے حصے بشمول جنرل یحییٰ خان' جنرل حمید' جنرل پیرزادہ' جنرل عمر' جنرل مٹھا اور کئی دیگر جرنیلوں کو برطرف کر دیا گیا لیکن چیف آف جنرل سٹاف گل حسن' کور کمانڈر اور بدنام ٹکا خان، اکبر خان اور فضائیہ کے تمام اعلیٰ افسروں کو چھیڑا تک نہ گیا۔ گل حسن اور بھٹو کے مابین تعلقات ایک عرصے سے زبانِ زدِ خلائق

تھے' سازشی سیاست کے طریقہ کار بڑے ہی عجیب وغریب ہوتے ہیں۔

''البدر''۔۔۔''الشمس''

''البدر'' میں حد درجہ وفادار لوگ شامل تھے جنہوں نے خود کو پاکستان کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ ''الشمس'' میں بھی محب وطن اور سرگرم پاکستانی تھے۔ ''البدر'' کے رضا کار زیادہ پرجوش تھے۔ البدر اور الشمس نے دل و جان کے ساتھ ہماری افواج کے ساتھ تعاون کیا۔ انہوں نے ہمیں کبھی دغا نہیں دیا' کبھی فریب نہیں دیا' ہمارا ساتھ چھوڑ کر وہ مکتی باہنی سے نہیں ملے' ہمارے دشمن سے کبھی ساز باز نہیں کی۔ مجھے اپنے کمانڈوز کو دشمن کے علاقے میں بھیجنے کی اجازت نہ تھی' چنانچہ دشمن کی سرزمین پر یہ کارروائیاں اکثر و بیشتر ''البدر'' کے رضا کار کیا کرتے تھے۔ انہوں نے اگرتلہ کے ایک تھیٹر میں بم پھینکے تھے اور اس واقعہ سے بھارتی شہریوں کا حوصلہ پست ہو گیا تھا' بہت سے لوگ اگرتلہ چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔ اس واقعہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اگر مجھے سرحد پار کمانڈو بھیجنے کی اجازت ہوتی تو دشمن کے لئے اس کی اپنی سرزمین پر مسائل پیدا کئے جا سکتے تھے۔ ان جوانوں نے کلکتہ میں بھی بہت اچھی کارروائی کی تھی۔ مشرقی پاکستان کے ان تمام رضا کاروں اور اسلام پسند قائدین کی خدمت میں مجھے بس یہی کہنا ہے:

باآں گروہ کہ از ساغرِ وفا مستند
سلامِ ما' برسانید ہر کُجا ہستند

ہمارے رضا کاروں کو جدید اسلحہ سے لیس نہیں کیا گیا تھا۔ ہمارے پاس ہتھیاروں کی کمی تھی' یہاں تک کہ ہمیں سول آرمڈ فورسز کے لئے بھی ٹھیک طرح سے اسلحہ سپلائی نہ ہوا تھا۔ بعض رضا کاروں کا تو کیا ذکر میری اپنی آرٹلری بھی شدید قلت سے دوچار تھی' جو کچھ تھوڑا بہت ہمارے پاس موجود تھا اسی سے کام چلانا پڑا اور ہمارے ایک آرٹلری رجمنٹ کو 3.7 ہاؤ انٹرز سے مسلح کیا گیا جنہیں دوسری جنگ عظیم (45-1939ء) میں بھی فرسودہ تصور کیا جاتا تھا۔ یہ گنیں صوبہ سرحد میں قبائلیوں کے خلاف استعمال ہوئی تھیں۔ آپ خود ہی اندازہ کیجئے کہ ہم نے ان فرسودہ ہتھیاروں کے ساتھ جدید جنگ لڑی۔ ہمیں اور بھی دیگر اشیاء درکار تھیں جو اول تو

فراہم نہ کی گئیں اور بعض صورتوں میں جو اشیاء ہمارے پاس تھیں وہ یا تو مطلوبہ تعداد میں نہ تھیں یا فرسودہ ہو چکی تھیں۔ دشمن کے تمام یونٹ حتیٰ کہ پولیس اور مکتی باہنی کے افراد کے پاس جدید ہتھیار اور نئی ٹرانسپورٹ تھی لیکن 9 ماہ کے اس طویل عرصے میں پاک فوج کے جوانوں نے ثابت کر دکھایا کہ اصل اہمیت اسلحہ کو نہیں بلکہ اسے استعمال کرنے والے کو حاصل ہے۔ یہاں یہ بتانا بھی غیر مناسب نہ ہوگا کہ 1971ء کے سانحہ پر غیر جانبدار مصنفین نے جو قریب قریب تمام کے تمام غیر ملکی ہیں، جو کتب لکھی ہیں ان میں میری معلومات کی حد تک کوئی تصنیف ایسی نہیں جس میں پاک فوج کے جوانوں کو افسروں کو یا مجھے بزدل یا نااہل قرار دیا گیا ہو یا ہماری صف بندی کو ناقص کہا گیا ہو۔

12 دسمبر 1971ء کو جب گورنر مالک سے میری ملاقات ہوئی تو صدیق سالک صاحب نے الزام لگایا کہ میں بلک بلک کر رو رہا تھا۔ یاد رہنا چاہئے مجھے اللہ تعالیٰ کی ذات پر مکمل اعتقاد ہے اور ہر مسلمان کی طرح میرا بھی عقیدہ ہے کہ عزت و ذلت اللہ ہی کی طرف سے ہے، میں اپنی ذات یا مستقبل کے متعلق فکر مند نہیں رہتا۔ برصغیر میں کوئی شخص ایسا نہیں جس نے اپنی ساری سپاہیانہ زندگی میں اتنے اعزازات حاصل کئے ہوں اور اپنی عمر اور سروس گروپ میں دنیا کے فوجی افسروں کے مقابلے پر میں کمتر نہ ہوں گا۔ یہ اعزازات یونہی تو نہیں ملتے، مشکلات کا خندہ پیشانی کے ساتھ مقابلہ کرنے، پرخطر حالات میں اپنے اعصاب پر قابو رکھنے، جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے مشکل حالات کا بہادری کے ساتھ مقابلہ کرنے اور مشکل اور پر پیچ حالات میں بلاتاخیر فیصلے صادر کرنے پر دیئے جاتے ہیں۔ دوسری جنگ عظیم میں میرے کمانڈر نے مجھے ٹائیگر کا خطاب دیا تھا، اس سے ظاہر ہے میں نہ تو بزدل ہوں اور نہ خطروں کا مقابلہ کرنے سے کتراتا ہوں۔

مجھے یہ خاص واقعہ تو یاد نہیں البتہ تسلیم ہے کہ میری آنکھوں سے آنسو ایک بار نہیں دو بار نہیں بلکہ کئی بار چھلک آئے ہیں۔ مئی 1971ء ہی کی بات ہے اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک پوتے سے نوازا تو میں خالق حقیقی کے حضور سربسجود ہو کر رو دیا۔ میں نے ایک طویل عرصے تک لڑائیاں لڑی ہیں، اکثر افسروں کی نسبت بہت طویل عرصے تک، لڑائی کے دوران بعض مشکل فیصلے کرنا ہوتے

ہیں' بعض ناخوشگوار قدم اٹھانا پڑتے ہیں' بعض فوری احکامات دینا پڑتے ہیں' یہ ہر ایک کے بس کا کام نہیں' یہ اس کی دین ہے جسے پروردگار دے۔ ہر شخص ایسے فیصلے کرنے' ایسے احکامات دینے اور ایسے قدم اٹھانے کا حوصلہ نہیں رکھتا۔ جب بھی ذاتی تجربے پر مبنی مجھے کوئی ایسا چشم دید واقعہ بیان کرنا پڑتا ہے جس میں بہادر جوانوں اور افسروں نے دین وملت کا پرچم بلند رکھنے کے لئے جامِ شہادت نوش کیا' ملک کو قائم اور دائم رکھنے کے لئے سفرِ آخرت اختیار کیا تو میری آنکھوں سے آنسو چھلک پڑتے ہیں۔ بزدل تو کانپ اٹھتے ہیں' ان کے آنسوؤں کے سوتے خشک ہو جاتے ہیں۔ ''بوچڑ'' اور ظالم سنگدل ہوتے ہیں۔ پتھر میں آنسوؤں کے موتی کہاں؟ --- بہادروں کو اللہ تعالیٰ نے احترامِ آدمیت کی دولت سے مالا مال کیا ہوتا ہے' فطرت نے ان میں جذبہ رحم کوٹ کوٹ کر بھرا ہوتا ہے' وہ روتے ہیں تو اپنے لئے نہیں' دوسروں کے لئے۔

بعض لوگ میدان جنگ میں اجرائے احکامات یا پیروی احکامات کا دعویٰ نہیں کر سکتے البتہ بعض لوگ بنگالیوں اور ڈھاکہ یونیورسٹی میں طلبا کے قتلِ عام کے احکامات جاری کرنے کا دعویٰ کر سکتے ہیں' ایسے لوگ قتل وغارت گری' بے بدل بہادری کا دعویٰ بھی کر سکتے ہیں۔ اس طرح کی بہادری کا مجھے میں حوصلہ ہے نہ ہمت۔ میں اس ضمن میں دو حوالے پیش کروں گا' ایک تو میری اپنی چٹھی اور دوسرے افسروں سے میری وہ گفتگو جو میں نے اپنی زندگی کے نہایت نازک موڑ پر کی تھی۔ یہ چٹھی میں نے جنرل ٹکا خان سے چارج لینے کے بعد لکھی تھی اور گفتگو احکامات کے حصول پر ہتھیار ڈالنے کے بعد کی تھی۔ مذکورہ چٹھی 15 اپریل 1971ء کو مختلف یونٹوں اور فارمیشنوں کو تحریر ہوئی تھی' اس چٹھی کا خلاصہ یوں ہے:

''یہاں پہنچنے کے بعد یہ باتیں متعدد بار میرے علم میں آئی ہیں کہ ہمارے بعض سپاہی' شرپسندوں اور دشمنوں سے خالی کردہ علاقوں میں لوٹ مار اور قتل وغارت گری میں ملوث ہوئے ہیں۔ آبروریزی کی خبریں بھی سننے میں آئی ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ لوٹا ہوا مال واسباب مغربی پاکستان واپس جانے والے اپنے کنبوں کے ذریعے ارسال ہوا ہے' چنانچہ یہ ہدایت کی جاتی ہے کہ ایسے سپاہیوں کی گرفت کی جائے' ایسی نازیبا' ناشائستہ اور خلافِ ڈسپلن حرکات کا نہایت سختی کے ساتھ قلع قمع کیا جائے' جو لوگ اس طرح کے جرائم میں ملوث پائے گئے ان کو مثالی اور کڑی

سزا دی جائے خواہ وہ افسر ہی کیوں نہ ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ ہمارے سپاہی بدمعاش اور لٹیرے بن جائیں۔ ایسے عناصر سے ہرگز ہرگز نرمی نہ برتی جائے اور نہ ان کا کوئی لحاظ کیا جائے۔"

ایسی چٹھیاں عام حالات میں تحریر نہیں کی جاتیں' یہ تو غیر معمولی حالات میں کی جاتی ہیں۔ ڈسپلن کے اعتبار سے پاک فوج کا شمار دنیا کی بہترین افواج میں ہوتا ہے۔ ان حرکتوں پر سزا دینے کے بجائے بعض سینئر افسروں نے ان کی حوصلہ افزائی کی۔ ان افسروں کے متعلق کچھ نہ کہنا ہی بہتر ہے' جس شخص نے بھی قانون کی خلاف ورزی کی میں نے اسے سزا دی۔ حرکاتِ بد یا بزدلی کے اظہار پر میں نے کئی افراد کو مغربی پاکستان واپس بھیج دیا۔ جن لوگوں کو سزا دی گئی یا جنہیں حکومت نے سزا یاب ہونے سے بچا لیا وہی لوگ اپنے جرائم کی پردہ پوشی کے لئے میرے خلاف افسانے تراش رہے ہیں۔

اب آیئے اس گفتگو کی طرف جو میں نے ڈھاکہ میں کی تھی۔ اس سلسلے میں صدیق سالک نے اپنی غیر فرمائشی تصنیف "ہمہ یاراں دوزخ" کے صفحہ 40 پر اس گفتگو کا خلاصہ بیان کیا ہے جو 20 دسمبر کو میں نے افسروں اور جوانوں سے کی تھی۔ صدیق سالک لکھتے ہیں:

"20 دسمبر کو صبح 8 بجے کے قریب جنرل نیازی اپنی مخصوص قیام گاہ سے نکل کر اپنے سابق ٹیک ہیڈ کوارٹرز کی طرف آئے جہاں انہیں جو افسر اور جوان دستیاب ہو سکے ان سے الوداعی باتیں کیں۔ گفتگو کا خلاصہ یہ تھا کہ ہم نے جنگ بندی کا سودا کیا ہے' عزت کا نہیں لہذا اپنی عزت اور وقار کو برقرار رکھنا اور چھوٹی چھوٹی باتوں کے لئے دشمن کے سامنے دستِ سوال دراز نہ کرنا اور ڈھاکہ سے روانگی کے وقت جس چیز کی وہ اجازت دیں ساتھ لے لینا ورنہ ادھر ہی پھینک جانا۔ چیزوں سے بلاوجہ چمٹنے کی ضرورت نہیں۔

بزدل انسان اس طرح کے احکامات نہیں دیا کرتا۔ جبل پور میں ہندوؤں اور ریڈ کراس کے نمائندہ سے کھری کھری باتیں کرنے کا حوصلہ اور کسی کو نہ ہوا تھا۔ ریڈ کراس کا ایک نمائندہ جبل پور آیا تھا اس کا نام غالباً الیگزینڈر تھا' علاوہ اور باتوں کے ہندوؤں نے اس سے کہا کہ بھارت اور پاکستان کے لوگ آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ میں مداخلت کرتے ہوئے بولا کہ یہ غلط ہے'

ہندوؤں نے ہماری پیٹھ میں چھری گھونپی ہے اور ہم ان کے جانی دشمن ہیں۔ ہندو ہرگز ہرگز ہمارے بھائی نہیں' اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ہم انتقام لیں گے۔

آخری آدمی، آخری گولی

1965ء کی جنگ میں' میں نے 4 ایف -ایف کو احکامات جاری کئے تھے کہ دشمن کسی صورت بھی ظفروال کو عبور کرنے نہ پائے' ہر قیمت پر اس کا راستہ روک دیا جائے۔ وہ فقط تمہاری لاشوں ہی سے گزرے۔ اتفاق دیکھئے 1971ء میں ہلی کے مقام پر میں نے اسی طرح کے احکامات جاری کئے' اس وقت بھی 4 ایف -ایف وہاں تعینات تھی۔ دونوں بار ان احکامات پر لفظ بہ لفظ عمل ہوا تھا۔ میں نے ساری سپاہ کو "آخری آدمی' آخری گولی" تک لڑنے کا حکم دیا جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ اس وقت تک لڑتے رہیں جب تک انہیں شہادت نصیب نہ ہو۔ دونوں بار جب میں نے یہ احکامات جاری کئے تو میری آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے تھے لیکن میں اس وقت قطعی نہیں رویا تھا جب میں نے چارج لینے کے بعد ڈسپلن پر سختی سے عملدرآمد کے متعلق چٹھی لکھی تھی۔ وہ ڈسپلن جو نااہل اور ناتجربہ کار افسروں نے خراب کر دیا تھا' میں اس وقت بھی نہ رویا تھا جب میں نے جی ایچ کیو کو ڈھاکہ سے بھیجے گئے سامانِ تعیش سے بھرے ہوئے بحری جہاز کے متعلق چٹھی لکھی۔ اس جہاز میں بھرے ہوئے سامانِ تعیش اور اس کے نئے مالکان پر جنرل فرمان علی یقیناً روشنی ڈال سکیں گے۔ میں اس وقت بھی نہ رویا تھا جب میں نے ناپسندیدہ افسروں کو کمان سے ہٹا کر واپس بھیج دیا تھا۔ میں اس وقت بھی نہ رویا تھا جب میں نے ان لوگوں کے خلاف ضابطے کی کارروائی کی تھی جنہوں نے فوجی ڈسپلن کی خلاف ورزی کی تھی یا بزدلی کا مظاہرہ کیا تھا۔ جانبدار مصنفین اور ناقابل اعتماد لوگ مجھے گزند نہیں پہنچا سکتے' جب ان لوگوں کے آقا یعنی مسٹر بھٹو اور جنرل ٹکا خان حوصلے اور ضمیر کے سوا ہر دولت سے مالا مال ہونے کے باوجود مجھے کوئی نقصان نہ پہنچا سکے تو یہ کاسہ لیس میرا کیا بگاڑ لیں گے۔ ان لوگوں کا تو ماضی ایسا ہے کہ یہ اور تو کجا خود اپنے اہل خانہ کو منہ دکھانے کے قابل نہیں۔

9 دسمبر 1971ء کو فوج کے سینئر افسروں بشمول میجر جنرل راؤ فرمان علی اور گورنر مالک کو

اس عظیم المیے سے بچنے کی کوئی امید نہ رہی تھی اور یہ سب لوگ جنگ بندی کے متعلق علی الاعلان سوچ رہے تھے۔ مجھے ان کی تشویش سے آگاہ کیا گیا اور کہا گیا کہ جنگ بندی کے سلسلے میں کارروائی کا آغاز کروں لیکن میں نے انکار کر دیا' چنانچہ ڈاکٹر مالک نے بحیثیت گورنر صدر یحیٰ خان کو سگنل دیا۔

میں ایک بار پھر آپ سے جنگ بندی اور سیاسی سمجھوتے کی درخواست کرتا ہوں۔ جنرل فرمان علی تو 21 نومبر ہی سے ناامید ہو گئے تھے' اس ناامیدی کی تفصیلات میں جانا فی الحال مناسب نہیں' پہلے تو انہوں نے اقوام متحدہ کے نمائندہ مقیم ڈھاکہ مسٹر پال مارک ہنری سے رابطہ قائم کیا کہ وہ مجھے ڈھاکہ کو کھلا شہر قرار دینے پر آمادہ کریں لیکن میں نے بوجوہ انکار کر دیا۔ ڈاکٹر مالک تو شروع ہی سے سیاسی تصفیے کے لئے کوشاں تھے' وہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ قتل و غارت گری ہو اور خون کی ندیاں بہیں۔ وہ ایک عظیم پاکستانی تھے اور سیاسی تصفیے کے لئے خلوص دل سے کوشش کر رہے تھے۔ مذکورہ بالا پیغام نہ تو جنرل فرمان علی نے لکھا اور نہ وہ اس کے محرک تھے بلکہ انہوں نے تو اس پیغام کے ساتھ کوئی اور سلوک ہی کیا تھا جس کے متعلق وہ تاحیات متفکر رہیں گے۔

میں بیان کردہ سیاسی تصفیے یا جنگ بندی کے خلاف نہ تھا بلکہ میں اس طریقِ کار کے خلاف تھا جو اس سلسلے میں جنرل فرمان علی اور ان کی جماعت پیش کر رہی تھی کہ نتائج کی پرواہ کئے بغیر جنگ بند کر دی جائے۔ گورنر مالک نے مجھ سے مشورہ کیا اور میں نے انہیں بتایا کہ جنگ بندی کے احکامات مغربی پاکستان سے جاری ہونے چاہئیں خواہ یہ آپ کے پیغام کے جواب میں جاری ہوں یا خود بخود موصول ہوں لیکن میں ایسے احکامات کے لئے درخواست نہ کروں گا۔ اسلام آباد میں موجود حکام کو صورتحال کا پورا پورا علم ہے۔ گورنر میرے اپنے ہیڈ کوارٹر اور ڈویژنل ہیڈ کوارٹرز کے علاوہ اسلام آباد کی اپنی انٹیلی جنس کی رپورٹوں اور فضائیہ کے ہیڈ کوارٹرز میں بھیجی جانے والی رپورٹوں سے حکام کو صورتحال کا پورا پورا علم ہے۔

جنگ کے دوران میں مجھے تحریری پیغام ملا تھا اور لیفٹیننٹ جنرل گل خود بھی مجھے یقین دلاتے رہے کہ پاکستان کو دولخت ہونے سے بچانے کے لئے چین اور امریکہ مداخلت کرنے کو ہیں۔

میرا فوری ردعمل تو یہ تھا کہ شاید یہ سچ ہی ہو لیکن جلد ہی میں اس نتیجے پر پہنچا کہ اس مداخلت کا کوئی امکان نہیں کیونکہ:

(1) بھارت اور مشرقی پاکستان آنے والے راستے برف سے اٹے پڑے ہیں اور چین اس قابل نہیں کہ فضائی راستے سے اپنی افواج بھیج دے اور ان کی دیکھ بھال کرتا رہے۔

(2) ہمارا چین سے کوئی ایسا معاہدہ نہیں جیسا بھارت کا روس کے ساتھ ہے۔

(3) ڈھاکہ میں مقیم حکومت چین کا نمائندہ ہمیشہ یہ کہتا رہا کہ ہم عوام سے اپنا جھگڑا چکا لیں۔

(4) ہمیں وائرلیس کی اس فریکوئنسی (برقی لہر) سے آگاہ نہیں کیا گیا جس پر ہم چینیوں سے رابطہ قائم کر کے تفصیلات طے کریں۔

(5) ہم تو زمینی جنگ میں مصروف ہیں اور امریکی ہماری مدد کرنے کی پوزیشن میں نہیں، ان کے ہیلی کاپٹر اور طیارے ہمارے لئے بڑے کارآمد ثابت ہوتے لیکن امریکیوں سے رابطہ قائم کرنے کے لئے بھی ہمیں کوئی وائرلیس فریکوئنسی نہ بتائی گئی تھی۔

نومبر کے آغاز میں مسٹر بھٹو کی سرکردگی میں ایک وفد پیکنگ گیا تھا جس نے چینی قائدین کے ساتھ مختلف موضوعات پر بات چیت کی تھی۔ اس دورے کے دوران میں مسٹر بھٹو نے اعلان کیا تھا ''اس اجلاس کے نتائج کی روشنی میں دشمن کو حملہ کرنے کی جرات نہ ہوگی۔''

چینیوں کے متعلق میرا اندازہ یہ ہے کہ وہ اچھے لوگ ہیں، عملی کام کرتے ہیں اور کھوکھلے نعرے نہیں لگاتے۔ مسٹر بھٹو نے حکومت یا عوام کو صحیح صورتحال سے آگاہ نہیں کیا، انہوں نے دونوں کو گمراہ کیا۔ دما دم مست قلندر کا نعرہ لگایا۔ چین کے ساتھ ہمارا کوئی ایسا معاہدہ نہ تھا کہ جارحیت کی صورت میں وہ ہماری مدد کرے گا۔ بین الاقوامی تعلقات محض زبانی جمع خرچ پر استوار نہیں ہوتے یہ تو دوطرفہ ٹریفک ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ چین نے وفد کو سیاسی حل تلاش کرنے کا مشورہ دیا تھا، اس وفد کے ہمراہ اعلیٰ سرکاری حکام تھے، انہوں نے صدر اور چیف آف آرمی سٹاف کو حقیقت حال سے آگاہ کیا ہوگا۔ اقتدار میں آنے کے بعد مسٹر بھٹو نے الٹی زقند لگائی، انہوں نے کہا کہ میں نے تو پہلے ہی متنبہ کر دیا تھا کہ بھارتی مداخلت کے المناک

نتائج برآمد ہوں گے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ وفد کے بعض ارکان مسٹر بھٹو سے مل گئے تھے‘ اگر چین نے جنگ کی صورت میں مداخلت کا وعدہ کیا ہوتا تو قدرتی طور پر مشرقی پاکستان میں مجھے فوراً اطلاع مل جاتی اور اس مدد کی نوعیت‘ وسعت اور دیگر تفصیلات کے علاوہ یہ بھی پتا چل جا‘ کہ چین کس وقت ہماری مدد کو آئے گا لیکن مجھے یہ اطلاع نہ زبانی ملی اور نہ تحریری اور نہ مغربی پاکستان سے کوئی شخص مجھے یہ تفصیلات بتانے آیا۔ اس کے برعکس مشرقی پاکستان میں متعین چین کا نمائندہ مسلسل سیاسی حل تلاش کئے جانے کی ضرورت پر زور دیتا رہا۔

ٹکا خان کی علیحدگی

جنرل ٹکا خان کا مشرقی پاکستان کی گورنری سے علیحدگی کے سلسلے میں‘ میں نے کوئی کردار ادا نہیں کیا‘ کسی کی غیبت کرنا یا بلاوجہ کسی کو نقصان پہنچانا میری عادت میں شامل نہیں۔ دراصل بھونڈے طریقے اور نااہلی انہیں لے ڈوبی۔ انہیں بوچر کا لقب دیا گیا تھا۔ میں فوج کا کمانڈر تھ اور میرا کام براہ راست جنرل ہیڈکوارٹرز کی ماتحتی میں مکتی باہنی اور بھارت کے خلاف لڑنا تھا۔ جب تک جنرل ٹکا خان گورنر مشرقی پاکستان رہے میرا سول انتظامیہ سے کوئی تعلق نہ تھا‘ وہ لوگوں کی گرفتاریوں‘ سزاؤں وغیرہ کے ذمہ دار تھے کیونکہ وہ مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر بھی تھے‘ چنانچہ یکم ستمبر 1971ء تک جو تباہی مچی اس کی ذمہ داری مجھ پر نہیں بلکہ جنرل ٹکا خان اور ان کے مشیروں پر عائد ہوتی ہے۔ یکم ستمبر 1971ء کے بعد میں مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر بھی بنا دیا گیا۔

فضل مقیم اور ان کی کتاب

میرا فوجی کیریئر گواہ ہے کہ میرے افسران بالا نے بحران پر قابو پانے والا انسان سمجھ کر مجھے ہمیشہ مشکل‘ نازک اور پرخطر کام تفویض کیے ہیں۔ میجر جنرل (ر) فضل مقیم نے اپنی تصنیف میں انکشاف کیا ہے کہ سی۔ ایم۔ ایل۔ اے ہیڈکوارٹرز اور جنرل ہیڈکوارٹرز میں افراتفری کا دورہ دورہ تھا۔ انہوں نے صفحہ 124 پر تحریر کیا ہے:

’’تقدیم و تاخیر کے متعلق جو افراتفری تھی اس کی تصدیق ان متصادم احکامات سے ہوتی ہے

جو سی ایم ایل اے ہیڈکوارٹرز اور جی ایچ کیو نے مشرقی کمان کو جاری کیے۔ مشرقی کمان کے سلسلے میں ان دونوں کے فرائض اور طریق کار میں کوئی واضح افہام و تفہیم موجود نہ تھی۔ بھارتی حملے کی صورت میں اگرچہ جنرل ہیڈکوارٹرز نے واضح جنگی ہدایات دے رکھی تھیں لیکن ان ہدایات پر عملدرآمد کی نگرانی کا کوئی انتظام نہ تھا۔ اس کے برعکس رفتہ رفتہ ہر امر میں مشرقی کمان کو خود مختاری تفویض کی جا رہی تھی۔"

حقیقت یہ ہے کہ مجھے جی ایچ کیو سے احکامات موصول ہوتے تھے۔ افسروں کی گروہ بندی کے باعث جنرل ہیڈکوارٹرز میں انتشاری کی کیفیت تھی۔ میں اس پوزیشن میں نہیں کہ تمام اندرونی کہانی بیان کروں کیونکہ میں تو دوسرے سرے پر بیٹھا تھا۔ میں نے یہ ضرور سنا تھا کہ سی ایم ایل اے ہیڈکوارٹرز اور جنرل ہیڈکوارٹرز میں جیسا تعاون ہونا چاہئے تھا ویسا نہ تھا۔ میرا جی ایچ کیو سے رابطہ تھا اور وہیں سے مجھے مسلسل احکامات' ہدایات اور مشورے ملتے رہے۔ مجھے صدر سے کوئی سروکار نہ تھا' ان سے تو ڈاکٹر مالک کا واسطہ پڑتا تھا۔ ڈاکٹر مالک سے میرا گہرا رابطہ تھا۔

یہ بیان ظاہر کرتا ہے کہ فصلِ مقیم جنگ اور امن کے دوران میں رپورٹنگ کے طریق کار سے واقف نہیں اور شاید یہ بھی کہ وہ کسی احساسِ کمتری میں مبتلا ہیں' وہ دوسروں کو بھی اپنی ہی طرح بے فہم سمجھتے ہیں' صورتحال کی رپورٹ (Situation Report) میں کوئی ردوبدل نہیں کر سکتا۔ یہ رپورٹیں جنرل ہیڈکوارٹرز کو دن میں دو بار بھیجی جاتی ہیں۔ ایک صبح اور دوسری شام کے وقت۔ میں صورتحال کی رپورٹیں ماتحت فارمیشنوں کی رپورٹوں کی بنیاد پر تیار کر کے ارسال کیا کرتا تھا' یہی فارمیشنیں جنرل ہیڈکوارٹرز کو بھی رپورٹیں بھیجا کرتی تھیں' البتہ اپنی ڈویژنل فارمیشنوں کی رپورٹوں میں اگر میں کبھی کوئی تشنگی محسوس کرتا تھا تو رپورٹ کے آخر میں اضافہ کر کے اسے دور کر دیا کرتا تھا۔ یہ رپورٹیں مقررہ طریقہ کار کے مطابق ارسال ہوتی تھیں۔ دشمن کے متعلق اطلاعات' اپنی افواج کے حالات اور دشمن کے آئندہ عزائم' دشمن کی آئندہ کارروائی کے متعلق اطلاعات کمانڈروں کے اپنے اپنے جائزوں پر مبنی ہوتی تھیں۔ اصل حقائق کے بیان کے بعد میں رپورٹ کے آخری حصہ میں لکھا کرتا تھا کہ اس صورتحال کے باوجود ہم

لڑیں گے اور انشاء اللہ حالات پر قابو پالیں گے۔حصول اطلاعات کے سلسلے میں جنرل ہیڈکوارٹرز یا اسلام آباد کا انحصار فقط مجھ پر ہی نہ تھا' ڈویژنوں کی طرف سے صورتحال کی علیحدہ رپورٹیں بھیجی جاتی تھیں' علاوہ ازیں افسروں کے باقاعدہ اجلاس ہوتے تھے جن میں سینئر افسروں کو تازہ ترین صورتحال سے آگاہ کیا جاتا تھا۔ان اجلاسوں میں سینئر کمانڈر تبصرے کرتے تھے اور تازہ ترین صورتحال بتاتے تھے۔

یہاں فیلڈ مارشل رومیل کی اس رپورٹ کا حوالہ نامناسب نہ ہوگا جو اس نے نارمنڈی لینڈنگز کے بعد ہٹلر کو ارسال کی تھی اور پھر میں آپ کو اپنی ان رپورٹوں کے متعلق بھی بتاؤں گا جو میں نے 10 اور 13 دسمبر کو جنرل ہیڈکوارٹرز بھیجی تھیں۔ان رپورٹوں کے اسلوب اور مندرجات کا آپس میں موازنہ کیجئے کہ وہ مجموعی اعتبار سے ایک دوسرے سے کتنی ملتی ہیں یا کتنی مختلف ہیں۔رومیل کی رپورٹ دیکھئے۔

''محاذ پر دشمن کی زمینی فوج میں بڑی تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے' اتنی تیزی سے کہ ہمارے ریزرو بھی اتنی سرعت سے یہاں نہیں پہنچ سکتے۔آرمی گروپ کو آرنے اور دائرے کے درمیان مل کر فرنٹ بنانے پر اکتفا کر کے دشمن کو پیش قدمی کرنے دینا ہوگی۔ان فوجیوں کی جو ابھی تک ساحلی پوزیشنوں میں دشمن کا مقابلہ کئے جا رہے ہیں' امداد ممکن نہیں۔نارمنڈی میں ہماری فوجی کارروائی کو اتحادیوں کی فضائیہ کی غیر معمولی اور بعض پہلوؤں سے حددرجہ برتر طاقت اور بحریہ کی مسلسل اور بھاری گولہ باری حددرجہ مشکل اور ناممکن بنا دے گی جیسا کہ میں نے اور میرے سٹاف نے ثبوت فراہم کئے ہیں اور یونٹ کمانڈروں اور بالخصوص اوبرگروپن فیورزیپ ڈیاٹرخ نے رپورٹیں بھیجی ہیں۔میدان جنگ میں اور محاذ کے عقب میں 60 میل تک دشمن کو مکمل کنٹرول حاصل ہے۔دن کے وقت پختہ سڑکوں اور کچے راستوں پر ٹرانسپورٹ کی آمدورفت دشمن کے لڑاکا اور بمبار طیاروں نے روک دی ہے' اسی طرح دن کے وقت ہماری سپاہ کی نقل و حرکت کو قریب قریب ممکن بنا دیا ہے جبکہ دشمن بلا روک ٹوک نقل و حرکت کر سکتا ہے۔گولہ بارود اور خوراک لانا مشکل ہو گیا ہے۔توپخانے اور ٹینک اگر پوزیشنیں لینے جاتے ہیں تو ان پر فوراً بمباری کر کے دشمن ان کا صفایا کر دیتا ہے۔دن کے وقت ہمارے فوجیوں اور

عملے کو باامر مجبوری چھپنا پڑتا ہے۔ ہمارا زمینی فائر اور ہماری فضائیہ دشمن کی مفلوج کرنے والی اور تباہ کارانہ کارروائی کے آگے بند باندھنے کی پوزیشن میں نہیں۔ بحریہ کی شدید گولہ باری اتنی موثر ہے کہ اس کے زیرِ اثر علاقے میں پیادہ فوج کی یا اور کوئی کارروائی ناممکن ہے۔ برطانوی اور امریکی سازوسامان ہمارے ڈویژنوں کے سازوسامان سے کہیں بہتر ہے' اس میں متعدد نئے ہتھیار شامل ہیں جیسا کہ اوبر گروپن فیور زیپ ڈیائٹرخ نے مجھے بتایا دشمن کے بکتر بند ڈویژن 3500 گز کی رینج تک لڑتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ گولہ بارود استعمال میں لاتے ہیں' انہیں فضائیہ کی بھرپور امداد حاصل ہے۔ طیاروں اور پیراشوٹوں کے ذریعے اس موثر طریقے سے اور اتنی زیادہ فوج اتاری جارہی ہے کہ ہماری فوج کے لئے اپنا دفاع کرنا مشکل ہو رہا ہے۔ ہماری اصل منصوبہ بندی تو یہ تھی کہ ہماری فضائیہ کارروائی کرے گی لیکن بدقسمتی سے ایسا نہیں ہو رہا' ہماری حرکت پذیر (موبائل) افواج کو دشمن کی فضائیہ دن کے وقت حملے کر کے مفلوج کردیتی ہے۔ طیاروں کے ذریعے اتارے جانے والے سپاہیوں اور تیز رو افواج کی کارروائی کے باعث ہماری حالت غیر معمولی طور پر نازک ہورہی ہے۔ براہِ کرم اس کی اطلاع فیوہرر کو کر دیجئے۔''

یہ اس رومیل کی رپورٹ تھی جسے دوسری جنگ عظیم کا ٹیکنیکل جینئس (شاطرانہ چالوں کا ماہر ترین شخص) کہا جاتا ہے۔ مجھے نہ فضائیہ کی مدد نہ بحریہ کی امداد حاصل تھی اور میرے پاس ہر شے کی قلت تھی۔ دشمن کی تعداد بہت زیادہ تھی' اس کے پاس توپوں اور ٹینکوں کی تعداد ہماری نسبت بہت زیادہ تھی۔ سارے علاقے کی آبادی ہماری دشمن تھی۔ 10 دسمبر 1971ء کو میں نے جو سگنل بھیجا وہ ملاحظہ ہو:

''اس میدان جنگ کے ہر سیکٹر کے ماتحت تمام افواج پر شدید دباؤ ہے۔ ہماری فوج جس کا مختلف دفاعی مقامات پر پہلے دشمن نے محاصرہ کرلیا تھا اکثر و بیشتر ہم سے کٹ گئی ہے اور اب ان پر دشمن شدید حملے کر رہا ہے۔ دشمن اپنی بے پناہ قوت کے بل بوتے پر انہیں شکست دے دے گا۔ دشمن کو فضا پر تسلط حاصل ہے اور اسے ہماری گاڑیوں کو ہر وقت تباہ کرنے کی آزادی حاصل ہے۔ مقامی آبادی اور باغی نہ صرف ہمارے خلاف ہیں بلکہ سارے علاقے میں ہماری

افواج کو تباہی سے ہمکنار کرنے پر کمر بستہ بھی ہیں۔ تمام بری اور دریائی راستے منقطع کر دیئے گئے ہیں۔ افواج کو حکم دے دیا گیا ہے کہ آخری آدمی' آخری گولی تک دفاع کیا جائے۔ طویل جنگی کارروائی کے باعث دفاعی کارروائی زیادہ دیر تک جاری نہ رہ سکے گی۔ افواج تھک چکی ہیں' چند روز بعد اسلحہ اور گولہ بارود ختم ہو جانے پر دفاع ممکن نہ رہے گا۔ دشمن اور باغیوں کی کارروائی کے ذریعے ہمارے گولہ بارود اور سپلائی کو تباہ کیا جا رہا ہے' علاوہ ازیں جنگی نقصان کی شرح بہت زیادہ ہے' سگنل برائے اطلاع و احکامات ارسال ہے۔''

13 دسمبر 1971ء کو جو رپورٹ میں نے بھیجی تھی اس کے آخر میں لکھا تھا ''دشمن جلد از جلد ڈھاکہ پر قبضہ کرنے کی سر توڑ کوشش کر رہا ہے' ڈھاکہ کے دفاعی انتظامات کر لئے گئے ہیں اور ہم آخر دم تک لڑنے کا عزم کئے ہوئے ہیں۔'' اب آپ ہی خود اندازہ لگا لیں کہ آیا ان رپورٹوں میں رنگ آمیزی کی گئی تھی یا ان میں حقائق کا صحیح بیان ہوا ہے اور پھر یہ بھی دیکھئے کہ آیا میں دہشت زدہ' مضطرب یا جنگ بندی کے لئے بے قرار تھا؟

ذاتی اختلافات

مشرقی پاکستان کے بحران پر لکھی گئی مختلف کتب سے یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ راولپنڈی ہائی کمان کے بعض اعلیٰ فوجی افسروں میں ذاتی اختلافات تھے اور یہی حال مشرقی کمان کا تھا۔ اختلافات ہر جگہ ہوتے ہیں لیکن اعلیٰ افسر کا کام ہے کہ وہ فیصلے صادر کرے اور ہر شخص کو اس کی حدود میں رکھے' اگر کوئی شخص چادر سے باہر پاؤں پھیلانے کی کوشش کرے تو اسے الگ کر دیا جائے اور اگر وہ شخص اپنے رویئے میں اصلاح نہ کرے تو پھر اس کی قیمت بھرے۔ جہاں تک میرے اپنے ہیڈ کوارٹرز اور کمانڈروں کا تعلق ہے ہم خوشی خوشی مل جل کر کام کرتے تھے' اگر کوئی ٹھیک کام نہ کرتا تھا تو اس کا مواخذہ ہوتا تھا۔ جنرل ٹکا خان سے مجھے کوئی واسطہ نہ تھا' ہم فاصلہ رکھنے کے قائل تھے۔ وہ میرے کام میں مداخلت کرتے تھے اور نہ میں ان کے کام میں ٹانگ اڑاتا تھا۔ جنرل فرمان کسی شمار میں نہ تھے' وہ گورنر کے فوجی مشیر تھے' وہ پیامبر تھے' قاصد تھے۔ ایک طویل عرصے تک جنرل ٹکا خان گورنر رہے وہ خود فوجی تھے' ہم آپس میں شاذ و نادر ہی

ملتے تھے' میں نے کسی کرسی نشین فوجی کی کبھی حوصلہ افزائی نہ کی۔ میری پالیسی تھی دوسروں کے ساتھ دوستی' اخلاق اور مستقل مزاجی سے پیش آؤ لیکن بے تکلفی کو روا نہ رکھو۔

میں نے ایک طویل عرصے تک جنرل عبدالحمید خان کے ماتحت کام کیا ہے' میں انہیں اچھی طرح جانتا ہوں وہ اچھے جرنیل تھے۔ ذہین مگر خاموش مزاج' میں نے انہیں فیصلے صادر کرنے کے معاملے میں متذبذب نہیں پایا۔ فضل مقیم نے ان کے متعلق مذکورہ بالا رائے کے اظہار میں انصاف سے کام نہیں لیا۔ فضل مقیم بذات خود فوج میں فیصلے صادر نہ کرنے والے شخص گردانے جاتے ہیں۔

جنرل حمید کے متعلق میں آپ کو ایک واقعہ سناتا چلوں۔ انہوں نے ایک کمانڈر کو کسی آپریشن کے احکامات دیئے' وہ کہنے لگا:

''جناب والا! جب آپ نے مجھے کارروائی کا حکم دے دیا ہے تو پھر آپ مجھے رد کیے گا نہیں۔'' جنرل حمید نے نہایت اطمینان کے ساتھ جواب دیا'' لیکن مجھے یہ تو دیکھنا ہے کہ آپ صحیح سمت میں بھی جاتے ہیں یا نہیں۔''

اس گروہ بندی کا نتیجہ عدم تعاون کی صورت میں نکلا۔ ہمارے سازوسامان اور افرادی نقصانات کی مناسب تلافی نہ ہو رہی تھی۔ اس سے ہمارے سپاہیوں' یونٹوں اور دو کمانڈروں کی کارکردگی متاثر ہوئی۔ اس کے نتیجے میں ہم آرام اور تبدیلی کے بغیر مشکل حالات میں کام کرتے رہے۔ ان سب کا ہماری کارروائیوں پر برا اثر پڑا۔ ہمیں وسیع پیمانے پر عارضی انتظامات (Improvisations) کا سہارا لینا پڑا' یہ ہر سطح پر صحیح اور اہل قیادت اور ہماری تمام افواج کی بہادری اور حوصلہ مندی کا نتیجہ تھا کہ ہم اتنے طویل عرصے تک اتنے اچھے انداز سے لڑتے رہے جس کی جنگی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی۔

11 دسمبر کا سگنل

ہمیں 11 دسمبر کو ایک سگنل موصول ہوا تھا جس میں کہا گیا تھا کہ سفارتی سطح پر اقدامات کیے جا رہے ہیں اور آپ 36 گھنٹے تک ڈٹے رہیں۔ یہ معیاد 12 دسمبر کو ختم ہوئی' چنانچہ حکم عدولی یا

کسی افسر بالا کی ہدایات کی خلاف ورزی کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا' میں افسرانِ بالا کے احکامات کی پیروی کیا کرتا تھا اور اپنے ماتحتوں سے اپنے احکامات کی پیروی کراتا تھا۔ جنگ بند کر دینے کے سلسلے میں صدر کا سگنل 12 دسمبر کو موصول ہوا جو گورنر کے سگنل کے جواب میں تھا۔ اس کا آغاز یوں ہوا تھا۔ صدر سے گورنر اور جنرل نیازی کے نام (-) بحوالہ سگنل ازاں گورنر' چنانچہ ظاہر ہے یہ میرے سگنل کے بجائے گورنر کے سگنل کے جواب میں تھا۔ 12 دسمبر کو میں نے اپنی افواج کو آخری آدمی آخری گولی تک لڑنے کے احکامات جاری کئے تھے۔

ہماری اپنی حماقت:

پوری جنگ کے دوران اکثر مغربی ممالک کی ہمدردیاں بنگالیوں اور ہندوستانیوں کے ساتھ تھیں۔ یہ ہماری اپنی حماقت کی وجہ سے ہوا۔ سب سے پہلی اور بڑی حماقت تو جنرل فرمان علی کے مشورے پر جنرل ٹکا خان نے یہ کی کہ غیر ملکی اخبار نویسوں کو نہایت اہانت آمیز طریقے سے 25 مارچ کی رات کو ملک سے باہر نکال دیا۔ ان صحافیوں نے مبالغہ آمیز احوال کی اشاعت شروع کر دی لیکن ہماری حکومت نے اس چیلنج کا موثر مقابلہ نہ کیا۔ میں نے اخبار نویسوں سے اچھا سلوک کر کے زخم مندمل کرنے کی کوشش کی۔ یہ کوشش آخر تک جاری رہی۔ اس حماقت کی تمام تر ذمہ داری جنرل ٹکا خان اور جنرل فرمان علی پر عائد ہوتی ہے۔

میں غیر ملکی اخبار نویسوں سے ملا کرتا تھا اور ان کے سوالات کے جواب دیا کرتا تھا۔ انہیں صحیح صورتحال بتاتا تھا' اگر انہیں کسی ثبوت یا تصدیق کی ضرورت ہوتی تھی تو انہیں متعلقہ فرد یا مقام پر لے جاتا تھا۔ مثال کے طور پر ایک بار کسی غیر ملکی اخبار نویس نے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے تمام ہندو پروفیسروں کو قتل کر دیا گیا ہے' ہم نے پتا کیا تو معلوم ہوا کہ 21 میں سے 19 پروفیسر ملازمت پر موجود ہیں۔ ہم نے ہائی کمان کو تجویز پیش کی تھی کہ صحیح حقائق کے اظہار اور بھارت کے پراپیگنڈے کا توڑ کرنے کیلئے اینٹی پراپیگنڈا سیل (Anti Propagand cell) قائم کئے جائیں۔ دراصل یہ موضوع مرکز ہی کا تھا لیکن ہماری سفارش پر عملدرآمد نہ ہوا۔

رہنماؤں سے ملاقاتیں:

جناب فضل الحق چودھری میرے پاس باقاعدگی سے تشریف لایا کرتے تھے۔ انہوں نے اکثر اوقات مجھے مفید مشوروں سے نوازا۔ مولوی فرید احمد بھی اکثر آتے تھے' وہ ہمیشہ ہماری مدد کو مستعد رہتے' نئے نئے خیالات کا خوب اظہار فرمایا کرتے تھے۔ خان عبدالصبور خان سے میری تین چار بار ملاقات ہوئی' وہ بڑے ہی وفادار پاکستانی نظر آئے۔ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے خواجہ خیر الدین سے میری صرف ایک ملاقات ہوئی تھی۔ پروفیسر غلام اعظم سے غالباً میری کوئی ملاقات نہ ہوئی تھی۔ ان سب افراد بالخصوص چودھری صاحب اور مولوی فرید احمد نے مجھے بہت متاثر کیا۔

علمائے کرام سے میری دو ملاقاتیں ہوئیں' ان کی سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ جنرل یعقوب علی کی وجہ سے مجیب کی عوامی لیگ نے انتخابات میں اتنی اکثریت سے کامیابی حاصل کی۔ ان کا کہنا تھا کہ جنرل یعقوب علی نے عوامی لیگ کے غنڈوں کو کھلی چھٹی دے دی جنہوں نے ہر قسم کے بے قاعدگی کو روا رکھا جبکہ ہمیں کسی قسم کی آزادی نہ تھی اور نہ عوامی لیگی غنڈوں سے ہمارے تحفظ کا کوئی انتظام کیا گیا۔ انہوں نے کہا کہ مشرقی پاکستان کے انتخابات منصفانہ نہ تھے ان میں دھاندلی ہوئی تھیں۔ ان کا دعویٰ تھا کہ اگر انتخابات منصفانہ ہوتے تو ہم کم از کم ساٹھ' ستر نشستیں جیت لیتے اور مجیب کو ہرگز اتنی اکثریت حاصل نہ ہوتی۔ مجھے ان کی رائے سے پورا پورا اتفاق تھا۔ مجیب نے انتخابات میں جو کامل اکثریت حاصل کی اس کی وجہ یہ تھی کہ جنرل یعقوب علی منصفانہ انتخابات کرانے میں ناکام رہے۔

یہ سب قائدین بہت اچھے پاکستانی تھے' پاکستان کی یکجہتی اور سلامتی کے لئے اپنا تن' من' دھن قربان کر ڈالنے کو تیار تھے۔

جہاں تک اس الزام کا تعلق ہے کہ میں نے جنرل ناگرا کو فحش لطائف سے محظوظ کیا تھا تو یہ بالکل بے بنیاد الزام ہے' کسی قسم کی محظوظ کن چٹکلے بازی نہیں ہوئی' اس سے بہت ہی مختصر ملاقات ہوئی تھی جس کے بعد میں نے اسے واپس بھیج دیا تھا۔ یہ الزام سراسر دروغ گوئی پر مبنی ہے جو ایک

ملازم نے اپنے آقا کی خوشنودی کے لئے عائد کیا۔صدیق سالک نے اس کا ذکر اپنی اولین اور غیر فرمائشی تصنیف ''ہمہ یاراں دوزخ'' میں نہیں کیا' اس کے برعکس انہوں نے ''ہمہ یاراں دوزخ'' میں میرا ذکر قطعاً مختلف انداز میں کیا۔لطف کی بات یہ ہے کہ صدیق سالک خود بھارتیوں سے چٹکلے بازی کرتے رہے۔میں کوئی کرسی نشین جرنیل نہیں' میں کسی ایسی حرکت کا تصور ہی نہیں کرسکتا جو میرے ملک یا افواج کے وقار کو مجروح کرے' میں نے ذاتی مفادات کیے لئے مسٹر بھٹو یا جنرل ٹکا خان کی خوشنودی حاصل کرنے کی سرے سے کوئی کوشش نہ کی ورنہ مجھے دوسروں سے بھی زیادہ اچھی ملازمت مل جاتی۔میری غیرت کو یہ گوارا نہ تھا کہ میں ذاتی مفادات کے لئے ایسی کمینی حرکت کروں۔نہ پہلے کیا ہے نہ اب کر رہا ہوں اور نہ انشاءاللہ آئندہ کروں گا۔میں اس کا خمیازہ بھگت رہا ہوں لیکن پرواہ نہیں' سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ کے کاموں میں راز ہوتے ہیں۔

میں لطیفے بازی ضرور کرتا ہوں' فی الحقیقت فوج میں ہر وہ شخص جو جنگی پس منظر یا تجربہ رکھتا ہے لطیفے بازی میں دلچسپی لیتا ہے۔لطیفے بازی کا تو فوج میں عام رواج ہے' یہ ایک عام رسم ہے' عادت ہے' قاعدہ ہے لیکن کرسی نشین فوجی اس خوبی سے محروم ہی رہتے ہیں۔لطیفے بازی کیا ہے؟ مزاح کا ایک حصہ' مزاح کی تعریف؟---اسٹیفن لیکاک نے اپنی تصنیف ''مزاح اور انسانیت'' میں لکھا ہے کہ زندگی کے بے ڈھنگے پن کے ہمدردانہ شعور اور اس کے فنکارانہ اظہار کو مزاح کہتے ہیں۔جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے لان جائی نس کا قول ہے کہ دلسوزی اور قہقہے کے امتزاج سے ترفع حاصل ہوتا ہے' یہ امتزاج ایسا ہے جیسے آنسوؤں کے تالاب میں کنول کا پھول کھلا ہو۔مرزا اسد اللہ غالب نے بھی تو کہا تھا۔

سوزشِ باطن کے ہیں احباب منکر ورنہ یاں
دل محیطِ گریہ و لب آشنائے خندہ ہے
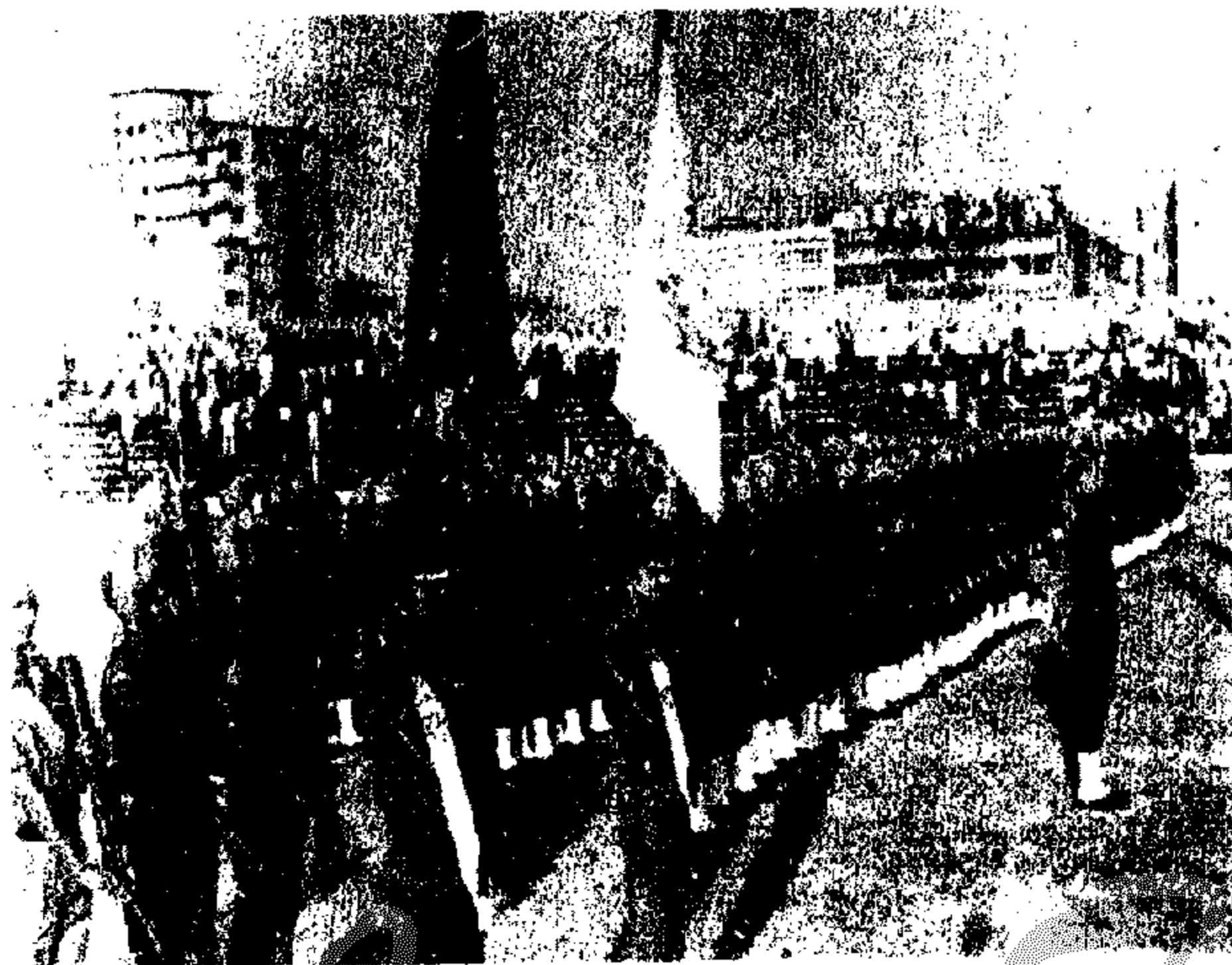
میں نے ہتھیار کیوں ڈالے؟

ملک میں جب بھی کوئی معمولی سا حادثہ ہوتا ہے جس میں دو چار جانیں ضائع ہو جائیں تو حکومت تحقیقات کا حکم جاری کر دیتی ہے' تحقیقات ہوتی ہے' حادثے کے ذمہ دار افراد کی نشاندہی کر کے ان کے خلاف کارروائی کی جاتی ہے اور متاثرین کے لواحقین کو معاوضہ دیا جاتا ہے' اگر اس قسم کا اقدام نہ کیا جائے تو تحقیقات ضرور ہوتی ہے جس سے حادثے کے اسباب کا پتہ چل جاتا ہے اور اخباروں میں یہ اسباب شائع کر دیئے جاتے ہیں لیکن ہمارے ہاں ایسا نہیں ہوتا۔

پاکستان کے بدترین دشمن نے ہمارے ملک کے آدھے حصے میں بنگالی مسلمانوں کے بہروپ میں اپنی کمانڈو فورس داخل کی۔ مشرقی پاکستان میں ایسے بھارت نواز پاکستانی موجود تھے جنہوں نے اس فورس کو ملک میں صرف چھپایا ہی نہیں بلکہ اسے بوقتِ ضرورت جنگی کارروائیاں کرنے کی سہولتیں مہیا کیں' اگر پاکستانیوں کا حافظہ کمزور نہیں ہو گیا تو سابق صدر ایوب خان مرحوم نے اپنے دورِ حکومت میں ایک اخباری بیان میں کہا تھا کہ انڈین آرمی کے کم و بیش 30 ہزار کمانڈو اور گوریلے مشرقی پاکستان میں موجود ہیں۔ 1971ء میں وہاں خانہ جنگی ہوئی' قتل و غارت ہوئی اور جب بھارت نے حالات سازگار دیکھے تو 10 سے زائد ڈویژنوں' ایئر فورس کے 10 لڑاکا سکواڈرن اور بحریہ کی بیشمار جنگی قوت سے مشرقی پاکستان پر حملہ کر

دیا۔اس کے نتیجے میں دشمن نے پورے مشرقی پاکستان پر قبضہ کرلیا۔ ہماری فوج قید ہوئی اور بھارتی مشرقی پاکستان کو لوٹ کر کنگال کر گئے۔

ایسے حالات کس نے پیدا کئے جس سے دشمن نے فائدہ اٹھایا؟ فوج سے ہتھیار کیوں ڈلوائے گئے؟ کیا فوج نااہل تھی؟ جرنیل نااہل تھے یا فوج نے حالات سے مجبور ہو کر دشمن کی قید کو قبول کرلیا؟

قوم یہ سننے کو تیار نہیں تھی کہ اس کی فوج نے شکست کھائی ہے۔قوم نے اپنی فوج کو بھارت کے خلاف تین جنگیں لڑتے دیکھا تھا۔ 1948ء میں پاکستان آرمی اس حالت میں کشمیر میں لڑی تھی کہ نفری بہت ہی تھوڑی تھی اور یہ نفری ابھی منظم نہیں ہوئی تھی۔ اسلحہ بارود کی قلت تھی۔ سازوسامان کی قلت کا یہ عالم تھا کہ کشمیر کی برفانی چوٹیوں پر لڑنے والے ٹروپس کے لئے گرم وردی نہیں تھی۔ ہمارے ایسے کئی جانباز زندہ ہیں جو بوٹوں سے محروم تھے' انہوں نے پی ٹی شوز پہن رکھے تھے' کئی ایک کے پاس جرابیں نہیں تھیں۔

بھارت کی فوج کئی گنا زیادہ تھی' منظم تھی اور اسے اپنی ایئر فورس کے لڑاکا بمبار طیاروں کی سپورٹ حاصل تھی۔ ہمارے پاس طیارے اتنے کم تھے کہ اس تعداد سے فضائی مدد حاصل نہیں کی جاسکتی تھی۔اس بے مائیگی کے علاوہ ہماری فوج کا کمانڈر انچیف انگریز اور اس کا اہم سٹاف بھی انگریز افسروں کا تھا۔انہوں نے ہماری فوج کو دھوکے دیئے۔قائداعظمؒ کو دھوکے میں رکھا اور میدان جنگ میں ہماری پوزیشن کمزور کی' اس کے باوجود پاکستان آرمی کے افسر اور جوان جس جذبے اور جس قہر سے لڑے اس پر ہمارے حکمرانوں نے تو پردے ڈال دیئے لیکن میں پورے یقین سے کہتا ہوں کہ ہمارا دشمن اسے آج تک نہیں بھولا' اگر ہماری فوج اس غضب سے نہ لڑتی تو بھارت گجرات کی طرف سے پاکستان پر جس بکتر بند یلغار کا پلان بنا کر اس پر عمل کرنے والا تھا وہ یلغار طوفان کی طرح آتی اور ہندوؤں کا یہ عزم 1948ء میں ہی پورا ہو جاتا کہ پاکستان کو پھر سے بھارت میں شامل کرنا ہے۔

1965ء میں رن کچھ میں پاکستان آرمی کا صرف ایک بریگیڈ جس بے جگری سے لڑا وہ قوم بھول نہیں گئی ہوگی' صرف ایک بریگیڈ نے دشمن کے ایک ڈویژن کو بے حال اور بے بس کر دیا

تھا' اگر دو چار دن اور ہمارے بادشاہ فائر بندی قبول نہ کرتے تو اس ڈویژن سے ہتھیار ڈلوا لئے جاتے۔

چار ہی ماہ بعد پاکستان آرمی چھمب اور جوڑیاں کا لوہے اور سیمنٹ سے مستحکم دفاع توڑتی نکل گئی اور کشمیر کو بچانے کے لئے بھارت نے اپنی پوری بری اور فضائی طاقت سے پاکستان پر حملہ کر دیا تھا۔ پاکستان آرمی نے اور ایئر فورس نے جس طرح یہ حملہ روکا وہ سب آپ کو یاد ہو گا۔ اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ ہمارے ایک جوان کا مقابلہ دشمن کے دس جوانوں سے اور چونڈہ میں ہمارے ایک ٹینک کا مقابلہ کئی کئی ٹینکوں سے تھا۔ غیر ملکی رپورٹروں نے تصدیق کی تھی کہ چونڈہ میں ہماری نفری 9 ہزار اور دشمن کی نفری 50 ہزار تھی۔

پھر 1971ء میں کیا ہوا کہ مشرقی پاکستان میں پاک آرمی کو ہتھیار ڈالنا پڑے اور مغربی پاکستان میں دشمن نے شکر گڑھ کی پوری تحصیل لے لی اور راجستھان میں ہمارے ہزار ہا مربع میل علاقے پر قبضہ کر لیا؟

یہ ہے وہ سوال جس نے 16 دسمبر 1971ء کی شام قوم کو لہو کے آنسو رلایا اور اس کے بعد یہ سوال کبھی حل نہ ہونے والا معمہ بنتا چلا گیا۔ میں مغربی پاکستان میں آتے ہی ان سوالات کا جواب دینا چاہتا تھا۔ پاک فوج کے افسر اور جوان جو جنگی قید میں تھے ان کی آنکھوں میں خون اور ان کے سینوں میں انتقام کی آگ بھڑ رہی تھی مگر میں جب رہا ہو کر پاکستان میں داخل ہوا تو وہیں واہگہ پوسٹ پر ہی تھوڑی سی دیر میں محسوس کر لیا کہ یہاں کی تو دنیا ہی بدلی ہوئی ہے۔

اپنے وطن کی خاک نے اور ہمارا استقبال کرنے والے فوجی افسروں کے چہروں نے مجھے اتنا جذباتی بنا دیا کہ میں اس پاک زمین پر سجدہ کرنے کو' یہاں کے فوجی بھائیوں کو گلے لگانے اور ان سے یہ عہد کرنے کو بے تاب ہوا جا رہا تھا کہ پاک وطن کا جو قرض میرے سر چڑھ گیا ہے وہ میں ادا کروں گا۔

یہ جذباتی کیفیت صرف میری نہیں تھی' میرے ساتھ جو جرنیل' بریگیڈیئر اور ان کے نیچے کے عہدوں کے افسر اور جوان آئے تھے ان سب کی ذہنی حالت یہ تھی۔ سب یہ عزم لے کر آئے تھے کہ شکست کو فتح میں بدل کر قوم کو منہ دکھائیں گے ---- مگر میں نے واہگہ میں اس شامیانے

تلے جہاں قید سے آنے والے افسروں کے لئے چائے وغیرہ کا انتظام کیا گیا تھا' دیکھا کہ ہمارے استقبال کے لئے جو فوجی افسر اور کچھ سویلین حضرات موجود تھے ان کے چہروں پر تذبذب بلکہ ڈر سا تھا اور ایسٹرن کمانڈ کے جرنیل خصوصاً مجھ سے دور دور رہنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ صاف پتہ چلتا تھا کہ وہ میرے پاس آنا چاہتے ہیں لیکن ڈرتے ہیں۔ میرے ساتھ آئے ہوئے جرنیل تنہا تنہا گھوم رہے تھے --- میں اپنے جذبات کو مار نہیں سکتا تھا' انہیں سینے میں دبا لیا۔ میرے یہ جذبات آج بھی زندہ ہیں اور ہمیشہ زندہ رہیں گے۔

جنگی قیدیوں کی جب کوئی پارٹی آتی تھی اس کے استقبال کے لئے کبھی کبھی کوئی وزیر موجود ہوتا تھا' جس روز میں اور میرے ساتھی جرنیل آئے اس روز کسی وزیر نے واہگہ جانے کی زحمت گوارا نہ کی۔ یہ دیکھ کر مجھے اور زیادہ افسوس ہوا کہ فوج کے سربراہ جنرل ٹکا خان بھی نہ آئے۔ جرنیلوں کے استقبال کے لئے ان کا موجود ہونا ضروری تھا۔ میں سمجھ گیا کہ ہم اپنی اہمیت کھو بیٹھے ہیں۔

واہگہ پوسٹ پر جو سویلین حضرات تھے ان میں شہری انتظامیہ کے افسروں کے علاوہ اخباری نمائندے بھی تھے جن میں سے دو تین کو میں اچھی طرح جانتا پہچانتا تھا۔ ان میں سے بعض نے مجھ سے ہاتھ ملائے اور ادھر ادھر ہو گئے اور جو میرے قریب نہ آئے وہ چند قدم دور سے مجھے دیکھتے اور مسکراتے رہے۔

میں نے یہ بھی دیکھا کہ کوئی شخص' فوجی یا سویلین میرے قریب یا میرے کسی جرنیل کے قریب نہ آیا۔ میں صوفے پر تنہا بیٹھا ہوا تھا۔ میرے ایک صحافی دوست مجھے اکیلا دیکھ کر اشتیاق سے میری طرف آیا مگر ایک باوردی کرنل اس کے راستے میں کھڑا ہو گیا۔ صحافی کا چہرہ بجھ گیا اور وہ سر جھکا کر واپس چلا گیا۔

یہ صحافی ایک اور جرنیل کی طرف گیا تو ایک بریگیڈیر نے جس کا تعلق غالباً مسلح افواج کے محکمہ تعلقات عامہ سے تھا اس صحافی کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ میں سن نہ سکا کہ بریگیڈیر نے صحافی سے کیا کہا۔ میں نے صحافی کے چہرے پر غصہ دیکھا' اس نے کچھ کہا اور شامیانے سے باہر نکل گیا۔

بہت دنوں بعد جب دوست ملنے آنے لگے تو مجھے پتہ چلا کہ جس روز ہم پاکستان میں آئے تھے اس روز صحافیوں کو واہگہ مدعو کیا گیا تھا' انہیں شہر سے فوج کی مہیا کی ہوئی ٹرانسپورٹ میں واہگہ لے جایا گیا تھا۔ان میں دو یا تین غیر ملکی اخبار' رسالوں کے نمائندے بھی تھے۔میں جانتا ہوں کہ یہ غیر ملکی رپورٹرس شوق سے واہگہ گئے ہوں گے' انہیں معلوم تھا کہ آج جنگی قیدیوں کی آخری پارٹی آ رہی ہے اور اس میں جرنیل ہوں گے اور ان میں جنرل نیازی بھی ہوگا۔ان اخباری رپورٹروں کو توقع ہوگی کہ ان سے مشرقی پاکستان کے متعلق' قید میں بھارتیوں کے سلوک کے متعلق اور برصغیر کے آنے والے حالات کے متعلق کوئی تازہ مواد مل جائے گا۔

مجھے بتایا گیا کہ پاکستانی اور غیر ملکی صحافیوں کو واہگہ لے جا کر فوج کے محکمہ تعلقات عامہ کے ایک میجر نے الگ کھڑا کر لیا اور انہیں حکم کے لہجے میں ہدایات دیں کہ کسی بھی صحافی کو قید سے آئے ہوئے کسی فوجی افسر' خصوصاً کسی جرنیل کے ساتھ بات کرنے کی اجازت نہیں۔اس نے اخلاق اور آداب کو بالائے طاق رکھتے ہوئے کہا ''آپ لوگ محتاط رہیں' مجھے دوبارہ نہ کہنا پڑے۔''

یہ بات سنانے والے نے مجھے کہا کہ اس میجر کا لب ولہجہ ایسا تھا جیسے کوئی حوالدار اپنے سپاہیوں کو حکم سنا رہا ہو۔پاکستان کے صحافی تو ایسے سلوک کے عادی ہیں' انہیں ہر حکمران یہی کہتا ہے ''پریس آزاد ہے محتاط رہنا' مجھے دوبارہ نہ کہنا پڑے۔'' ہمارے صحافی فوراً سمجھ جاتے ہیں کہ اس آزادی کا مفہوم کیا ہے لہٰذا وہ محتاط رہتے ہیں۔ان کی حیثیت جمع تفریق اور ضرب تقسیم کرنے والی مشین کی سی ہے۔حکمران جو بٹن دباتے ہیں یہ مشین اس کے مطابق جواب دے دیتی ہے۔یہ مشین اپنے طور پر کچھ بھی نہیں کر سکتی مگر غیر ملکی صحافیوں کے ساتھ یہ سلوک پاکستان کے لئے نقصان دہ تھا۔

اس بات سے میرا مطلب یہ نہیں کہ غیر ملکی صحافی پاکستانی صحافیوں کی نسبت زیادہ باعزت ہوتے ہیں۔ میں بتانا چاہتا ہوں کہ غیر ملکی صحافیوں کے ساتھ ہمارا یہ رویہ پاکستان کو مشرقی پاکستان کے معاملے میں ساری دنیا میں ذلیل وخوار کر چکا تھا۔اس کی تفصیلات آگے چل کر سناؤں گا۔یہاں مختصراً بتاتا ہوں کہ جنرل ٹکا خان نے 25 مارچ 1971ء کی رات جب مشرقی

پاکستان میں ملٹری ایکشن شروع کیا تھا تو اس نے جنرل راؤ فرمان علی کے مشورے سے تمام غیر ملکی اخباری نمائندوں کو مشرقی پاکستان سے نکال دیا تھا۔ یہ صحافی بھارت چلے گئے۔ وہ دل میں غصہ لے کر گئے تھے جس میں وہ حق بجانب تھے۔ انہوں نے بھارت میں بھارتی ذرائع سے مشرقی پاکستان میں ملٹری ایکشن کے متعلق بے بنیاد اور مبالغہ آمیز اور شرمناک خبریں اپنے اخبار اور رسالوں کو بھیجنا شروع کر دیں۔ یہ بے بنیاد خبریں انہیں صحافیوں نے دی تھیں کہ مشرقی پاکستان میں پاکستان آرمی شہریوں کا قتل عام' لوٹ مار اور آبروریزی کا ارتکاب کر رہی ہے۔ حیرت اس پر ہے کہ اپنی حکومت کی طرف سے ان بے بنیاد خبروں کی تردید بھی نہ کی گئی۔

یہی حرکت اس روز واہگہ چیک پوسٹ پر کی گئی۔ پاکستانی صحافیوں کے ساتھ غیر ملکی صحافیوں کو بھی ہمارے ایک میجر نے بڑے روکھے لہجے میں حکم سنایا کہ وہ بھارت سے آنے والے کسی فوجی افسر سے بات نہیں کر سکتے۔

میں جانتا ہوں کہ محکمہ تعلقات عامہ کے اس افسر کو اوپر سے یہ حکم ملا ہوگا کہ کسی صحافی کو کسی جرنیل کے قریب نہ جانے دینا لیکن تعلقات عامہ کے افسروں کو خوش اخلاقی اور خوش گفتاری کی جو ٹریننگ دی جاتی ہے اس کا اسے پورا پورا خیال رکھنا چاہئے تھا لیکن مشکل یہ ہے کہ ٹریننگ کسی کے کردار اور ذہنیت کو نہیں بدل سکتی۔

صدیق سالک نے جو کتاب لکھی ہے اس میں ایک جگہ وہ لکھتا ہے کہ:

''اسے ایک بنگالی ایڈیٹر اپنے گھر لے گیا۔ مجھے ڈرائنگ روم میں بٹھا دیا گیا۔ میرا میزبان اور اس کی نو بیاہتا بیوی ساتھ والے صوفے پر براجمان تھے۔ میزبان چند لمحوں کی مہلت مانگ کر ہوٹل انٹر کانٹی نینٹل سے کسی مہمان کو لانے کے بہانے چلا گیا اور میں حسین کمرے میں حسین تر حسینہ کے ساتھ اکیلا رہ گیا۔ میں نے سوچا ان لمحوں کو خاموشی کی نذر کر دینا کفرانِ نعمت ہوگا' کیوں نہ چند میٹھی میٹھی باتیں ہو جائیں۔''

یہ حضرت ایسٹرن کمانڈ کے محکمہ تعلقات عامہ کے افسر تھے اور یہ ان دنوں ڈھاکہ کے ایک اخبار کے ایڈیٹر کے گھر کے حسین کمرے میں حسین تر حسینہ کے ساتھ میٹھی میٹھی باتیں کرنے جا بیٹھے تھے جب ملٹری ایکشن کے نام سے باقاعدہ خانہ جنگی شروع ہو چکی تھی۔ مشرقی پاکستان

پاکستانیوں کے ہی خون میں ڈوب رہا تھا اور پاکستان سیدھا شکست و ریخت کی گہری کھائی کی طرف جارہا تھا۔اس حضرت نے ایک کتاب لکھی جس میں اس نے میرے کردار اور جنرل شپ پر کیچڑ اچھالا۔معلوم نہیں کس کس کے گناہ میرے کھاتے میں لکھ دیئے گئے۔

میں بتا رہا تھا کہ ہم پاکستان آئے تو واہگہ چیک پوسٹ پر ہمیں اچھوتوں بلکہ خطرناک مجرموں کی طرح الگ بٹھا دیا گیا۔انگریزی کے ایک جریدے ''آؤٹ لک'' کی 25 مئی 1974ء کی اشاعت کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

''30 اپریل کے روز آخری قیدی پاکستان واپس آئے۔لیفٹیننٹ جنرل امیر عبداللہ نیازی نے سب سے آخر میں پاکستان کی زمین پر قدم رکھا' انہیں پریس کے نمائندوں سے ملنے کی ممانعت کر دی گئی' جنہیں بڑی شش و پنج کے بعد اور ایک باران کے پاس منسوخ کرنے کے بعد واہگہ چیک پوسٹ تک جانے کی اجازت دی گئی تھی۔یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ پریس کے نمائندوں کو بارڈر تک جانے ہی نہ دیا جائے۔وہ جنرل نیازی کو اچھی طرح دیکھ بھی نہ سکیں پھر اعلیٰ افسر جنرل نیازی کو وہاں سے چپکے سے کھسکا کر لاہور لے گئے۔اس کے بعد کچھ پتہ نہ چلا کہ وہ کہاں ہیں۔ظاہر ہے کہ وار کمیشن کے لئے وہ سب سے اہم (اسٹار) گواہ ہیں اور انہیں بہت کچھ کہنا ہے۔''

مجھے پریس کے نمائندوں سے دور رکھنے اور مجھے چپکے سے کھسکا کر لاہور لے جانے کا حکم دینے والوں کو مجھ سے یہی خطرہ تھا کہ مجھے بہت کچھ کہنا ہے' صرف مجھے نہیں ہر اس افسر اور جوان کو بہت کچھ کہنا ہے جو بے مائیگی اور کسمپرسی کی حالت میں لڑے' قید ہوئے اور جب انتقام کا جذبہ اور شکست کو فتح میں بدلنے کا عزم لے کر پاکستان میں داخل ہوئے تو انہیں مشتبہ اور مجرم سمجھا گیا۔

مجھے واہگہ سے لاہور چھاؤنی تک ہیلی کاپٹر میں لایا گیا۔لوگوں کو غالباً معلوم ہو گیا تھا کہ آج میں اور میرے جرنیل آرہے ہیں۔ڈوگری سے آگے کسی کو جانے کی اجازت نہیں تھی' وہاں سے لے کر چھاؤنی تک لوگ سڑکوں پر ہجوم کئے کھڑے تھے مگر مجھے ہیلی کاپٹر میں واہگہ لایا گیا۔

مجھے یہ توقع تھی کہ مغربی پاکستان کے لوگ اور یہاں کے حکمران بھارت کے خلاف

بھڑکے ہوں گے اور جب تمام جنگی قیدی پاکستان پہنچ جائیں گے تو قہر اور غضب سے فوج کی جنگی تیاریاں شروع ہو جائیں گی۔ ہمارا دن کا سکون اور رات کی نیند حرام کر دی جائے گی' مگر یہاں آ کر پتہ چلا کہ تیاریاں تو ہو رہی ہیں لیکن یہ بھارت کے خلاف نہیں بلکہ میرے جرنیلوں اور فوج کے خلاف ہیں۔قوم میں البتہ جذبہ موجود تھا' اب بھی موجود ہے۔اس وقت کی سرکار کی نیت کچھ اور تھی۔بھٹو پہلے ہی بھرے جلسے میں کہہ چکا تھا کہ وہ جو ایک ہزار سال تک لڑنے کی با ت کیا کرتا تھا وہ ایک محاورہ تھا۔

قوم کے جذبے کی آنچ مجھ تک قیدی کیمپ میں خطوں کے ذریعے پہنچتی رہی ہے۔ یہ خط صرف میرے عزیزوں کے نہیں تھے یہ قوم کے بیٹوں اور بیٹیوں کے خطوط تھے۔ یہ جذبات اور جذبوں سے بھرپور خط تھے۔سچ پوچھیئے تو یہ خطوط میری روح کی غذا تھے اور انہوں نے میری روح کو زندگی اور تقویت دی۔ میں کوشش کرتا رہا کہ سب کا جواب دوں لیکن خطوط کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ میں ہر خط کا جواب نہ دے سکا۔میں نے پاکستان آ کر دیکھا کہ قوم کے اس جذبے کو کس بے دردی سے کچلا جا رہا ہے اور فوج کو ذلیل کرنے اور یہ ثابت کرنے کی مہم چلائی جا رہی ہے کہ مشرقی پاکستان کی شکست سیاسی نہیں فوجی تھی۔

میں اپنی داستان سنانے سے پہلے ذرا اختصار سے بتا دیتا ہوں کہ یہ سازش کیا تھی۔ ایوب خان مرحوم نے 1958ء میں سارے ملک میں مارشل لاء نافذ کر کے ملک کو سیاسی لیڈروں کی پیدا کردہ تباہی سے بچا لیا تھا۔ ملک جس تباہی کا شکار ہو رہا تھا اس کی تفصیل بھیانک اور ہولناک ہے۔اسمبلیوں کے اندر وزراء اور ممبر حضرات اس طرح لڑتے تھے جس طرح سینما ہال کے اندر سب سے آگے والی کلاس کے شائقین لڑا کرتے ہیں۔ ہاتھا پائی ہوتی تھی' ایک دوسرے پر کرسیاں پھینکی گئیں' نوبت یہاں تک پہنچی کہ مشرقی پاکستان کی اسمبلی کے اجلاس میں ایسا ہی ایک معرکہ لڑا گیا جس میں ایک ممبر ہلاک اور کئی زخمی ہوئے۔

سکندر مرزا ملک کا صدر تھا لیکن عملاً حکومت اس کی بیوی اور پاکستان کے بین الاقوامی سمگلر کر رہے تھے۔کئی وزیر سمگلنگ میں ملوث تھے۔ان حالات میں جب پاکستان ریت کے گھروندے کی طرح بیٹھا جا رہا تھا ایوب خان نے مارشل لاء نافذ کر کے ملک کو تباہی سے بچا لیا۔

میں یہ ثابت نہیں کرنا چاہتا کہ ایوب خان مرحوم کی یا دوسرے لفظوں میں فوج کی حکومت بعد میں اچھی ثابت ہوئی یا نااہل--- میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ایوب خان نے یہ واضح کر دیا کہ ملک میں ایک اور طاقت بھی ہے جو کسی بھی وقت سیاسی پہلوانوں کو اکھاڑے سے اٹھا کر باہر پھینک سکتی ہے اور یہ بھی کہ ملک کو تخریب سے اور آپس کے خون خرابے سے صرف فوج بچا سکتی ہے۔

ایوب خان نے چار سال بعد مارشل لاء اٹھا کر شہری حکومت بحال کر دی اور جب ملک ایک بار پھر ہنگاموں اور بدامنی کی لپیٹ میں آ گیا تو فوج نے پھر مارشل لاء نافذ کر کے ملک کی حکومت سنبھال لی۔

میں یہ نہیں کہوں گا کہ یحییٰ خان کی فوجی اچھی تھی یا بری--- مجھے کہنا یہ ہے کہ دو مرتبہ مارشل لاء نافذ ہونے سے یہ ثابت ہو گیا کہ فوج سپریم پاور ہے اور ملک کی سلامتی کی امین۔ خود بھٹو جب اقتدار میں آیا تو اس نے اپنے پاؤں مضبوط کرنے کے لئے مارشل لاء کا ہی سہارا اور تحفظ لیا اور اس نے اسے ''عوامی مارشل لاء'' کہا۔

یہ تو ہمارے ہاں رواج ہے کہ جو بھی حکمران آیا اس نے پوری کوشش کی کہ اپنے آپ کو قوم پر تاحیات مسلط کئے رکھے۔ اس کوشش کی کامیابی کے لئے اس نے ناجائز حربے بھی استعمال کئے اور مخالفین کے قتل سے گریز نہ کیا۔

بھٹو بھی ان ہی حکمرانوں میں سے تھا۔ اسے اقتدار ملا تو اس نے مارشل لاء کی سپورٹ حاصل کئے رکھی اور اس کے ساتھ اس خطرے کو بھی سامنے رکھا کہ فوج اسے اقتدار سے محروم کر سکتی ہے' اس خطرے کو اس نے یوں کم کیا کہ جنرل ٹکا خان کو فوج کا سربراہ بنا دیا۔ جنرل ٹکا خان میں یہ وصف تھا کہ وہ حکمران کے ایسے حکم کی تعمیل کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے جو ملک و قوم کے لئے نقصان دہ ہو۔

پھر بھٹو کو اسی قسم کا ایک ریٹائرڈ جرنیل مل گیا جس کی وفاداریاں کسی اور سیاسی پارٹی کے ساتھ تھیں لیکن اس نے دیکھا کہ اقتدار کی کرسی بھٹو کے نیچے آ گئی ہے تو اس نے جنرل ٹکا خان کی رہبری اور مدد سے مشرقی پاکستان کے المیے پر ایک ضخیم کتاب لکھ ماری اور آخر میں حقائق کو توڑ مروڑ کر بے بنیاد استدلال اور منطق سے ثابت کیا کہ ملک میں لیڈر شپ کا ایسا بحران پیدا ہو

گیا تھا کہ ملک ڈوب چلا تھا' بھٹو نے آ کر لیڈر شپ کا یہ خلاء پر کیا اور ملک کا بیڑہ غرق ہونے سے بچ گیا۔

بھٹو نے اسے فوراً وزارت دفاع جیسے اہم اور نازک شعبے کا سیکرٹری بنا دیا اور کتاب سے اس نے جو دولت کمائی وہ الگ تھی۔ یہ کتاب سرکاری ذرائع سے چھپی تھی' سرکاری لائبریریوں اور مسلح افواج کی یونٹوں کو حکماً خریدنا پڑی۔

بھٹو کی ضرورت یہ تھی کہ فوج کو اس قدر کمزور کر دیا جائے کہ اس کے آمرانہ اقتدار کے لئے خطرہ بننے کے قابل نہ رہے' چنانچہ اس نے اعلیٰ فوجی عہدوں کی ترقی کا معیار اپنے عزائم کے مطابق کر دیا' اس کے ساتھ ہی اس نے فیڈرل سیکورٹی فورس بنانا شروع کر دی۔ باہر کے ممالک سے جدید ہتھیار منگوائے گئے جن کی ضرورت فوج کو تھی لیکن یہ سیکورٹی فورس کو دیئے گئے۔ یہ فورس ملک کے دفاع کے لئے نہیں اپنے اقتدار کے دفاع کے لئے تیار کی گئی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ اس فورس کو بوقتِ ضرورت اپنی فوج کے خلاف لڑنے کے لئے مسلح کیا جا رہا تھا۔ یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں' کوئی راز نہیں' آپ نے اخباروں میں فیڈرل سیکورٹی فورس کے ''کارنامے'' پڑھے ہوں گے۔

ستمبر 1965ء کی جنگ میں ہم نے فوجی نوعیت کی کوئی فتح یا کامیابی حاصل کی تھی یا نہیں یہ ایک الگ موضوع ہے البتہ پاکستان کو ایک بہت بڑی کامیابی حاصل ہوئی تھی وہ یہ تھی کہ قوم پر انکشاف ہوا کہ اس کی فوج صرف مارشل لاء لگانے اور پی ٹی پریڈ کرنے کے ہی کام نہیں آتی بلکہ دس گنا طاقتور دشمن کو سرحدوں پر ہی روک کر اس کے عزائم کو اسی کے خون میں ڈبو سکتی ہے اور اس فوج کے جوان گہرے زخموں کو اس لئے چھپا کر محاذ پر ہی رہتے ہیں کہ انہیں ہسپتال نہ بھیج دیا جائے۔

اسی طرح فوج پر یہ انکشاف ہوا کہ قوم جان و مال اور روح کی گہرائیوں سے فوج کے ساتھ ہے اور یہ قوم اپنی رگوں سے خون نکال کر اور اپنی بیٹیوں کے جہیز بھی اپنی فوج کی نذر کر سکتی ہے۔ یہ تھی ستمبر 65ء کی جنگ کی اصل فتح جو پاکستان نے حاصل کی تھی۔ قوم اور فوج کے درمیان خون کا بڑا ہی گہرا رشتہ پیدا ہو گیا۔ قرآن کے احکام کے مطابق قوم اور فوج سیسہ پلائی

ہوئی دیوار بن گئی۔

جنگ تو ختم ہو گئی' اعلانِ تاشقند بھی قوم پر مسلط ہو گیا۔فوج کے کارناموں کا اور شہیدوں کا ذکر ممنوع قرار دے دیا گیا۔ ریڈیو اور بعد میں ٹیلی ویژن پر جنگ ستمبر کے متعلق ہلکا سا اشارہ بھی جرم قرار دیا گیا لیکن قوم اور فوج میں جو گہرا رشتہ پیدا ہو گیا تھا وہ اور زیادہ گہرا ہو گیا۔فوج باعزت ادارہ بن گیا اور نوجوان فوج میں شامل ہونے کو ترجیح دینے لگے۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ستمبر کی جنگ کے تین سال بعد جب میں سیالکوٹ میں جی-او- سی تھا تو کاکول اکیڈمی سے بہت سے نوجوان پاس آؤٹ ہو کر میرے ڈویژن کی مختلف یونٹوں میں آئے۔ مجھے بتایا گیا کہ ان میں کئی لڑکے میڈیکل اور انجینئرنگ کالجوں میں زیر تعلیم تھے لیکن ستمبر کی جنگ کے بعد وہ فوج میں چلے آئے۔انہوں نے اس عقیدے کا اظہار کیا کہ ملک اور قوم کی طرف سے ان پر جو فرائض عائد ہوتے ہیں ان کی ادائیگی کا بہترین ذریعہ فوج میں شامل ہونا ہے۔

یہ صورتحال کسی بھی ایسے حکمران کے لئے موزوں نہیں ہوتی جسے اقتدار کی ہوس نے دیوانہ کر رکھا ہو۔ایسے حکمرانوں کی نگاہ میں ایمان اور ملک وملت کی آن کی کوئی وقعت اور اہمیت نہیں ہوتی۔ ایوب خان نے جہاں فوج کی بہت قدر کی وہاں قوم اور فوج کے دمیان ستمبر کی جنگ سے پہلے خلیج حائل کرنے کی بھی کوشش کی' جہاں کہیں سیاسی نوعیت کا ہنگامہ ہوا فوج کو بلا لیا گیا۔ میں ایسی کئی مثالیں پیش کر سکتا ہوں لیکن بات بہت لمبی ہو جائے گی۔ مجھے واضح یہ کرنا ہے کہ پاکستان کی ضرورت تو یہ تھی کہ قوم اور فوج اسی طرح سیسہ پلائی دیوار بنی رہے اور مائیں اپنے بیٹوں کو فوج میں بھیج کر فخر سے اس کے چرچے کریں مگر ہمارے حکمرانوں کی ضرورت اس کے بالکل الٹ تھی۔

ستمبر 1965ء کی جنگ کے بعد ہمارے دشمن نے ہماری فوج' فضائیہ اور بحریہ کی خوبیوں اور اپنی افواج کی خامیوں کا گہرا جائزہ لے کر اگلی جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں کیونکہ اس کے سامنے مقصد یہ تھا کہ پاکستان کو ختم کرنا ہے۔

بھارت میں انڈین آرمی کی ناکامی کی باقاعدہ انکوائری ہوئی' کئی جرنیل' بریگیڈیئر اور کرنل

نا اہل قرار دے کر فوج سے نکال دیئے گئے' بعض کے کورٹ مارشل بھی ہوئے۔ وہاں مسلح افواج کی نئی تنظیم کی گئی' نفری بڑھائی گئی اور بھارتی حکومت نے پاکستان دشمن ممالک سے اسلحہ بارود حاصل کرنا شروع کر دیا اور ٹینک اور طیارے بنانے کا انتظام اپنے ہاں کر لیا۔

جنگ کی دوسری بڑی ضرورت تخریب کار اور جاسوس ہوتے ہیں۔ بھارت نے اس ضرورت پر پوری توجہ دی اور اس کے لئے مشرقی پاکستان کا انتخاب کیا۔ یہ 1968ء کا ذکر ہے جب ایوب خان نے کہا تھا کہ مشرقی پاکستان میں بھارت کے کم وبیش 30 ہزار تربیت یافتہ کمانڈو اور گوریلے موجود ہیں۔

اگرتلہ سازش کیس جس میں مجیب الرحمٰن گرفتار ہوا تھا اسی عرصے کا واقعہ ہے' اگر آپ فوج کو انٹیلی جنس کی نگاہ سے دیکھیں تو بھارت نے مشرقی پاکستان کی جنگ' ستمبر 65ء کی جنگ کے نتائج دیکھ کر اسی وقت شروع کر دی تھی۔ یہ ایک زمین دوز حملہ تھا جو جاری رہا اور علیحدگی بلکہ خانہ جنگی کا زہر بنگالی قیادت کی رگوں میں جاتا رہا۔

بھارت کے اس زمین دوز محاذ کی تفصیلات آگے چل کر بیان کروں گا۔ یہاں میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جب ہمارا دشمن اس عزم کے ساتھ کہ پاکستان کو ختم کرنا ہے اپنے ملک کو اسلحہ خانہ اور فوجی کیمپ بنا رہا تھا' پاکستان میں فوج اور قوم کی سیسہ پلائی ہوئی دیوار میں شگاف ڈالنے کے لئے مختلف حربے استعمال ہو رہے تھے مگر اس وقت کے حکمران' افسر شاہی اور بھارت نواز عناصر کو پاک افواج کے خلاف کوئی ٹھوس الزام نہیں مل رہا تھا۔

یہ الزام بھٹو کو مل گیا اور یہ الزام بڑا ہی ٹھوس تھا۔ فوج نے مشرقی پاکستان میں ہتھیار ڈال دیئے تھے۔ سقوطِ مشرقی پاکستان سے قوم کو ڈبل صدمہ ہوئے' ایک یہ کہ آدھا ملک ہاتھ سے گیا اور دوسرا یہ کہ جس فوج پر قوم کو اتنا ناز تھا اور جسے قوم ناقابل تسخیر سمجھتی تھی اس سے ہتھیار ڈلوا لئے گئے۔

یقین کیجئے کہ قیدی کیمپ میں مجھے انڈین آرمی کے افسروں نے بتایا تھا کہ بھارت میں یہ خبر سچ نہیں مانی جا رہی تھی کہ پاک فوج نے ہتھیار ڈال دیئے ہیں۔ بھارتیوں کو معلوم نہیں تھا کہ مشرقی پاکستان میں پاکستان آرمی کو کیسے حالات میں کیسی کیفیت میں لڑایا گیا۔ یہ اپنی قوم کو

بھی معلوم نہیں تھا اس لئے قوم کی حیرت بجا تھی کہ مغربی پاکستان کے محاذ پر پاک فوج نے کوئی کامیابی حاصل کرنے کے بجائے ایک پوری تحصیل اور راجستھان سیکٹر میں 3 ہزار مربع میل علاقہ دشمن کو دے دیا اور مشرقی پاکستان میں ہتھیار ڈال دیئے اگر مجھے کوئی بتائے کہ اپنی فوج کی ایسی بری ناکامی دیکھ کر قوم پر خوف طاری ہو گیا تھا تو میں اسے سچ مانوں گا۔

قوم خوفزدہ ہوئی یا نہیں البتہ ایک سوالیہ نشان مجروح پاکستان کی فضا میں منڈلانے لگا اس ناکامی کا باعث کیا تھا؟----اس کا ذمہ دار کون ہے؟---- مگر قوم کو کہیں سے بھی جواب نہیں مل رہا تھا۔ یہ تھا وہ نادر موقع جب پاک فوج کے وقار کو قوم کی نظروں میں ختم کیا جا سکتا تھا۔

یحییٰ خان نے اقتدار بھٹو کی پارٹی کے حوالے کر دیا' میں کسی ٹھوس ثبوت کے بغیر بھٹو پر بھارت نوازی کا الزام عائد نہیں کرتا لیکن فوج کے معاملے میں اس نے جس کردار کا مظاہرہ کیا اس سے بھارت کے پاکستان دشمن کردار کو تقویت ملتی تھی۔ بھارتی لیڈر بھی یہ چاہتے تھے کہ پاکستانی قوم اور فوج کا اتحاد ٹوٹ جائے اور پاکستانیوں کو اپنی فوج پر اعتماد نہ رہے' یہی منشا بھٹو کا تھا۔ اس کا مقصد میں پہلے واضح کر چکا ہوں کہ وہ فوج کو اتنا کمزور اور ناقابلِ اعتماد بنا دینا چاہتا تھا کہ اس کی حکمرانی کے لئے خطرہ نہ بن سکے۔

سب سے پہلے سرکاری اخباروں میں مضامین چھپوائے جانے لگے جن میں یہ ثابت کیا جا رہا تھا کہ سقوط مشرقی پاکستان فوجی شکست ہے اور ملک کے دو ٹکڑے فوج نے کرائے ہیں۔

''پاکستان ٹائمز'' میں ایک صاحب نے دسمبر کی جنگ کا تجزیہ پیش کیا جس میں پاک فوج کو کرائے کے قاتلوں کی فوج کہا گیا۔ میں تو اس وقت قید میں تھا کوئی جواب نہیں دے سکتا تھا۔ یہ اخبار بھارت میں بھی جاتے تھے اور بھارت کے فوجی افسران اخبار جنگی قیدیوں کو دکھاتے اور طنزیہ یہ باتیں کرتے تھے' وہ بہت خوش ہوتے تھے کہ پاکستان کے اخبار ان کے عزائم اور مقاصد کی تکمیل کر رہے ہیں۔

مجھے بعد میں بھٹو کے ذاتی اخبار ''مساوات'' کا دسمبر 1971ء کے کسی روز کا ایک پرچہ دکھایا گیا جس میں جنگ کے دوران ایک ایڈیٹوریل فوج کے خلاف لکھا گیا تھا۔ اس میں اس قسم کی مضحکہ خیز بات بھی لکھی گئی تھی کہ صرف سپاہی لڑ رہے تھے' کمپنی کمانڈر رات کو قریبی شہروں میں

شراب پیئے چلے جاتے ہیں۔ایڈیٹر نے یہ لکھتے وقت یہ بھی نہ سوچا کہ کمپنی کمانڈر یونٹ کا سب سے چھوٹا افسر ہوتا ہے اور جنگ میں وہ بے چارہ سب سے اگلے مورچوں میں ہوتا ہے جہاں سے وہ پیچھے آنا بھی چاہے تو گولیوں اور گولوں کی بارش میں سے گزر کر وہ ایک رات میں اپنے بریگیڈ ہیڈ کوارٹر تک نہیں پہنچ سکتا۔

میں تمام اخباروں اور رسالوں کے مضامین کے اقتباسات پیش نہیں کر سکتا' آپ یہ پڑھتے رہے ہیں' اس کے علاوہ زبانی پراپیگنڈا بھی شروع کر دیا گیا۔ میں واپس آیا تو مجھے بتایا گیا کہ ہر جگہ یہی ایک آواز سنائی دیتی ہے کہ جنرل نیازی لڑتا ہوا مر جاتا' ہتھیار نہ ڈالتا۔

براہ کرم مجھے پس منظر کی پوری وضاحت کر لینے دیجئے اور میں جس مقصد کے لئے یہ داستان سنا رہا ہوں اسے سمجھنے کی کوشش کریں۔ میں پوری تفصیل سے بتاؤں گا کہ ہتھیار ڈالنے کا ڈرامہ کس طرح کھیلا گیا اور اس کے بعد اس کی ذمہ داری فوج پر کس طرح عائد کی گئی۔

یہ داستان سنانے سے میرا یہ ہرگز مقصد نہیں کہ میں اپنے آپ کو بری الذمہ قرار دینا چاہتا ہوں یا میں دوسروں پر لعنت ملامت کر کے اپنے آپ کو بے قصور ثابت کرنا چاہتا ہوں' الزامات کے جواب میں الزام تراشی بھی نہیں کرنا چاہتا اور میں سقوطِ مشرقی پاکستان کو اپنے ذاتی وقار کا معاملہ بھی نہیں بنانا چاہتا' نہ ہی میرا ارادہ ہے کہ اپنے ضمیر سے بوجھ اتار کر کسی اور کے ضمیر پر ڈال دوں اور فارغ ہو بیٹھوں۔ یہ پاکستان کی بقاء اور وقار کا معاملہ ہے۔

سقوطِ مشرقی پاکستان اور مغربی محاذ پر ہماری ناکامی ہم سب کے ضمیر میں اترا ہوا کانٹا ہے۔اس ذمہ داری سے نہ کوئی سیاسی لیڈر بری ہو سکتا ہے' نہ کوئی جرنیل۔ اطمینان اور سکون مجھے اس وقت بھی نہیں ہوگا جس وقت ساری قوم مجھے کہہ دے گی کہ نیازی شکست کی ذمہ دار فوج نہیں۔ میں جب تک پاکستان کی خاک کا قرض ادا نہیں کر دوں گا میں سکون کی نیند نہیں سو سکوں گا۔ میں جب تک مشرقی پاکستان کی جنگ کے شہیدوں کے لہو کا خراج نہیں دے چکوں گا اپنے ضمیر کو مطمئن نہیں کر سکوں گا۔

آپ بھارت کی جنگی قید سے آنے والے کسی بھی افسر یا جوان کے دل کی دھڑکنیں سنیں تب ہی آپ کو پتہ چلے گا کہ ان کے جذبے کیسے اور ارادے کیا ہیں مگر یہاں الزام تراشیاں اور

جذبوں کو کچلنے کی کوششیں شروع ہوگئیں' اس کے لئے جو طریقے اختیار کئے گئے ان میں صرف مجھے ہی نہیں بلکہ پوری فوج کو بدنام کیا گیا' ادھر دشمن نے پراپیگنڈا کیا کہ مشرقی پاکستان میں پاکستان آرمی بنگالیوں کے قتل عام' وسیع پیمانے پر آبروریزی اور لوٹ کھسوٹ کی مرتکب ہوئی ہے۔ پاکستان میں بھی ہمارے بعض قلمکاروں اور درباری ایڈیٹروں نے دشمن کے اسی پراپیگنڈے کو سچ ثابت کرنے کی مذموم کوشش کی جبکہ ضرورت یہ تھی کہ دشمن کے اس جھوٹے پراپیگنڈے کا منہ توڑ جواب دیا جاتا۔

اس پراپیگنڈے کی حقیقت دشمن کے ذہن میں کیا تھی؟

اس کا جواب ایک بھارتی جرنیل پیلت نے اپنی کتاب میں ان الفاظ میں دیا ہے۔

مشرقی پاکستان میں ہماری کامیابی میں کچھ اخلاقی عناصر بھی کارفرما تھے' جن میں قابل ذکر یہ ہے کہ بھارت نے پاکستان آرمی کے خلاف لوٹ مار' آبروریزی' قتل عام اور انسانی تشدد کا پراپیگنڈا اس قدر بڑھ چڑھ کر کیا تھا کہ مشرقی پاکستان میں پاکستان آرمی کے سب سے بڑے افسر سے لے کر معمولی سپاہی تک کی قدرومنزلت بحیثیت انسان ہر کسی کی نظروں میں ختم ہو گئی تھی۔ اس پراپیگنڈے سے انہیں انسانیت کے درجے سے خارج کر دیا گیا تھا۔

اس کے ساتھ ہی بھارت کا یہ جرنیل ان الفاظ میں پاکستان آرمی کے جذبے کے متعلق لکھتا ہے ''جہاں تک لڑائی کا تعلق ہے ان (پاکستان آرمی) کی یونٹیں اور بریگیڈ غضب اور قہر سے لڑے۔''

پراپیگنڈے کا اصول ہے کہ کوئی انسان جتنا عظیم ہو اس پر اتنا ہی گھٹیا الزام عائد کرو اور پراپیگنڈے کو اتنی بلند آواز میں اور اتنا زیادہ دہراؤ اور دہراتے چلے جاؤ کہ تم خود قائل ہو جاؤ کہ تم جو جھوٹ بول رہے ہو وہ سو فیصد سچ ہے۔

بھارتیوں کے اس بے بنیاد پراپیگنڈے کو ان غیر ملکی رپورٹروں اور وقائع نگاروں نے تقویت دی جنہیں ملٹری ایکشن کے ساتھ ہی مشرقی پاکستان سے نکال دیا گیا تھا۔ اس کا اعتراف اس کتاب میں موجود ہے جو میرے خلاف لکھوائی گئی' اس میں لکھا ہے:

''غیر ملکی ذرائع ابلاغ عامہ نے یہ اعدادوشمار بڑھا کر بیان کئے ہیں تو اس کی ایک وجہ یہ ہے

کہ انہیں (غیر ملکی رپورٹروں کو) راولپنڈی میں بیٹھے ہوئے اربابِ عقل ودانش نے 26
1971ء کو مشرقی پاکستان سے نکال دینے کا حکم دیا تھا۔ ان میں سے اکثر صحافی کلکتہ جا کر
گئے جہاں وہ سیاحوں کی غیر مصدقہ خبروں اور بھارتی حلقوں کے تخمینوں پر انحصار کرنے
لگے۔ مجھے یقین ہے اگر ان صحافیوں کو مشرقی پاکستان میں رہنے دیا جاتا تو حالات اتنے گھمبیر
نظر نہ آتے جتنے انہوں نے دور بیٹھ کر رنگ آمیزی کر کے دنیا کے سامنے پیش کیے ---ڈھاکہ
سے غیر ملکی نامہ نگاروں کو نکالنے کا فیصلہ پاکستان کو بہت مہنگا پڑا' انہوں نے باہر جا کر مشرقی
پاکستان کے متعلق طرح طرح کی خبریں تخلیق کرنا شروع کر دیں جن میں بیشتر مبالغے یا غیر
مصدقہ اطلاعات پر مبنی ہوتی تھیں' ان سے یہ تاثر پیدا ہوتا تھا کہ پاکستانی فون معصوم اور نہتے
بنگالیوں کو ناحق موت کے گھاٹ اتار رہی ہے۔''

یہ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ غیر ملکی اخباری نمائندوں کو مشرقی پاکستان سے نکالنے کا فیصلہ
راولپنڈی سے نہیں آیا تھا یہ فیصلہ جنرل فرمان علی اور جنرل ٹکا خان کا تھا۔ میں نے جب وہاں جا
کر غیر ملکی اخباری نمائندوں کو واپس بلایا تھا تو مجھے راولپنڈی والوں نے نہیں روکا تھا۔

ان اعداد وشمار اور پاک فوج پر الزامات کی تردید ایک مشہور بھارتی صحافی خشونت سنگھ نے
تفصیل سے کی ہے جو نیو یارک ٹائمز میگزین میں جنوری 1972ء میں شائع ہوئی۔ امریکہ کے
ایک اخبار لاس اینجلس ٹائمز کے رپورٹر ولیم۔ جے۔ ڈرومنڈ کا آنکھوں دیکھا حال اس اخبار میں
1972ء میں شائع ہوا تھا جب مشرقی پاکستان بنگلہ دیش بن چکا تھا۔ سب سے زیادہ دلچسپ
اور سچائی سے پردے اٹھانے والا وہ انٹرویو تھا جو بین الاقوامی شہرت یافتہ اطالوی نامہ نگار خاتون
اوریانا فلاسی نے شیخ مجیب الرحمٰن کا لیا تھا جب وہ بنگلہ دیش کا بادشاہ اور ''بنگہ بندھو'' بن چکا تھا۔

ان تمام غیر ملکی صحافیوں نے جو سب ان ممالک سے تعلق رکھتے ہیں جو مشرقی پاکستان کو بنگلہ
دیش بنانا چاہتے تھے۔ بنگلہ دیش میں گھوم پھر کر اور بھارت کے ان کیمپوں میں جا کر جہاں
مشرقی پاکستان کے پناہ گزین رکھے گئے تھے' اپنی رپورٹیں مرتب کی تھیں اور پاکستان آرمی کو قتل
عام اور آبروریزی سے بری الذمہ قرار دیا ہے مگر پاکستان میں یہ پراپیگنڈا کیا گیا کہ پاکستان
آرمی نے ان گناہوں کا ارتکاب کیا ہے۔

یہاں میں یہ عرض کردوں کہ یہ الزامات اس عرصہ کے ہیں جب وہاں جنرل ٹکا خان کا دور حکومت تھا اور میں ابھی مغربی پاکستان میں تھا۔ غیر ملکی صحافیوں کو مجھ سے پہلے نکالا جا چکا تھا' میرا ان الزامات سے کوئی تعلق نہیں ہونا چاہئے لیکن جس فوج پر گھٹیا الزامات تھوپے گئے وہ میری فوج تھی' میری عزت اسی فوج سے وابستہ تھی (اور اب بھی یہ وابستگی موجود ہے) مجھے کوئی گالی دے تو برداشت کرلوں گا' پاکستان آرمی کے خلاف معمولی سی بے ہودہ بات بھی میرے لئے ناقابل برداشت ہے۔ اندرا گاندھی نے سقوطِ مشرقی پاکستان کے بعد کہا تھا ''ہم نے پاکستان آرمی کا Image توڑ دیا ہے اور ایک نظریئے (دوقومی نظریہ) کو شکست دی ہے۔''

میں پاکستان آرمی کے Image اور دوقومی نظریئے کا دفاع کر رہا ہوں اور میں للکار کر کہتا ہوں کہ پاکستان آرمی کا Image مورال اور قومی جذبہ نہ اس وقت مجروح ہوا تھا جب ہمارے تین ڈویژن انتہائی بے مائیگی اور کسمپرسی کی حالت میں دس گیارہ ڈویژنوں کے خلاف دشمن کے 10 لڑاکا بمبار سکواڈرنوں کی بمباری اور راکٹنگ میں زندگی اور موت کا معرکہ لڑ رہے تھے' نہ ہمارا مورال اور جذبہ آج بھی مجروح ہے۔

پاکستان میں بھی یہی کوشش ہوتی رہی ہے۔ ان کوششوں سے ہمارے دشمن کا اور بھٹو کا جو مقصد تھا وہ میں واضح کر چکا ہوں' یہاں میں ایک اور عنصر کا ذکر بھی ضروری سمجھتا ہوں۔ یہ چند ایک ان سیاسی پارٹیوں کے لیڈر تھے جنہیں 1970ء کے انتخابات میں پیپلز پارٹی کے مقابلے میں شکست ہوئی تھی۔ ادھر مشرقی پاکستان میں مجیب الرحمٰن کی عوامی لیگ نے طوفانی کامیابی حاصل کرلی' لہٰذا توقع یہ تھی اور ہونا بھی ایسے ہی چاہئے تھا پاکستان کا وزیراعظم مجیب اور اس کی پارٹی برسراقتدار تھی۔ وزارتوں کے امیدوار جو ہاری ہوئی پارٹیوں سے تعلق رکھتے تھے مجیب کے ہاں چوری چھپے پہنچنے لگے' بجائے اس کے کہ مجیب کو وہ علیحدگی کی تحریک سے باز رکھتے' اس کے ساتھ ہر طرح کے تعاون کے عوض وزارتوں کی سودے بازی کرنے لگے۔ مجیب استادوں کا استاد تھا وہ بھارت کا ایجنٹ تھا اس کے دل میں کچھ اور تھا۔

سقوطِ مشرقی پاکستان کے بعد مغربی پاکستان کے ان سیاسی لیڈروں نے بھی اپنی درپردہ کارستانیوں پر پردہ ڈالنے کے لئے فوج کو ذلیل کرنا شروع کردیا۔

انتخابات کے بعد سب دیکھ رہے تھے کہ مشرقی پاکستان میں بغاوت کا لاوا پک رہا ہے' اس وقت ضرورت یہ تھی کہ یہ تمام پارٹیوں کے لیڈر خواہ وہ ہارے ہوئے تھے یا جیتے ہوئے' اکٹھے ہو کر کوئی ایسا سیاسی حل نکالتے جس سے ملک دو ٹکڑے نہ ہوتا' مگر ہر کسی کی نظر وزارت کی کرسی پر تھی۔ اس کرسی کی خاطر وہ آدھے ملک کو قربان کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ بھٹو نے اعلانیہ کہہ دیا تھا: ''ادھر تم ادھر ہم''

فوج کو ذلیل کرنے کا ایک اور گھناؤنا طریقہ اختیار کیا گیا' وہ یہ تھا کہ ہتھیار ڈالنے کی تقریب کی کسی ملک کے ٹی وی نے فلم بنالی تھی۔ بھٹو نے یہ فلم حاصل کی۔ پہلے تو یہ ٹکڑوں میں کبھی کبھی خبروں کے ساتھ دکھائی جاتی رہی۔ میں جب بھارت سے واپس آیا تو مجھے بتایا گیا کہ جب جنگی قیدیوں کی واپسی شروع ہوئی تو ایک روز اچانک (یعنی ٹی وی نے اس پروگرام کا پہلے کوئی اعلان نہ کیا) یہ پوری فلم اپنے ٹی وی پر دکھائی گئی۔ ذرا غور فرمائیے کہ اس فلم کی ترتیب کیا تھی۔ پہلے مجھے دکھایا گیا' میں غیر ملکی اخباری نمائندوں سے باتیں کر رہا تھا' میں کہہ رہا تھا کہ میں آخری سپاہی تک لڑوں گا اور بھارتی ٹینک میرے سینے سے گزر کر ڈھاکہ میں داخل ہوں گے۔

اس کے بعد ایک بھارتی کرنل دکھایا جو پاکستان آرمی کی لڑنے کی اہلیت اور جذبے کا مذاق اڑا رہا تھا۔ اس کے بعد مجھے دکھایا گیا کہ میں ہتھیار ڈالنے کی دستاویز پر دستخط کر رہا ہوں۔

آپ نے یہ فلم دیکھی ہوگی اگر آپ سچے پاکستانی ہیں تو آپ نے کیا تاثر لیا ہوگا؟ آپ نے یہ تو سوچا ہوگا کہ یہ فلم جو پہلے خبروں کے ساتھ دکھائی جا چکی ہے اب پھر کیوں دکھائی گئی اور اس میں یہ بھارتی کرنل کیوں دکھایا گیا؟

اس فلم کے ٹکڑے جب 1972ء میں ٹی وی پر دکھائے گئے تھے تو اخباروں میں اس پر بہت لے دے ہوئی تھی' لوگوں نے اسے پسند نہیں کیا تھا' یہاں تک کہ اس وقت کے وزیر (بھٹو کے سوہنے منڈے) عبدالحفیظ پیرزادہ کو ایک بیان دینا پڑا۔ اس نے کہا تھا کہ ہمیں شتر مرغ کی طرح سر ریت میں چھپا کر حقیقت سے نظریں نہیں پھیرنی چاہئیں۔ اس نے یہ بھی کہا کہ مجھے ایسی کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ ہم حقیقت کو سامنے نہ لائیں۔

بھٹو پانچ سال حقیقت سے شتر مرغ کی طرح منہ چھپاتا رہا۔ ٹی وی پر یہ فلم دکھانے سے

اس کا مقصد یہی تھا کہ کمیشن کی رپورٹ کے بجائے لوگ یہ فلم دیکھ کر سمجھ لیں کہ کمیشن کی رپورٹ میں بھی یہی کچھ ہوگا۔

اس کمیشن کے سامنے میری حیثیت ایک پارٹی کی تھی۔ مجھے مشتبہ کہہ لیں لیکن حکومت چونکہ بھٹو کی تھی اور تمام تر ذرائع ابلاغ اس کے قبضے میں تھے اس لئے اس نے اخلاقیات اور قانون کی خلاف ورزی کرتے ہوئے مجھے اور فوج کو ذلیل و رسوا کیا اور یوں لوگوں کی توجہ حمود الرحمن کمیشن سے ہٹانے کی کوشش کرتا رہا۔

پاکستان میں نہ درباری قلمکاروں اور صحافیوں کی کمی ہے نہ بھارت کے ایجنٹوں کی--- یہاں روس کے ایجنٹ بھی موجود ہیں۔ انہوں نے بھٹو کے پراپیگنڈے میں خوب جان ڈالی۔ بھارت کے ایجنٹ جو ہندو اور سکھ نہیں بلکہ پاکستانی مسلمان ہیں اور صحافت اور ادب کے میدان کے کھلاڑی ہیں وہ سرگرم ہو گئے۔ انہوں نے زبانی بھی' تحریروں میں اور ادبی حلقوں کی محفلوں میں تقریروں میں بھی پاکستان آرمی کو خوب بدنام کیا۔ دشمن کے تحریب کاروں کے لئے ہماری حکومت کی پیدا کی ہوئی یہ فضا سازگار تھی۔

ہمارے لوگوں کی بدقسمتی یہ ہے کہ اکثریت کوری ان پڑھ اور کم فہم ہے لیکن لوگ ملی جذبے اور تجسس سے خالی نہیں' وہ ڈھکی چھپی باتیں جاننا چاہتے ہیں جو انہیں کوئی نہیں بتاتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انہیں کہیں سے ذراسی بات معلوم ہوتی ہے تو اسی کو سچ سمجھ کر اس میں اپنے جذبات اور اپنی سوچوں کے مطابق اضافے کرتے اور سب کو سناتے پھرتے ہیں' چنانچہ ان کے کانوں میں جو کچھ پڑتا رہا وہ اسی کو سچ سمجھتے رہے۔

پڑھے لکھے لوگوں پر اخبار رسالے اثر انداز ہوتے رہے۔ یہ ایک طرف کی آواز تھی۔ جنگی قیدیوں کی سننے والا کوئی نہ تھا۔ حد یہ کہ فوج کا سربراہ جنرل ٹکا خان تھا۔ میرے اس جرنیل بھائی نے بھی اپنی فوج کے وقار کا تحفظ نہ کیا حالانکہ ملٹری ایکشن اسی نے شروع کیا تھا اور اسے معلوم تھا کہ وہاں سیاسی اور جنگی صورتحال کیا تھی اور یہ بھی کہ اس کا حل فوجی نہیں سیاسی تھا۔ جنرل ٹکا خان کا ملٹری ایکشن پاکستان آرمی کو شکست کے راستے پر ڈال آیا تھا۔ اس نے دوستوں کو بھی دشمن بنا دیا تھا۔ اسے چاہئے تھا کہ بھٹو کے اقتدار میں آنے کے بعد صحیح صورتحال سے آگاہ کرتا

مگر اس کے اپنے ضمیر میں جو کانٹا اترا ہوا تھا وہ اسے بولنے نہیں دیتا تھا۔

میرے خلاف اور ایسٹرن کمانڈر کے جرنیلوں اور فوج کے خلاف پراپیگنڈے میں ایک اور اضافہ اس وقت ہوا جب میں نے بعض افسروں کو نااہلی یا فرض ناشناسی کے جرائم میں ایسٹرن کمانڈر سے نکال کر مغربی پاکستان بھیج دیا اور ان کے خلاف رپورٹیں بھی بھیجی۔ انہوں نے یہاں آ کر اپنی لغزشوں پر پردہ ڈالنے کے لئے اپنے ان بالائی افسروں کو رسوا کرنا شروع کر دیا جنہوں نے ان کے خلاف رپورٹیں بھیجی تھیں۔ یہ غیر ذمہ دار افسروں کا گروہ تھا جنہوں نے قومی وقار کو ذاتی وقار پر قربان کر دیا۔

اسی پراپیگنڈے کے سلسلے میں ''پاکستان ٹائمز'' میں ایک اور مضمون شائع ہوا جس میں لکھا گیا کہ دوسری جنگ عظیم کے دوران 1942ء میں جاپانیوں نے برما پر حملہ کیا تو رنگون بہت تیزی سے فتح ہو گیا۔ انگریزوں کی فوج وہاں سے اکیاب آ گئی' جہاں سے چٹاگانگ' کومیلا اور کلکتہ تک پہنچ گئی۔ مضمون نویس نے لکھا ''اگر رنگون سے چٹاگانگ آیا جا سکتا ہے جیسا کہ (دسمبر 1971ء کی جنگ میں) ہزاروں پاکستانی جن میں ایک میجر جنرل بھی تھا اُدھر چلے بھی گئے تھے۔''

اس مضمون میں قوم کو بتایا گیا تھا کہ جنرل نیازی ہتھیار نہ ڈالتا' اس کے بجائے اپنی فوج کو ساتھ لے کر برما چلا جاتا اور وہاں سے پاکستان آ جاتا۔

یہ مضمون اس قابل نہیں کہ اس کا حوالہ دیا جائے۔ میں اس کا ذکر اس لئے لے بیٹھا ہوں کہ آپ پر واضح کر دوں کہ فوج کے خلاف پراپیگنڈے کی مہم میں کیسی کیسی بے پر کی اڑائی گئی اور کیسی کیسی جاہلانہ باتیں لکھی گئی ہیں۔ اس مضمون کے مصنف محسن علی برکی اور اس قبیل کے دیگر مضمون نویسوں نے اور اس انگریزی اخبار کے ایڈیٹر نے یہ سوچنے کی ضرورت ہی نہ سمجھی کہ اخبار چونکہ انگریزی کا ہے اور یہ غیر ملکی بھی پڑھتے ہوں گے اور وہ پاکستان کی صحافت اور لکھنے اور لکھوانے والوں کی عقل کے متعلق کیا رائے دیتے ہوں گے مگر یہ ان بے چاروں کی روزی کا معاملہ تھا۔ اپنا اپنا پیشہ ہے۔ فوجی ملک کے لئے جان کی قربانی دیتا ہے اور اس ملک کا صحافی بے پر کی اڑا کر حاکم وقت کی خوشنودی حاصل کر لیتا ہے۔

اس مضمون نویس نے ہتھیار ڈالنے کی مذمت کی اور میدان سے بھاگ نکلنے کو بہتر اقدام کہا ہے' اگر میں ایسے ہی کرتا تو یہی مضمون نویس اور یہی اخبار مجھے بھگوڑا کہتے اور اسی طرح ذلیل و رسوا کرتے جس طرح انہوں نے کیا اور کر رہے ہیں --- لیکن میں نے اپنی فوج کے ساتھ یا اکیلے یا دو چار جرنیلوں کے ساتھ کسی طرف نکل جانے کا سوچا بھی نہیں تھا' ہم لڑنے گئے تھے' لڑ رہے تھے اور ہمیں لڑنا تھا مگر اسلام آباد کے بادشاہوں نے 13 دسمبر 1971ء سے ہی مجھے احکام بھیجنا شروع کر دیئے کہ میں بھارتی فوج کے آگے جھک جاؤں۔

میں برما کی طرف نکل جانے کو اتنا جاہلانہ مشورہ سمجھتا ہوں کہ اس کا جواب دینا مجھے گوارا نہیں' البتہ ایک کرنل کا حوالہ دیتا ہوں۔ یہ کوئی ریٹائرڈ کرنل اسلم ہے جس نے اس مضمون کے مصنف کو خط کے ذریعے جواب دیا تھا۔ یہ خط ''پاکستان ٹائمز'' میں شائع ہوا تھا جس میں کرنل اسلم نے میدان جنگ سے فرار ہونے کی صورت واضح کی ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ جنگی قید سے بھاگنا اور بھاگنے کی کوشش ہر افسر اور جوان کا حق بھی ہے اور فرض بھی مگر ایک فوجی افسر جنگ کے دوران محض یہ سوچ کر فرار ہو جائے کہ اسے جنگی قیدی بنا لیا جائے گا تو فوج کے قواعد و ضوابط کے مطابق اس کے متعلق یہ کہا جائے گا کہ وہ اپنے فرض سے اور اپنے ٹروپس کی کمانڈ سے مفرور ہوا' یعنی لڑتے ہوئے قید ہو جاتا معیوب نہیں' قید کے تصور سے لڑنے سے منہ پھیر لینا اور بھاگ نکلنا جرم ہے۔

کرنل اسلم نے اپنے خط میں مسٹر محسن علی سے پوچھا کہ وہ اسے باعزت سمجھتے ہیں جو اس خیال سے بھاگ اٹھا کہ قید ہونے کا امکان ہے یا اسے جس نے بھاگ نکلنے کا راستہ موجود ہونے کے باوجود اپنے جونیئر افسروں اور جوانوں کا ساتھ نہ چھوڑا؟

یہ میں بتا چکا ہوں کہ کتابیں لکھوانے کا اہتمام بھی کیا گیا۔ سرکاری ذرائع سے' سرکاری اخراجات پر کتابیں لکھوائی گئیں' پھر یہ وبا بن گئی' سنی سنائی باتوں پر کتابیں اور فیچر لکھے جانے لگے۔

یہی کیفیت ہر کتاب کی ہے' چونکہ یہ کتابیں اور یہ انٹرویوز اور مضامین کسی اور نیت سے لکھوائے گئے اور ان میں قومی جذبہ اور خلوص نہیں اس لئے حقائق اور اعداد و شمار کو اور حالات و

واقعات کو اپنی نیت اور ارادوں کے مطابق توڑ مروڑ کر اور مسخ کر کے بیان کیا گیا۔

ہم سب کا مقصد یہ ہونا چاہئے تھا کہ سیاسی میدان میں ہم سے جو کوتاہیاں اور بے پرواہیاں ہوئیں ان کا جائزہ لیتے‘ اس کے ساتھ ہی فوجی لیڈر ان احوال وکوائف کا جائزہ لیتے جنہوں نے مجھے ہتھیار ڈالنے پر مجبور کیا اور ایسا لائحہ عمل تیار کرتے جو مغربی پاکستان کا دفاع مضبوط ہو جاتا اور یہاں بھی وہ حالات پیدا نہ ہو جاتے جو مشرقی پاکستان کو لے ڈوبے۔

میں نے ہتھیار جو ڈالے تھے یہ بزدلی کا مظاہرہ نہیں تھا‘ اس کی وجہ یہ بھی نہیں تھی کہ میرا یا میرے ٹروپس کا جذبہ مر گیا تھا۔

میں یہاں مختصراً عرض کر دیتا ہوں کہ یہ حالات 1971ء میں پیدا نہیں ہوئے تھے۔ بنگالیوں میں علیحدگی کی تحریک 1971ء میں اچانک نہیں بھڑک اٹھی تھی۔ ان میں مغربی پاکستان سے بیزاری قائداعظم کی وفات کے فوراً بعد پیدا ہو گئی تھی جس کی طرف توجہ نہ دی گئی‘ ان کے ساتھ ہر حکمران نے ایسا رویہ اختیار کیا کہ بیزاری بغاوت کی صورت اختیار کر تی گئی۔

مجھے یہ خیال بھی آتا ہے کہ سقوط مشرقی پاکستان پر کتابیں اور مضامین لکھنے والے سب سے بڑے عنصر کو گول کر گئے ہیں جو غالباً دانستہ کیا گیا ہے۔ یہ عنصر بھارت ہے جس نے پاکستان بننے کے فوراً مشرقی پاکستان کے لوگوں کو اپنے زیر اثر لینے کی مہم شروع کر دی تھی۔ بھارت کی پراپیگنڈا مشینری نے بڑی خوبی سے مشرقی پاکستانیوں کے دلوں میں مغربی پاکستانیوں کے خلاف نفرت پیدا کی۔ ہمارے دشمن نے وہاں کے سکولوں‘ کالجوں اور دینی مدرسوں تک کو اپنے زیر اثر کر لیا۔ وہاں بنگالی زبان کے نصابی قاعدوں میں اس قسم کے فقرے تھے۔

”رام اچھا لڑکا ہے.... رحیم برا لڑکا ہے۔“

آل انڈیا ریڈیو‘ کلکتہ کے اخباروں اور مغربی بنگال کی حسین وجمیل لڑکیوں نے جن طریقوں سے مشرقی پاکستان کے لوگوں اور ان کے لیڈروں کو مسلمان رہتے ہوئے ہندو بنایا وہ ایک علیحدہ داستان ہے۔

یہ تیئس چوبیس برسوں کا مسلسل عمل تھا جس نے مشرقی پاکستان کی اخلاقی حالت یہ کر دی کہ جب بھارتی فوج ڈھاکہ میں داخل ہوئی تو مسلمان لڑکیاں سڑکوں اور بازاروں میں بھارتی

فوجیوں کے استقبال کے لئے نکل آئیں اور انہوں نے ہندوؤں کا والہانہ استقبال کیا۔

ذہنیت اور کردار میں یہ انقلاب ایک دن یا ایک سال میں نہیں آیا تھا' بھارت نے یہ جراثیم بڑی محنت سے وہاں کے مسلمانوں کی روح میں اتارے تھے۔اس کی ذمہ داری مجھ پر یا میرے کسی جرنیل پر جو میری کمانڈ میں تھا' عائد نہیں ہوتی۔ میں حیران ہوں کہ سقوطِ مشرقی پاکستان کا تجزیہ کرنے والے جو اول تا آخر کی ذمہ داری مجھ پر اور فوج پر عائد کرتے ہیں وہ بھارت کی اس مہم کا ذکر کیوں نہیں کرتے۔

یہاں میں دوسری جنگ عظیم میں برما پر جاپانیوں کے قبضے کی مثال پیش کروں گا۔انگریز کی انڈین آرمی اتنی گئی گزری نہیں کہ ایک دو دن میں وہاں سے بھاگ آتی' اس پسپائی کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ جاپانیوں کے جاسوس'ففتھ کالمسٹ اور دیگر ایجنٹ بیس برس سے زیادہ عرصے سے رنگوں اور دیگر شہروں میں موجود تھے' انہوں نے وہاں کے لوگوں کے دلوں میں انگریز اور ہندوستانیوں کے خلاف نفرت اور جاپانیوں کی محبت پیدا کر رکھی تھی۔ جاپان نے جب حملہ کیا تو انگریزوں کو پتہ چلا کہ وہاں کا بچہ بچہ ان کا دشمن ہے۔ برمیوں نے جاپانی طیاروں کو روشنی کے اشارے دے دے کر بمباری کرائی' بری فوج کی رہنمائی کی۔انگریزوں کی فوج پر شبِ خون مارے' سبوتاژ کیا اور انگریزوں کو وہاں راشن تو دور کی بات ہے شہروں سے پانی بھی نہیں ملتا تھا۔انگریز بے بس ہو گئے۔انہیں اب ہتھیار ڈالنا تھے لیکن انہیں یہ سہولت حاصل تھی کہ ادھر ہندوستان ان کا اپنا تھا' وہ پسپا ہو کر ادھر آ گئے لیکن انگریزی قوم نے پسپا اور قید ہونے والے جرنیلوں کو ذلیل و رسوا نہیں کیا بلکہ ان کی تعریف کی کہ اتنے نامساعد حالات میں وہ فوج کو بچا کر لے آئے ہیں۔انہوں نے اسی فوج کو منظم کیا' کمک دی' تیاری کی اور ایک ہی سال کے اندر اسی برما پر حملہ کر کے فتح حاصل کر لی۔

میرے لئے اس سے بھی برے حالات پیدا ہو گئے تھے۔میرے لئے یہی ایک چال رہ گئی تھی کہ اپنی فوج کو کسی طرف اس ارادے سے پسپا کر کے لے جاتا جہاں ہم تیاری کر کے جوابی حملہ کرتے' مگر میں کس طرف جاتا؟ ہر طرف بھارت تھا' میں اکیلا وہاں سے نکل سکتا تھا' ہیلی کاپٹر موجود تھے لیکن میں اپنے ٹروپس کو چھوڑ کر نہیں جانا چاہتا تھا۔

میرے پاس ایسٹرن کمانڈر کے افسر اور دیگر رینک کے افراد آتے رہتے تھے' ان میں شاید ہی کوئی ہوگا جس کی آنکھوں میں آنسو نہ آتے ہوں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کیا سوچ کر آئے تھے' ہم تو یہ توقع لے کر آئے تھے کہ ملک میں انتقام کی آگ لگی ہوگی اور ایک ہزار سال لڑنے والا حکمران ملک کو فوجی کیمپ بنا دے گا' جنگی قیدیوں کو سینے سے لگائے گا اور انہیں فوج میں مدغم کر کے اگلی جنگ کی تیاریاں کرے گا۔

آپ یقین کریں کہ اکثر افسر اور جوان سینے پر ہاتھ مار کر کہا کرتے تھے کہ ہم مشرقی پاکستان کی کمی مشرقی پنجاب لے کر پوری کریں گے اور مقبوضہ کشمیر آزاد کرائیں گے۔

کیا آپ یقین کریں گے کہ بھارت کے ایک قیدی کیمپ سے چند ایک افسر فرار ہو کر پاکستان آئے تو ان کے خلاف یہ پراپیگنڈا کیا گیا کہ انہیں بھارت کی انٹیلی جنس نے خود وہاں سے نکالا ہے اور یہ بھارت کے جاسوس بن کر آئے ہیں۔

جنرل نیازی ہتھیار ڈالنے کے بعد بھارتی جرنیلوں بریگیڈیئر سانٹ سنگھ۔ بریگیڈیئر شاہ بیگ سنگھ اور جیکب کے ہمراہ۔

جنرل نیازی اور جنرل اروڑہ سنگھ ہتھیار ڈالنے کی دستاویز پر دستخط کرتے ہوئے

ہتھیار ڈالنے کیلئے رشوت دی گئی؟

اینڈرسن پیپرز میں ایک جگہ اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل پال مارک ہنری کے حوالے سے لکھا گیا کہ:

''یہ عجیب وغریب جنگ تھی' لگتا ہے سب کچھ سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ہوا۔ پاکستانی کمانڈر اس سارے واقعہ کا محور ہے۔ میرا ذاتی خیال یہی ہے کہ نیازی کو ہتھیار ڈالنے کے لئے رشوت دی گئی تھی۔''

یہ بہتان' یہ الزام بہت سے سوالوں کو جنم دے گیا ہے۔ مثال کے طور پر یہ پوچھا جا سکتا ہے مجھے کس نے رشوت دی؟ کس صورت میں دی؟ غداری اور سازش کے اس رسوا کن معاہدے میں بدنام زمانہ اُمی چند کا کردار کس نے ادا کیا؟ الزام کی بنیاد کیا ہے اور پس منظر کیا ہے؟ یہ الزام اس قدر بھونڈا' بودا اور کھوکھلا ہے کہ یہاں سکول کا عام طالب علم بھی اسے سن کر سر پیٹ لے۔ الزام تو جو ہے سو ہے اس سے یہ تو واضح ہو گیا کہ آپ کے قلب وذہن پر یہ بات نقش و ثبت ہے کہ بھارتی میدان جنگ میں فتح حاصل کرنے کے اہل نہ تھے اس لئے انہیں فریب اور رشوت کے پرانے ہتھکنڈوں پر اترنا پڑا۔

جب واقعات تاریخ کا جزو بن جائیں تو بنیادی سچائی کے تقدس کی بے حرمتی کرنے والے الفاظ واقعات کے تسلسل اور ان کی حقیقت کے سامنے ٹھہر نہیں سکتے اور نہ ہی حقائق کا چہرہ

چھپانے سے چھپ سکتا ہے' اگر پھر بھی کوئی واقعات کو مسخ کرنے اور چھپانے کی کوشش میں ڈھیٹ ہو کر ڈٹا رہے تو ذہنِ انسانی کے لئے حیرت و استعجاب کا سامان ہی فراہم کر سکتا ہے۔

کسے معلوم نہیں کہ مشرقی پاکستان کے بحران کے دنوں میں لاتعداد غیر ملکی اخباری نمائندے مشرقی پاکستان بھاگے چلے آئے لیکن ان لوگوں کی انتہائی قلیل تعداد نے واقعات و حالات کو نگاہِ حقیقت سے نہ دیکھا اور اکثریت نے واقعات کو اس طرح توڑ مروڑ کر پیش کیا کہ ان کا صداقت سے دور کا واسطہ بھی نہ رہا۔ ان کی تحریریں ہندوؤں کی وکالت اور ترجمانی کا نمونہ ہیں۔ یہاں اس امر کا ذکر کر دینا بے جا نہ ہوگا کہ بھارت کے شرانگیز پراپیگنڈے (بلکہ اس سے بھی ماورا کوششوں) نے ایک منصوبے کے تحت پاکستان کے دو بازوؤں مشرقی اور مغربی پاکستان کے ذہنوں میں غلط فہمیوں کا زہر بھر دیا اور پورے پاکستان کی یکجہتی لخت لخت ہو گئی۔ بدقسمتی سے معاملات کو صحیح طور پر نمٹانے کے لئے کچھ نہ کیا گیا۔ وہ جنہوں نے اس صدی کے سنہری موقع کا تانا بانا بنا تھا وہ حالات سے فائدہ اٹھانے میں کامیاب ہو گئے اور وہ جو کبھی یک دل و یک جان تھے دو متحارب فریقوں میں بٹ گئے۔ اس کے ساتھ ہی بھارت نے پراپیگنڈے کا زبردست محاذ کھول دیا مگر ہماری سابقہ حکومت سراسیمگی کے عالم میں خاموش تماشائی بنی رہی۔ حکومت کے اس غافلانہ اور ناقابل معافی رویہ کی قوم کو بھاری قیمت ادا کرنا پڑی۔ جب مشرقی پاکستان میں متعین دشمن کو لوہے کے چنے چبوانے والی بری اور بہادر سپاہ کی حمایت و دفاع میں خیر اور تحسین کا ایک کلمہ تک نہ کہا گیا تو خاموشی سے مراد ''اقبالِ جرم'' لیا گیا اور یوں بھارت کے لئے بے سروپا پراپیگنڈے پر خود ہم نے اپنے عمل سے تصدیق کی مہر ثبت کر دی۔ میرے مشرقی پاکستان جانے سے قبل ڈھاکہ سے اخباری نمائندوں کے جبری انخلاء نے جلتی پر تیل کا کام کیا' اس طرح بین الاقوامی رائے عامہ بھارت کے حق میں ڈھل گئی اور پاکستانی فوج کے بہادر سپاہیوں کو قتل و غارت' دہشت گردی اور شرپسندی کی تہمتوں کے رنگ میں رنگ دیا گیا۔

مسلمانوں نے برصغیر پر ایک ہزار سال تک حکومت کی' اس سرزمین پر ہندو نے مسلمانوں کے خلاف جتنی لڑائیاں لڑیں ان میں انہیں عبرتناک شکست ہوئی۔ ہندو شکست اور محکومی کے

زخموں کو چاٹتا رہا اور بدلہ لینے کے لئے مناسب موقع کی تاڑ میں رہا۔ بھارت شروع ہی سے بدلہ لینے کے لئے خاموش مگر موثر پالیسی پر عمل پیرا تھا۔ ہندوؤں نے قیام پاکستان کو کبھی تہہ دل سے قبول وتسلیم نہیں کیا۔

یہ باتیں ریکارڈ پر موجود ہیں کہ 1955ء میں بلگانن اور سوویت کمونسٹ پارٹی کے فرسٹ سیکرٹری خروشیف نے بھارت کا دورہ کیا تو اپنے میزبان کی فرمائش پر نہ صرف کشمیر کو بھارت کا جزو لاینفک قرار دیا بلکہ مسلم قومیت کی بنیاد پر پاکستان کے قیام پر بھی تنقید کی۔ جنوری 1966ء میں روس کی ہی سرزمین پر تاشقند کے شہر میں فیلڈ مارشل ایوب خان نے مسٹر کوسیجن سے کہا تھا ''بھارت' پاکستان کے جسد سے گوشت کا آخری لوتھڑا اور خون کا آخری قطرہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔'' بدقسمتی سے مشرقی پاکستان کے بحران پر لکھنے والے حضرات کی اکثریت نے تاریخ کے دریچوں میں جھانک کر پاک بھارت تعلقات کے پس منظر کو نہیں دیکھا۔ واقعات کی تاریخی حیثیت ہے' مخصوص خواہشات اور نظریات کی عینک لگانے سے تو واقعات کی حقیقت تبدیل نہیں ہوسکتی۔ عسکری تاریخ میں تجریدی فکر کی کوئی گنجائش نہیں۔ واقعات اور صرف واقعات ہی ہر دور اور وقت میں اپنی صداقت کی گواہی دے سکتے ہیں۔

جنگ کیا ہے؟ جوش و جذبے سے بھرا ڈرامہ --- جنگ نہ تو ریاضی کے ہندسوں کا نام ہے نہ ٹھوس اور لگے بندھے طریقوں پر عمل کرنے کا کوئی اچھا منصوبہ جس کے لئے شبانہ روز محنت کی ضرورت ہوتی ہے تاہم بہتر سے بہتر جنگی منصوبے بھی بعض اوقات مقررہ ٹائم ٹیبل پر صحیح ثابت نہیں ہوتے۔ جنگی منصوبے کی کامیابی اور ناکامی کا انحصار لاتعداد عوامل پر ہوتا ہے۔ منصوبہ ساز خامیاں دور کرنے کی پوری کوشش کرتے ہیں' ہر عمل کے ردعمل کا جائزہ لیتے ہیں اور اس کا توڑ تلاش کرتے ہیں۔ منصوبے کی کوئی ایک کڑی ادھر کی ادھر ہو جائے تو سارے منصوبے کا تیاپانچا ہو جاتا ہے۔ منصوبہ ساز کسی نقص پر قابو پانے کے لئے کوئی اقدام بھی کرے تو کوئی ایسا واقعہ رونما ہوسکتا ہے جو گرفت میں نہ آئے اور اس طرح توازن دشمن کے حق میں ہو جائے۔ جنگی منصوبہ سازی اس کمانڈر کے لئے تو اور زیادہ کٹھن بن جاتی ہے جس کا دامن بہت سی ضروریات سے خالی ہو' جس کی حالت یہ ہو کہ جو ہاتھ لگے اس سے کام چلائے اور جو عارضی سہاروں کی بیساکھی

کا محتاج ہو۔

جنگ بڑا مشکل اور گریز پا فن ہے' لڑنے کے لئے سوچ کی ضرورت ہوتی ہے۔ سپاہی کی مشکلات کا کماحقہ اندازہ کرنے کے لئے سپاہی کی وردی پہن کر میدان جنگ میں آنا پڑتا ہے۔ فوجی حکمت عملی پر چند کتابیں پڑھ لینے اور میدان جنگ کا چکر لگا لینے سے کوئی انسان امور جنگ اور جنگ لڑنے والے کمانڈر کے بارے میں فیصلے صادر کرنے کا اہل نہیں ہو جاتا جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ کمانڈر کو کیا مشن دیا گیا' کون سا ٹاسک سپرد کیا گیا اور اس کے لئے سینئر اعلیٰ حکام نے کیا احکام دیئے' کوئی کس طرح رائے قائم کر سکتا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ ہر جنگ میں اہم کردار کمانڈر اور سپاہی ادا کرتے ہیں لیکن ان کی دسترس سے باہر ایسے معاملات بھی ہوتے ہیں جو جنگ کے نتیجے کا فیصلہ کرنے میں زبردست اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ زمین اور موسمی حالات' جغرافیائی کیفیت اور کمانڈر کو تفویض کردہ سیاسی اور فوجی مشن کو بروئے کار لانے کے لئے افواج کی تعداد' ذمہ داری کی حدود' وسعت' مقامی حالات و معاملات' آبادی اور وسائل' مرکزی مقام سے فاصلہ اور وہاں پہنچنے کے ذرائع' صحیح قسم کے ہتھیاروں اور گولہ بارود کی فراہمی' کمک اور تنظیم نو کی صلاحیت' لڑائی پر اثر انداز ہونے کی کمانڈر کی ضرورت پوری کرنے والے متحرک ریزرو دستوں کی موجودگی اور دشمن کی تعداد اور وسائل کا ٹھیک ٹھاک اندازہ --- یہ وہ امور ہیں جن کے اثرات' عواقب و نتائج کا بہ نظر غائر جائزہ لینا ازبس ضروری ہوتا ہے۔ کسی بھی جنگ کے نتیجے اور کمانڈر کی صلاحیت کے بارے میں کوئی فیصلہ صادر کرنے سے پہلے مذکورہ عوامل کو نگاہ میں رکھنا چاہئے کیونکہ یہ وہ چیزیں ہیں جن سے ہر فوجی کی قسمت وابستہ ہوتی ہے۔ مذکورہ عوامل فتح کو شکست اور شکست کو فتح میں بدل سکتے ہیں۔ یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہئے کہ جنگ کے آغاز اور اختتام کا فیصلہ کرنا کمانڈر اور سپاہیوں کے اختیار میں نہیں ہوتا۔

بحران کے آغاز ہی سے سب کچھ بھارت کے حق میں تھا۔ سامان جنگ' لاتعداد افواج' حالات اور علاقے میں اس قدر حیرت انگیز اور سنگین تفاوت تھا کہ عسکری تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ علاوہ ازیں میں نے ایسٹرن کمانڈر کے کمانڈ کی ذمہ داریاں ایسے وقت میں سنبھالیں

جب حالات یکسر خراب ہو چکے تھے اور وہ اس طرح کہ مسلح افواج میں شامل بنگالی عناصر کے یونٹ گولہ بارود' ٹرانسپورٹ اور ہتھیاروں سمیت فرار ہو چکے تھے' جلد ہی انہیں مکتی باہنی کے بہروپ میں ہزاروں بھارتی سپاہیوں اور افسروں کی کمک پہنچ گئی۔

دیہی علاقوں میں وہ دندناتے پھرتے تھے۔مشرقی پاکستان کی سرحدیں عنقا ہو چکی تھیں' اسی طرح شیخ مجیب الرحمٰن کے علاوہ اس وقت جن سیاسی رہنماؤں کا سکہ چلتا تھا وہ سب کے سب بھارت جا چکے تھے۔خطیر آبادی ہمارے خلاف تھی۔ 25 مارچ 1971ء کی غیر ضروری اور شدید فوجی کارروائی کے باعث یہ حالات پیدا ہوئے تھے۔یوں ہم اپنے ہی وطن میں اجنبی بن کر رہ گئے۔اس منصب کے لئے میں بہت جونیئر تھا' اس کے باوجود ان مشکل حالات کو سلجھانے کے لئے نگاہِ انتخاب مجھ پر ہی ٹھہری اور اس کی وجہ تھی دوسری جنگ عظیم اور ستمبر 1965ء کی جنگ میں میری کارکردگی اور میری خطر پسند طبیعت۔

میں نے 11 اپریل 1971ء کو ایسٹرن کمانڈر کی حیثیت سے چارج سنبھالا۔میں نے افواج کو سب سے پہلا حکم دیا ''میرے بچو! سرحدوں کی طرف جا کر ان کی حفاظت کرو۔'' مکتی باہنی کے یونٹوں اور چھوٹے بڑے گروپوں نے زبردست مزاحمت کی اور بھاری نقصان اٹھایا مگر بھارتی علاقے میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے۔ان کی شکست کا سبب جرات و ہمت کی کمی یا لڑنے کے جذبے کا فقدان تھا بلکہ اعلیٰ ترین سطح پر ناقص قیادت تھی جو بھارتیوں کے ہاتھ میں تھی۔

تاریخ شاہد ہے کہ ہر لحاظ سے بالاتر ہونے کے باوجود بھارتی نظر فریب نتائج حاصل کرنے میں ناکام رہے۔بھارتی کمانڈر مشرقی پاکستان کی سرزمین کے ایک چھوٹے سے ٹکڑے ہی پر قبضہ کر کے بنگلہ دیشی حکومت قائم کرنا چاہتا تھا مگر پاکستانی فوجوں کی بہادری' قربانی کے جذبے' افسروں کی بہترین قائدانہ صلاحیتوں اور کامیاب جنگی چالوں کی وجہ سے 9 ماہ کی جنگ کے دوران بھارت ایک انچ زمین پر قبضہ نہ کر سکا۔ہم نے اس ہوشیاری سے فوجوں کو مختلف مقامات پر متعین کیا کہ بھارت اس قسم کی جنگ لڑنے پر مجبور ہو گیا جیسی ہم چاہتے تھے۔ہم نے فوجوں کی کمی کو حربی مہارت اور عیارانہ چالوں سے دور کیا۔کیا یہ اس بات کا ثبوت نہیں کہ بھارتی فوجوں کے کمانڈر لیفٹیننٹ جنرل اروڑ اور ان کے اکثر لیفٹیننٹ جنرل کور کمانڈر بغیر ترقی یا اعلیٰ عہدے

کے ریٹائر کر دیئے گئے۔

ایک باتونی میجر جنرل جس نے "تھوتھا چنا باجے گھنا" کے مصداق اپنی کارکردگیوں کے تذکرے سے آسمان سر پر اٹھا رکھا تھا اپنے انجام کو یوں پہنچا کہ اس کا کورٹ مارشل ہوا۔ میں ہائی کمان کو درخواست کرتا رہا مجھے کچھ موبائیل ریزرو دستے دیئے جائیں جنہیں جدید لڑاکا طیاروں کا تحفظ حاصل ہو اگر مجھے یہ سب کچھ مل جاتا تو میں نہ صرف بھارتیوں کو ہندوستان میں دھکیل دیتا بلکہ بھارت کی سرزمین کو میدان جنگ بنا دیتا۔ جب بھارتی فوجیں مشرقی پاکستان کے گرد گھیرا ڈال رہی تھیں میں نے اپنی ہائی کمان سے اجازت چاہی کہ بھارتی فوجوں کے اس عملی اجتماع میں رخنہ ڈالا جائے۔ مجھے اس کی اجازت مل جاتی تو ان کا اجتماع اس قدر آسانی سے عمل میں نہ آتا' ان کا پروگرام درہم برہم ہو جاتا یا وہ قبل از وقت جنگ چھیڑنے پر مجبور ہو جاتے۔ دونوں صورتوں میں فائدہ ہمیں ہی پہنچتا۔ مجھے تو اس بات کی اجازت بھی نہ ملی کہ اپنے کمانڈو بھارتی علاقے میں بھیج سکوں' وہ وہاں جا کر سپلائی لائن کو متاثر کرتے' بھارتی فوجوں کی نقل و حمل میں رکاوٹیں ڈالنے کے لئے گھات لگاتے' ان کے کیمپوں اور دیگر فوجی تنصیبات کو نقصان پہنچاتے' اس سے ہمیں کسی قدر فائدہ ہوتا۔ بھارتی یہ بات بھی فراموش نہیں کر سکیں گے کہ افراد اور سازوسامان کی کمی کے باوجود ہم نے ان کی خوب مرمت کی تھی۔ میں نے جو مانگا تھا اگر مجھے دے دیا جاتا تو بھارت کے فوجی کبھی بھی ہماری سرحدیں عبور کر کے کھلی جنگ لڑنے کی جرات نہ کرتے۔ میں نے زیادہ نہیں مانگا تھا' یہ مجھے آسانی سے فراہم کیا جا سکتا تھا یا کم از کم مجھے وہ کچھ کرنے دیا جاتا جو میں چاہتا تھا یعنی بھارتی علاقوں پر یلغار۔ ان علاقوں میں فرخا بیراج کا علاقہ اور اگرتلہ کا ہوائی اڈا شامل تھے۔

یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ میرے پاس چار ڈویژن فوج تھی جس میں 96 ہزار افراد تھے۔ میرے پاس صرف تین نامکمل ڈویژن تھے' ان میں سے دو بذریعہ ہوائی جہاز لائے گئے تھے وہ بھاری اسلحہ اور سازوسامان ساتھ نہ لا سکے۔ بری' بحری اور فضائی فوج سمیت تمام افراد کی تعداد 50 ہزار سے زائد نہ تھی' اس میں لڑاکا افراد بھی شامل تھے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ میری لڑاکا فوج کی تعداد 40 ہزار سے بھی کم تھی' دوسرے افراد سویلین عورتیں اور بچے تھے۔ یہ جری اور

ںعف شکن تین ڈویژن فوج پوری طرح مسلح نہ ہوئی۔ دشمن کے مقابلے میں تعداد میں تھوڑا ہونے' تھکی ہوئی اور ہر سمت سے کٹی ہونے کے باوجود مسلسل 9 ماہ تک دشمن کا مقابلہ کرتی رہی۔اس دوران انہیں کوئی آرام نصیب نہ ہوا' انہیں کوئی امداد نہ ملی اور ان کی افرادی قوت اور سازوسامان کے نقصانات کی تلافی نہ ہوئی۔ان کے مقابلے میں دشمن کے 12 ڈویژن تھے جنہیں توپ خانے' ٹینکوں' سینکڑوں جہازوں' ہیلی کاپٹروں اور بحریہ کی مسلسل وموثر پشت پناہی حاصل تھی۔مکتی باہنی کے تربیت یافتہ' جدید ہتھیاروں سے لیس ڈیڑھ لاکھ افراد کی حمایت بھی انہیں حاصل تھی'اس کے برعکس مقامی آبادی ہمارے خلاف' راہیں مسدوداور وسائل محدود تھے۔

مثال دینے کے لئے واضح کردوں کہ ہمارے پاس ایک بھی میڈیم یا ہیوی گن یا ٹینک نہ تھا جبکہ بھارتی فوجوں کے پاس یہ چیزیں سینکڑوں کی تعداد میں تھیں۔ہماری بحریہ فقط 4 پرانی بوٹس پر مشتمل تھی۔روسی بھارتیوں کو کھلے بندوں افراد اور اسلحے کی مدد دے رہے تھے۔عالمی پریس ان کا ترجمان بنا ہوا تھا۔قصہ مختصر بھارتی فوج میں جذبہ قربانی اور جرات و بہادری کے علاوہ جنگ کے تمام لوازمات کا سیلاب آیا ہوا تھا جبکہ ہمارے پاس یہ لوازمات تو نہ تھے مگر ہماری فوج جذبہ قربانی' جرات وبہادری سے سرشار اور اعلیٰ روایات اور بلند حوصلے سے لیس تھی۔ مشکلات اور مسائل کے باوجود ہم نے بھارتیوں کو لوہے کے چنے چبوائے' وہ جب بھی ہمارے علاقے پر حملہ آور ہوئے بھارتی نقصان اٹھا کر لوٹے۔ان 9 ماہ میں انہوں نے اپنی حماقتوں کی بڑی بھاری قیمت ادا کی'ان دنوں انہوں نے اس قدر جانی نقصان اٹھایا کہ ان میں کھلبلی مچ گئی۔

میں آپ کی توجہ ان حقائق کی جانب بھی دلانا چاہتا ہوں:

(1) امریکیوں نے جدید ترین ہتھیاروں سے مسلح اپنی فوج اور جنوبی ویت نامی فوج کی امداد کے باوجود اتنا طویل عرصہ جنگ لڑی مگر شمالی ویت نامیوں نے جو امریکیوں کے مقابلے میں کہیں کم مسلح تھے' امریکہ کو جنگ بند کرنے اور شمالی ویت نام کی شرائط پر وہاں سے نکل جانے پر مجبور کر دیا۔

(2) دوسری جنگ بوئر (بوئر وار سیکنڈ) میں ڈیڑھ لاکھ برطانوی فوجیں صرف بندوقوں سے مسلح 40 ہزار فوجوں کو شکست نہ دے سکیں۔

(3) کوریا کی جنگ میں 17 قومیں مل کر بھی شمالی کوریا کو شکست نہ دے سکیں جس کی امداد صرف چین کر رہا تھا۔

(4) سٹالن گراڈ میں 2 لاکھ 20 ہزار جرمن فوجوں نے روسیوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے تھے۔

(5) برطانیہ کے 80 ہزار فوجیوں نے سنگاپور میں جاپانیوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ برطانوی سلطنت میں سنگاپور مضبوط ترین قلعہ تھا۔

(6) یہی کچھ ''کریٹے'' میں ہوا۔

(7) ملایا میں ایک لاکھ 27 ہزار برطانوی فوجوں نے جاپانیوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔

(8) دوسری جنگ عظیم میں لاکھوں روسیوں نے جرمنوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔

مذکورہ مثالوں میں سے اکثر میں ہتھیار ڈالنے کا حکم کمانڈنگ جرنیلوں نے دیا اور یوں دیا کہ اپنی حکومتوں اور فوجی ہیڈکوارٹروں سے اجازت بھی نہ لی۔ ان کے سرنڈر غیر مشروط تھے۔ میں نے سربراہ حکومت اور آرمی چیف کے حکم پر سرنڈر کیا جو غیر مشروط نہ تھا' پہلے باقاعدہ بات چیت ہوئی' مزید یہ کہ مذکورہ مثالوں میں بعض مقامات پر نصف آبادی مسلح افواج اور ذرائع رسل و رسائل حملہ آوروں کے رحم و کرم پر تھے۔ کیا ان سرنڈر میں بھی کوئی عجیب و غریب بات نظر آئی؟ ان جنگوں کے کمانڈنگ جرنیلوں کی ناکامی کی کیا وجوہ تھیں؟ کیا ایسا غلط منصوبہ بندی کی وجہ سے ہوا یا افواج احکام کو ٹھیک عملی جامہ نہ پہنا سکیں؟ ہوسکتا ہے ان آپریشنز کے انچارج جرنیلوں نے رشوت لے لی ہو۔ مجھے معلوم نہیں دوسری جنگ عظیم کے دوران 2 لاکھ 23 ہزار برطانوی فوجیوں کی فرانس سے پسپائی (یہ اپنے ہتھیار اور گولہ بارود بھی چھوڑ گئے تھے) کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔ میں یہ بھی نہیں جانتا، جرمنوں کے سامنے فرانسیسی فوجوں کے ہتھیار ڈالنے (جبکہ فرانس کی 56 ڈویژن فوج کو ابھی جنگ میں ملوث نہیں کیا گیا تھا) کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ کیا یہ سب کچھ سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ہوا؟ کیا برطانوی اور فرانسیسی جرنیلوں نے اس کے لئے رشوتیں وصول کی تھیں؟ ''پرل ہاربز'' کی بربادی کے بارے

میں کیا خیال ہے؟

کیا انچارج ایڈمرل کو رشوت دی گئی تھی؟ کیا اس سانحے میں بھی کوئی گڑ بڑ نظر آتی ہے؟ بھارتی پراپیگنڈے کے زہر سے متاثر ہو کر آبادی کی اکثریت ہم سے برسر پیکار تھی اور بھارتیوں کی ہر ممکن طریقے سے امداد کر رہی تھی۔ بھارتی فوجیں مشرقی پاکستان کی سرحدوں سے بالکل متصل کیمپوں سے اٹھ کر آئیں' جہاں انہیں ہماری مداخلت کا کوئی خطرہ نہ تھا' انہیں کمک پہنچ سکتی تھی اور ان کے نقصان کی آسانی سے تلافی ہو سکتی تھی مگر ہمیں یہ سہولتیں حاصل نہ تھیں۔

میں ایسی کئی مثالیں پیش کر سکتا ہوں جب بڑے بڑے نامور اور تجربہ کار جرنیلوں نے برا وقت پڑنے پر اپنی جان بچائی۔ جب نپولین کو اپنے مقدر کا سورج ڈوبتا نظر آیا تو مصر میں اپنی فوجوں کو چھوڑ بھاگا' اسی طرح رومیل نے اپنے معروف زمانہ ''افریقہ کورپس'' کو افریقہ میں چھوڑ دیا تھا' حالانکہ ان میں لڑنے کے لئے ہتھیاروں' جذبے اور ہمت کی کمی نہ تھی۔ رومیل جنگ جیت نہ سکتا تھا' شکست کو کچھ عرصے کے لئے موخر کر سکتا تھا۔ کیا ان دونوں جرنیلوں نے بھی رشوت لے لی' کیا وہ بزدل تھے' کیا سب کچھ سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ہوا؟ سچی بات تو یہ ہے کہ شکست کا صدمہ سہنے کے لئے جرنیل کا شیر دل ہونا ضروری ہے اور ان حالات میں خاص طور پر جبکہ اسے معلوم ہو شکست فوجی نہیں' سیاسی عوامل کی بناء پر ہو رہی ہے۔

میں اچھے اور برے لمحوں میں اپنے فوجیوں کے ساتھ ساتھ رہا۔ میں نے لڑائیوں میں ان کی فتوحات کی مسرتوں میں شرکت کی اور جنگ کے خاتمے پر قید کے دوران ان کی بے آرامی اور ذلت میں بھی حصہ دار بنا۔ میں نے ایک پکے اور سچے سپاہی کی طرح اصولوں پر پورا پورا عمل کیا' میں اپنی فوجوں کو وہیں چھوڑ کر ایک دوست ملک میں پناہ لے سکتا تھا' اس کے لئے میرے پاس بہت وقت تھا' ذرائع تھے اور وسائل و مواقع بھی' مگر ہماری بہادر فوج کی روایات' میرا ضمیر' عزتِ نفس' اپنی فوجوں کے سلسلے میں میرے فرائض' میری اخلاقی ذمہ داریوں اور میرے آباؤ اجداد کی روایات کی بناء پر میں اپنی فوجوں کے ساتھ ہی رہا۔

میرے خیال میں ان واقعات کا یہ مختصر سا تذکرہ آپ کو ان وسائل و مشکلات کی ایک جھلک دکھانے کے لئے کافی ہوگا جن کا مجھے' میرے افسروں اور میرے جوانوں کو مسلسل 9 ماہ

تک سامنا رہا۔ میں چاہتا تھا جنگ جاری رہے۔ میری فوجیں بھی آخر دم تک لڑنا چاہتی تھیں اور اس کے متعلق میں نے اپنے سینئرز کو بے شمار پیغامات میں اور زبانی بھی بتا دیا تھا۔ مجھے یقین تھا ہندو ہمیں میدان جنگ میں شکست نہیں دے سکیں گے۔ میں اپنے اس یقینِ محکم میں یوں حق بجانب تھا کہ ہندو ہر ممکن سہولت اور سازگار ترین حالات کے باوجود 9 ماہ کے اندر مشرقی پاکستان کی ایک انچ زمین پر قبضہ نہ کر سکے تاکہ وہاں بنگلہ دیش کی حکومت قائم کر سکیں۔ 9 ماہ کے طویل عرصے کے باوجود افراد' سامان اور متعلقات میں افسانوی کثرت کی موجودگی میں اور انتہائی سازگار حالات کے ہوتے ہوئے بھارتی مشرقی پاکستان کے وسیع و عریض علاقے میں سے حصول مقصد کے لئے چھوٹا سا ٹکڑا بھی ہم سے نہ چھین سکے۔

اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پاکستانی سپاہی کس جرات اور ہمت سے لڑے۔ انہوں نے کس قدر مستعدی کا مظاہرہ کیا' کتنی مہارت سے لڑائیوں کے منصوبے بنائے گئے اور ان پر پورا پورا عمل ہوا۔ مشرقی محاذ پر لڑنے والے بھارتی جرنیلوں کی اکثریت کی یوں بے رخی سے فوج سے رخصتی کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے۔۔۔ اگر اس وقت کی حکومت نے مغربی پاکستان کے محاذ پر غیر موثر قسم کی جنگ شروع کرنے کی حماقت نہ کی ہوتی تو بھارتی اپنا مشن پورا کرنے میں کبھی کامیاب نہ ہو سکتے (مغربی محاذ پر جنگ میرے مشورے کے خلاف اور میرے علم کے بغیر چھیڑ دی گئی) میں انہیں مار مار کر پاکستان کی سرحدوں سے نکال پھینکتا۔

صدر اور کمانڈر انچیف پاکستان کے حکم اور چیف آف دی آرمی سٹاف کے مشورے پر جنگ بند کر دی گئی۔ یہ پیغام گورنر مشرقی پاکستان ڈاکٹر اے ایم مالک نے وصول کیا تھا۔ یہ پیغام ڈاکٹر مالک کے پیغام کے جواب میں آیا تھا جو انہوں نے اور صرف انہوں نے صدر پاکستان کو بھیجا تھا۔ یہ پیغام 13 دسمبر کی رات کو موصول ہوا لیکن میں نے ہتھیار ڈالنے کی دستاویز پر 16 دسمبر کی شام کو دستخط کئے۔ کیا اس سے ظاہر نہیں ہوتا کہ نہ تو مجھے جنگ بند کرنے کا شوق تھا نہ جلدی؟

یہ حکم ملنے سے پہلے 13 دسمبر کی صبح کو میں نے اخباری نمائندوں سے ہوٹل انٹر کانٹی نینٹل میں خطاب کیا تھا۔ میں انہیں کوئی لگی لپٹی رکھے بغیر بتا رہا تھا کہ ہم ہر حالت میں جنگ جاری رکھیں گے۔ اس دن میں نے اسی نوعیت کے احکامات افواج کو جاری کئے۔ گورنر ڈاکٹر مالک

سیمت کئی افراد مجھ پر مسلسل دباؤ ڈال رہے تھے کہ قتل و غارت رکوانے کے لئے احکام کے مطابق جنگ بند کردوں۔ ان کا کہنا تھا اس طرح افراد و املاک کی بھی تباہی رک جائے گی اور میری افواج' مغربی پاکستان کے سویلین افراد کی جانیں اور مغربی پاکستانی خواتین کی عصمت محفوظ رہے گی۔

مجھے حیرت تو اس امر پر ہے کہ اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کے رتبے کا آدمی سب کچھ جانتے ہوئے بھی اس سطح پر اتر آیا اور مجھ پر رشوت کا الزام لگا دیا۔ اس کی دو وجوہ ہوسکتی ہیں۔

☆ بدنیتی پر مبنی الزام لگانے کے لئے ہوسکتا ہے ان کو رشوت دی گئی ہو۔ یہ امکان اس لئے نظرانداز نہیں کیا جا سکتا کہ ان کا ہمارے خلاف لڑنے والے ہندوؤں اور بنگالیوں کے ساتھ 40 چوروں کا سا یارانہ تھا یا کہ جب میں نے ان کی اس تجویز کو مسترد کیا کہ ڈھاکہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے تو انہوں نے اسے ذاتی اہانت سے تعبیر کیا اور پھر دشنام طرازی پر اتر آئے ہوں۔ وجہ کچھ بھی ہو ان کے رتبے کے کسی فرد کو جو بین الاقوامی ادارے کی نمائندگی کر رہا ہو یہ زیب نہیں دیتا تھا کہ اس قدر من گھڑت' بے سروپا باتوں میں خود کو ملوث کرے۔ لاتعداد لوگ گواہ ہیں جب میں بھارت سے پاکستان پہنچا میرے پاس تھوڑا سا ذاتی سامان اور 600 روپے نقد تھے' یہ تھا میرا اثاثہ۔ میں نے آغاز میں ''اینڈرسن پیپرز'' کا وہ اقتباس لکھا ہے جس میں مجھ پر الزام لگایا گیا۔ میں یہاں روزنامہ سٹار کراچی 17 دسمبر 1971ء کی ایک خبر نقل کر رہا ہوں تا کہ دوسرا پہلو بھی سامنے آسکے۔

''اس جیسے دنیا میں کم کم ہی ہوں گے۔'' (سٹار سپیشل)

واشنگٹن 17 دسمبر' مشرقی محاذ کے کمانڈر لیفٹیننٹ جنرل نیازی نے جنگ بند کرنے پر آمادگی کا اظہار کیا ہے۔ یہاں اس فیصلے کو انسانیت دوستی' شریف النفسی اور بہادری کا نام دیا جا رہا ہے۔ کہا جاتا ہے جنرل نیازی اور ان کی فوجیں ایک اور چھ کے تناسب اور بری' بحری اور فضائی راستوں سے ضروری اشیاء کی سپلائی کی عدم موجودگی کے باوجود مہینوں جنگ جاری رکھ سکتی تھیں لیکن اس سے شہری آبادی کا بے پناہ جانی نقصان ہوتا۔ روک ٹوک اور مزاحمت نہ ہونے کی وجہ سے بھارتی فضائیہ نے شہری آبادیوں اور تنصیبات پر زبردست بمباری کی ہے۔

''سرکاری حلقوں کا کہنا ہے جنرل نیازی شہری آبادی خصوصاً مشرقی پاکستان میں آباد مہاجرین کو مکتی باہنی کے ظلم و ستم سے بچانے کے لئے جنگ بند کرنے پر آمادہ ہوئے ہیں۔ بھارتی کمانڈر انچیف جنرل مانک شاہ نے تو پست ذہنیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہاں تک کہہ دیا تھا کہ جنگ بند نہ ہوئی تو میں مکتی باہنی کو کھلی چھٹی دے دوں گا جو چاہیں کریں۔''

''امریکی محکمہ اطلاعات کے ذرائع سے مرتب کردہ رپورٹوں میں کہا گیا ہے کہ جنرل نیازی اور ان کی فوجوں نے جس قدر مزاحمت کی ہے عسکری تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی' ہر قسم کی ضروریات سے محروم ہونے والی کوئی فوج اتنے طویل عرصے تک اس قدر جرات اور ہمت سے نہیں لڑی۔ کہا جاتا ہے کوئی اور کمانڈر ہوتا تو مروجہ جنگی ضوابط کے مطابق مہینوں پہلے ہتھیار ڈال دیتا لیکن اس باہمت پاکستانی کمانڈر اور اس کے منظم سپاہیوں نے ناقابل تصور مشکلات کے باوجود بھارتیوں کی جرات سے مزاحمت کی۔''

یہاں ملنے والی اطلاعات کے مطابق مشرقی محاذ جنگ پر بھارتی فوجوں کو ہزاروں کی تعداد میں جانی نقصان اٹھانا پڑا۔

ننھا سا پتہ تو ہوا کے تھپیڑوں کے سامنے بے بس ہو کر ادھر ادھر جھومنے لگ جاتا ہے مگر میرا کردار دولت کے جھگڑوں میں بھی غیر متزلزل رہنے والا تھا۔ دولت تو مشرقی پاکستان میں روپے سے بھرے ہوئے ٹرکوں' مشرقی پاکستان کے بنکوں اور سرکاری خزانوں میں موجود تھی اور سب کچھ میرے کنٹرول میں تھا' اگر پیسہ ہی لینا تھا تو تیرے ادھار کے بجائے نونقد ہی پر اکتفا کرتا اور تیرہ ادھار بھی عیار بنئے سے؟ جو سیکولرازم کی بنسری بجا کر دوقومی نظریئے کو شروع ہی سے تاراج کرنے میں مصروف ہے۔

میں کراچی اور لاہور جیسے بڑے شہروں میں دو بار مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر رہا۔ میں چیلنج کرتا ہوں کوئی آئے اور ثابت کرے کہ میری آنکھیں روپے کی چمک سے چکا چوند ہوئی ہوں۔ اخلاق و عادات راتوں رات نہیں بدل جاتے' اگر میری صلاحیت' وفاداری' دیانتداری اور جرات مندی ذرا بھر بھی مشکوک ہوتی تو ملازمت کے دوران مشکل' صبر آزما اور کلیدی اسامیوں پر تعینات نہ کیا جاتا۔ فوجی ملازمت شروع سے ہمارا خاندانی پیشہ ہے' ہم فوج کی

ملازمت روپے پیسے یا دنیاوی فوائد کے لئے نہیں کرتے' ہمارا مقصد عزت' وقار اور روایات کی پاسبانی ہوتا ہے۔ میں ایک بار پھر کہتا ہوں کہ میرا ہر اقدام اپنے سینئرز کے احکام' مشوروں اور اصرار کا نتیجہ ہے۔ جنگ بند کرنے کے حکم پر عمل کرنے کے سوا میرے لئے کوئی چارہ نہ تھا کیونکہ اعلیٰ حکام کے احکامات کی تعمیل دنیا بھر میں صدیوں سے فوجوں کی روایات چلی آ رہی ہے' کوئی غدار ہی عزت بیچ سکتا ہے۔

مجھے رشوت میں کیا ملا؟ مشکلات کے ٹھاٹھیں مارتے سمندر' ہتھیار ڈالنے کا دلخراش اعزاز' دل سے اٹھتے درد کی ٹیسیں' سب سے بڑھ کر یہ کہ وطن عزیز کا ایک بازو کٹ جانے کا جو صدمہ مفاد پرست اور ہمارے ازلی دشمن کے پیدا کردہ انتہائی جذباتی حالات کے نتیجے میں ہوش و حواس کھونے والے اپنے ہی بھائی بندوں کے ہاتھوں عمل میں آیا اور بازو بھی وہ جس میں لاتعداد سہروردی' ناظم الدین' تمیزالدین' نورالامین' فرید احمد' فضل القادر' فضل الحق اور کئی ان جیسے رہے تھے۔

مجھے بتایا گیا کہ مشرقی پاکستان کے المیے نے اور بہت سی باتوں کے علاوہ ایک لطیفہ کو جنم دیا ہے' اس لطیفے کا خاص پس منظر ہے' پہلے پس منظر پھر لطیفہ:

''بچے نے پوچھا بڑے ابا! آپ اتنے بوڑھے ہو گئے ہیں اس عمر میں آم کی قلم کا کیا فائدہ؟''

''جواب ملا کہ بیٹا! میں یہ پودا لگا رہا ہوں تاکہ میری اولاد اور ان کی اولاد اس کا پھل کھائے۔''

''کسی نے عنفوان شباب میں مشرقی پاکستان میں ایک پودا لگایا تاکہ وہ اور اس کے اعزاء اقربا اس کے پھل کھا سکیں۔ وہ زمین میں مبالغے سے بھی چڑھ کر زرخیز پودا لگانے والا ششدر رہ گیا۔ اس کے اوسطان خطا ہو گئے' اس کا ایک حریف پودے کو تیزی سے پھلتا بڑھتا دیکھ رہا تھا' اس کی باچھیں کھل گئیں' وہ آگے بڑھا اور ایک طفیلی کی مدد سے پودا لگانے والے کو ہٹا کر خود قابض ہو گیا۔'' پودے کا پھل میٹھا تھا یا کڑوا؟ اس سے لطیفے کا دامن خالی ہے۔

مشرقی پاکستان کے واقعات نے پوری دنیا پر واضح کر دیا کہ بھارت ہمارے مشرقی پاکستانی

بھائیوں کے لئے محض مگرمچھ کے آنسو بہارہا تھا۔وزیراعظم پاکستان اوران کی ٹیم کا ڈھاکہ میں بھارت کے کٹھ پتلی حکمرانوں کی خواہشات اورکوششوں کے برعکس جس گرمجوشی' محبت اور جوش و ولولے سے استقبال ہوا وہ حالات بدلنے کا پہلا واضح اشارہ تھا' بعد میں آنے والے واقعات نے قطعی طور پر ثابت کردیا کہ دوقومی نظریہ اتنا عظیم اور اتنا مضبوط ہے جتنا کوہِ ہندوکش اور زہریلے سے زہریلا پراپیگنڈا اور بڑے سے بڑا مسلح حملہ بھی اس کا بال بیکا نہیں کرسکتا۔اس قسم کی ہرکوشش کے مقدر میں الٹی زقند تحریر ہے۔ مجھے مشرقی پاکستان کے ان بھائیوں کو سلام کرنا ہے جو بھارت کی ہلاکت انگیز چالوں کو بہت جلد تاڑ گئے۔ یہاں اس امر کا ذکر کرنا بے جانہ ہوگا کہ مارچ 1971ء میں مولانا بھاشانی بھارت کے دام میں آکر چھپتے چھپاتے بھارت چلے گئے تھے' چند سالوں بعد مولانا بھاشانی بھارت کی قہرسامانیوں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے' کھلے بندوں لاکھوں لوگوں کا جلوس لے کر بھارت کی سرحد تک گئے۔وہ چاہتے تھے بھارتی سرحد میں گھس کر دنیا کو بتادیں کہ بڑے سے بڑا استحصال ''بمباریاں'' اور ''گولہ باریاں'' بنگلہ دیش کو اتنا نقصان نہیں پہنچا سکے جتنا فرخا بند کے مقام پر پانی بند کرپہنچانا چاہتا ہے کہ مشرقی بنگال کی سرزمین سیراب نہ ہواور بنجر ہو جائے۔

مکافاتِ عمل (Nemesis) نے بھارت کے گرد گھیرا ڈال دیا ہے' اسے اپنے جرائم کی پاداش میں بھاری سزا بھگتنا ہوگی اور ہردو مسلمان بھائی اب اس منظر کو دیکھ رہے ہیں۔سیاسی بے عملی اور حماقتوں سے ہاری ہوئی جنگ انشاءاللہ سیاسی حکمت عملی اور تدبر وفراست سے جیت لی جائے گی۔امیدوں کے چمن میں ہریالی کے آثار نظر آتے ہیں۔اتحاد و مفاہمت کی ہوائیں چلنے لگی ہیں۔اب نگاہیں ایک ہی سمت اٹھتی ہیں' دل ساتھ ساتھ دھڑکتے ہیں' ذرا کوئی سفیروں کے شاندار استقبال کا نظارہ تو کرے۔جغرافیائی فاصلے اور سرحدوں کے بندھن بجا ''عقل گو آستاں سے دور نہیں'' پکار اٹھتی ہے۔ ہم دور ہیں مگر وجدان وعشق زمینی فاصلوں کو سمیٹتے' سرحدوں کو پھلانگتے نعرہ زن ہیں۔ ہم ایک ہیں' ناقابل تقسیم ہیں اور وہ جو عقل مند ہیں جانتے ہیں کہ وجدان عقل سے آگے کا مقام ہے۔

یحییٰ خان شکست کے ذمہ دار تھے

اس بات میں اگرچہ کوئی شبہ نہیں کہ ہتھیار ڈالے گئے لیکن کیا آج تک اس قوم کے سامنے کسی غیر جانبدار کمیشن یا عدالت نے (ماسوائے حمود الرحمٰن کمیشن کے) یہ فیصلہ دیا کہ اس شکست کا ذمہ دار کون تھا اور ہتھیار ڈالنے والوں کا قصور کتنا تھا؟ اس مشکل میں کہ ایسا کوئی فیصلہ قوم کے سامنے نہ آیا ہو صرف ہتھیار ڈالنے کی تصویریں چھاپتے رہنا فوج اور قوم کی توہین اور اس کے زخموں پر نمک چھڑکنا ہے۔

کچھ عرصہ قبل ایک رسالے نے اپنے اندرونی سرورق پر قرآن حکیم کی ایک آیت کا ترجمہ شائع کیا جس میں دشمن سے مل جانے والوں کی مذمت کی گئی' میں مانتا ہوں کہ فرمانِ خداوندی برحق ہے اور کس کم بخت کو اس کی ازلی اور ابدی سچائی سے انکار ہو سکتا ہے لیکن یہ تو طے کیا جائے کہ دشمنوں سے کون مل گیا؟ وہ جو ایک ہزار میل کے فاصلے پر وسائل کے بغیر ہوائی مدد کی عدم موجودگی میں 9 ماہ سے خندقوں میں بیٹھے جنگ کر رہے تھے اور جن کے آگے بھی دشمن تھا اور پیچھے بھی اور جنہیں اسلام آباد سے کہا جا رہا ہے کہ اب مزید لڑنا ناممکن ہیں' جنگ بندی کر لو مگر وہ مصر تھے کہ خون کا آخری قطرہ تک بہا دیں گے یا وہ ہیں جو مغربی پاکستان میں ساری فوج' ساری بحریہ' ساری فضائیہ اور سارے وسائل کے ساتھ ساتھ اپنے عقب سے بالکل محفوظ اور بے پرواہ تھے اور پوری قوم ان کے ساتھ تھی مگر لڑنے کے بجائے ہتھیار بندی پر آمادہ ہو گئے'

یہ فیصلہ ضرور ہوگا' یہاں نا سہی تو اگلے جہان میں' جہاں ہم سب اپنے اپنے دامنوں میں وہ سب کچھ لئے کھڑے ہوں گے جواب تک بعض لوگوں نے دلوں میں چھپا رکھا ہے اور حقیقت پر پردہ ڈال رہے ہیں۔

کاش میرے پیچھے بھی قائداعظم ہوتے۔ طارق بن زیاد عظیم اسلامی کمانڈر تھا لیکن کیا آپ اس امر سے انکار کر سکتے ہیں کہ اس کی پشت پر موسیٰ بن نصیر جیسا کمانڈر انچیف تھا اور محمد بن قاسم کی عظیم فتوحات سے کون منکر ہے لیکن اس کی پشت پر حجاج بن یوسف جیسے اپنے اصولوں میں سخت گیر حاکم کے وجود کو بھی فراموش مت کیجئے مگر میرے پیچھے کون تھا' اس صدی کا محمد شاہ رنگیلا۔ محمد شاہ رنگیلا نے بھی شراب و کباب میں غرق ہو کر محض یہ کہا تھا کہ ہنوز دہلی دور است، جبکہ اس پاکستانی رنگیلے نے تو مشرقی پاکستان پر بھارتی حملے کی خبر ملنے پر کہا تھا کہ میں اب سوائے دعا کے اور کیا کر سکتا ہوں بعد میں انہوں نے یہ کہہ کر جان چھڑائی کہ یہ میں نے نہیں کہا کیونکہ جنگ کے بعد نہ تو وہ پریس کو بیان دے سکتے تھے نہ سیاست میں حصہ لے سکتے تھے۔ بندہ خدا یہ بندش تو ہر سرکاری ملازم پر ہوتی ہے۔ سابق صدر پر بھی اور سابق کمانڈر انچیف پر بھی کہ وہ دو برس تک سیاست میں تحریر یا تقریر کے ذریعے حصہ نہیں لے سکتا۔ اصل بات یہ ہے کہ بھٹو نے یحییٰ خان کو قید نہیں کیا تھا بلکہ تحفظ دے رکھا تھا ورنہ اس وقت جو کیفیت قوم کی تھی جس طرح یحییٰ کے خلاف نفرت کا آتش فشاں پھٹ رہا تھا کیا وہ عوام میں آ سکتا تھا اور اس وقت کی بات تو چھوڑیئے آج اس کے بیٹے کو کہیئے کہ لاہور میں آئے اور انارکلی میں' مال روڈ' شاہ عالم مارکیٹ میں پیدل چل کر دکھائے۔ ہم تو ان مقامات پر چلتے پھرتے ہی نہیں بلکہ عوام سے جلسوں میں عام خطاب بھی کرتے رہے ہیں' کرے وہ بھی ایک جلسے سے خطاب۔ دیکھتے ہیں کہ اس پر گندے انڈوں کی بارش ہوتی ہے یا نہیں۔ میں انہیں صرف ایک واقعہ یاد کراؤں گا۔ کہتے ہیں کہ بھٹو نے اقتدار میں آنے کے بعد انہیں منگلا بھیجا تھا مگر وہاں فوجیوں کی بیگمات نے احتجاج کیا تھا اور جہاں اسے ٹھہرایا گیا تھا اس کا گھیراؤ کیا گیا۔ ان خواتین کا کہنا تھا کہ اس ننگِ وطن کے لئے یہی جگہ رہ گئی ہے' چنانچہ اسے ایبٹ آباد منتقل کرنا پڑا جہاں موصوف مزے میں رہتے تھے' لان میں دھوپ سینکتے تھے' گاف کھیلتے تھے اور اعلیٰ سہولتوں سے فیض یاب ہوتے تھے' اہل

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

خانہ ان کے ساتھ تھے' کیا یہی قید تھی؟
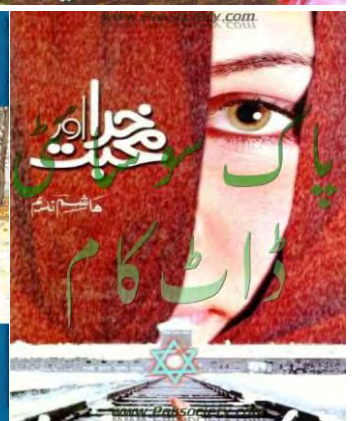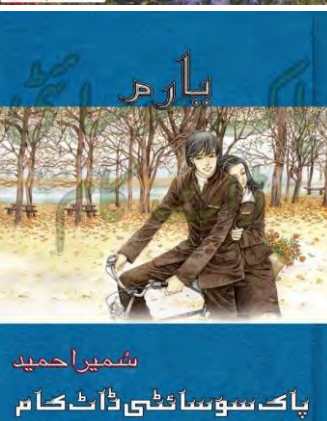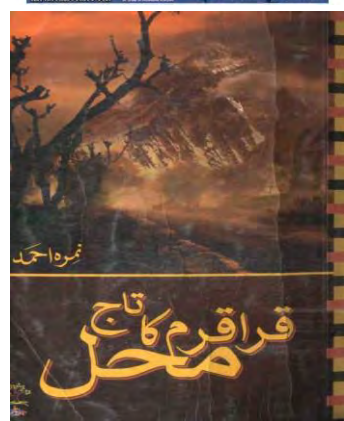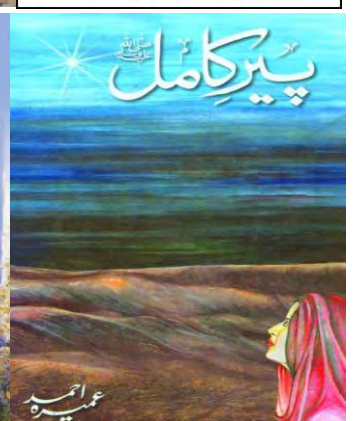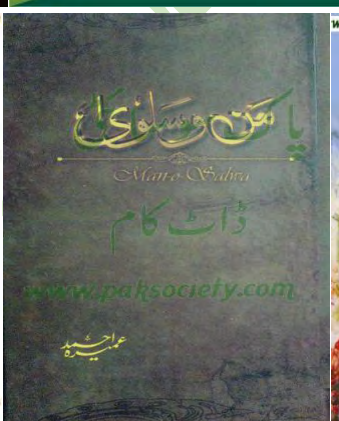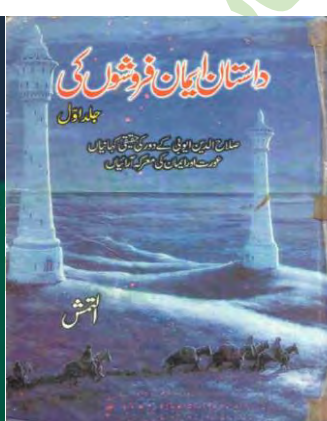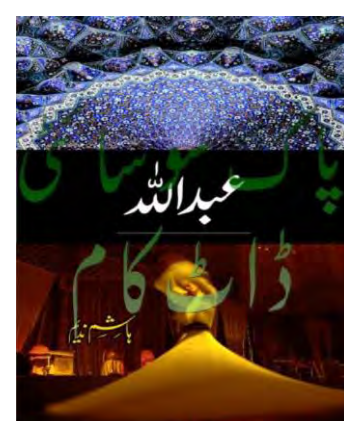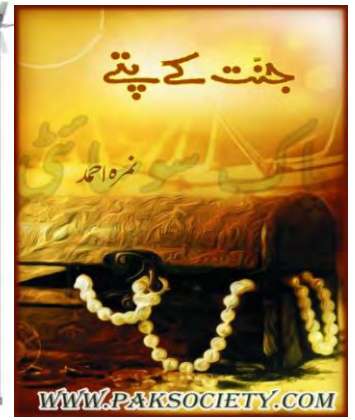
یحییٰ خان کو بھٹو صاحب کے دور میں ملک کی اعلیٰ ترین عدالت سپریم کورٹ نے غدار قرار دیا اور اس کی سزا آئین میں موت رکھی گئی ہے لیکن اس فیصلے کے باوجود بھٹو نے کیوں یحییٰ خان پر مقدمہ نہ چلایا' کیوں نظر بندی پر اکتفا کیا' جہاں ہر سہولت کے ساتھ ساتھ شراب بھی میسر تھی۔

یحییٰ خان نے اس وقت ایک انٹرویو میں یہ بھی کہا تھا کہ ان کے بیٹے کو برما شیل کی نوکری سے نکال دیا گیا۔ میں صرف یہ پوچھوں گا کہ وضاحت کر دیں کہ ان کے بیٹے کی تعلیم کیا ہے اور برما شیل میں انہیں تنخواہ کیا ملتی تھی' نیز یہ کہ اگر وہ صدر نہ ہوتے تو کیا یہ نوکری موصوف کو مل سکتی تھی؟

اس انٹرویو میں یحییٰ خان صاحب نے کچھ تذکرہ اپنی زمینوں کا بھی کیا تھا اور فرمایا تھا کہ ان پر فیصل آباد میں زمینیں خریدنے کا الزام عائد کیا گیا' کچھ زمینوں کا مجھے بھی علم ہے جو غازی کاکا اور قصور میں ہیں اور دو عدد مکانوں کا بھی جن میں سے ایک پشاور میں ہے اور دوسرا راولپنڈی میں' اس وقت یحییٰ خان صفائی دینے پر ہی آئے تھے لیکن ان کے ساتھ فوج اور سول میں بے شمار لوگ جانتے تھے کہ بھولو پہلوان نے اتنا دودھ نہیں پیا ہوگا جتنی انہوں نے شراب پی تھی اور شراب کے ساتھ کچھ لوازمات بھی ہوتے تھے جن پر خرچ اٹھتا تھا' پھر یہ زمینیں اور دو مکان کیسے بن گئے جبکہ ان کی کوئی آبائی جائیداد بھی نہیں تھی۔ جواب دینے سے قبل یہ لطیفہ سن لیجئے کہ ایک شخص اپنی بیوی کے پاس سیر بھر قیمہ لایا کہ اسے بھون دو۔ اس کی عدم موجودگی میں بیوی نے قیمہ ضرور بھونا مگر اپنے کسی آشنا کو کھلا دیا۔ واپسی پر اس شخص نے استفسار کیا تو بیوی بولی کہ قیمہ تو بلی نے کھا لیا ہے۔ اس شخص نے بلی کو اٹھا کر وزن کیا تو صرف ایک سیر نکلا۔ اس نے بیوی سے پوچھا کہ اگر یہ قیمے کا وزن ہے تو بلی کہاں گئی اور اگر بلی ہے تو قیمہ کہاں گیا۔ یحییٰ خان یہ نہیں بتاتا کہ عیش و آرام بھری زندگی تنخواہ پر بسر کی تو دو مکان کیسے بنائے اور اگر تنخواہ سے مکان اور جائیداد بنائی تو عیش و آرام بھری زندگی کیسے بسر کی؟

اس انٹرویو میں یحییٰ خان نے رباط کانفرنس کا تفصیل سے ذکر کیا اور کارنامہ بتایا کہ انہوں نے بھارت کے نمائندے کو وہاں سے نکلوایا تھا لیکن تہران کا وہ واقعہ نہیں بیان کیا جب بقول

الطاف حسن قریشی مدیر ''اردو ڈائجسٹ'' کے دنیا کے متعدد سربراہانِ مملکت کے سامنے بھری محفل میں زیادہ پی جانے کے باعث پتلون ہی میں پیشاب کر دیا تھا۔ یہ واقعہ جناب الطاف حسن قریشی نے اپنے ماہنامہ ''اردو ڈائجسٹ'' میں لکھا تھا۔

بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کی مذمت کرتے ہوئے یحییٰ خان فرماتے رہے کہ میں ہوتا تو کبھی تسلیم نہ کرتا۔ سبحان اللہ---اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ

اتنی نہ بڑھا پاکی داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بندِ قبا دیکھ

کیا قوم نہیں جانتی کہ بنگلہ دیش کس نے بنایا؟

✓ تم نے ون یونٹ توڑا

✓ تم نے ایک آدمی ایک ووٹ کا قانون بنایا

✓ تم نے چھ نکات کی بنیاد پر انتخاب لڑنے کی اجازت دی

✓ تم نے اپنے ہی بنائے ہوئے لیگل فریم ورک کی دھجیاں اڑائیں

✓ تم ہی تھے جس نے انتخابات میں مشرقی پاکستان کی حد تک بے انتہا دھاندلی ہونے دی

✓ یہ سب کون کر رہا تھا؟ کون اس وقت ملک کا صدر تھا؟ کون فوج کا کمانڈر انچیف تھا؟ کون چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر تھا؟ کون ذمہ دار تھا ان واقعات کا؟ کون بھٹو سے مل کر اپنے اقتدار کے لئے سازشیں کرتا تھا؟ وہ کون تھا جس نے شیخ مجیب الرحمٰن کی طرف سے اس انکار کے بعد کہ وہ تمہیں صدر نہیں رکھے گا' لاڑکانے میں بھٹو سے شکار کے بہانے سازشیں کیں؟

✓ کون تھا جس نے فوجی ایکشن کا حکم دے کر نفرت کی بنیاد رکھی؟

✓ کون تھا جس نے 25 مارچ کے بعد پلٹ کر مشرقی پاکستان کا رخ نہیں کیا؟

✓ کس نے مشرقی پاکستان پر حملے کی خبر سن کر کہا کہ ہم سوائے دعا کے اور کیا کر سکتے ہیں؟

کون حکومت پر فائز تھا جس نے مغربی پاکستان کی سرحد سے جنگ چھیڑی لیکن فوجوں کو آگے بڑھنے سے روکے رکھا اور مشرقی پاکستان کا تحفظ مغربی پاکستان سے ہوگا کے نظریئے کے مطابق بھارتی علاقے میں یلغار نہ کی؟

کون تھا جس نے ملک کو ٹوٹتے دیکھ کر بھی پولینڈ کی قرارداد نہ مانی؟

کیا سارے الزامات کے جواب میں یحییٰ خان کے سوا کسی دوسرے کا نام آتا ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ چالیس چوروں کا ایک ٹولہ تھا جس میں اور بھی بہت سے تھے مگر کیا یحییٰ خان ان کا سرغنہ تھا۔ کیا ہر قصور کا پہلا ذمہ دار وہ نہیں؟

تو ادھر ادھر کی بات نہ کر، یہ بتا کہ قافلہ کیوں لٹا
مجھے رہزن سے غرض نہیں، تیری رہبری کا سوال ہے

امریکہ کے ساتویں بحری بیڑے کے بارے میں کہا گیا کہ یہ صرف پراپیگنڈا تھا، اگر ایسا تھا تو کس کے لئے تھا، پاکستانی عوام کو بے وقوف بنانے کے لئے اس وقت کون حکومت میں تھا، یہ جھوٹ کون بول رہا تھا، ریڈیو ٹیلی ویژن اور اخبار کس کے پاس تھے جو چلا چلا کر ساتویں بحری بیڑے کی آمد کی ''خوشخبری'' سنا رہے تھے۔

آگے چل کر فرماتے ہیں کہ ڈاکٹر مالک کا سگنل آیا تھا کہ حالات خراب ہیں۔ بھارتی بغیر سرنڈر کے نہیں مانتے اور جواب میں یحییٰ خان کے بقول ڈاکٹر مالک کے ذریعے جو پیغام دیا گیا اس کی عبارت یہ تھی کہ:

''نیازی آپ مشرقی پاکستان کے محاذ پر سینئر ترین فوجی افسر ہیں۔ آپ ڈپٹی مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر بھی ہیں اور وہاں کے انڈیپینڈنٹ کمانڈر بھی، تم میری نسبت صورتحال کو بہتر جانتے ہو، تم سچوایشن کا صحیح اندازہ کر سکتے ہو، گورنر کو کنسلٹ کرو اور یو این او والوں کو بولو کہ سیز فائر کرا دیں۔ جب سیز فائر ہوتا ہے تو کمانڈر آپس میں ملتے ہیں اور کوئی نہ کوئی سمجھوتہ ہو جاتا ہے لیکن دشمن کے سامنے ہتھیار ڈالنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔''

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ یہ سارا صریحاً جھوٹ ہے مجھے اس قسم کا کوئی سگنل نہیں ملا اور خود یحییٰ خان کے بیان سے اس کی تردید ثابت ہے کہ سگنل وہ ڈاکٹر مالک کو بھیج رہے ہیں اور اس میں نام میرا لے رہے ہیں۔

اس مسئلے کو سمجھنے کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ میری مشرقی پاکستان میں کیا پوزیشن تھی؟ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جنرل ٹکا خان مشرقی پاکستان کے مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر بھی تھے اور

سیاہ سفید کا انہیں اختیار تھا لیکن ان کے بعد میں اس پوزیشن میں نہ تھا کیونکہ ایم اے مالک مشرقی پاکستان کے گورنر بنائے جانے کے بعد میں ان کے ماتحت تھا لہذا مالک صاحب نے یحییٰ خان کو کیا سگنل دیا اور بدلے میں یحییٰ خان کا کیا سگنل آیا' اس سے میرا کوئی تعلق نہ تھا۔ میں مشرقی پاکستان میں آزاد نہ تھا بلکہ قاعدے کے مطابق میرا ہر آن رابطہ اسلام آباد کے جنرل ہیڈ کوارٹر سے تھا اور آخر وقت تک یعنی 16 دسمبر کو ہتھیار ڈالنے تک یہ رابطہ قائم تھا اور جنرل حمید اور جنرل گل حسن سے باقاعدہ بات چیت ہوئی تھی۔ اس بات چیت میں کبھی رکاوٹ نہ پیدا ہوئی اور یہ بات ضرور فوج کے ریکارڈ پر ہوگی کہ مجھے اس قسم کا کوئی تار نہیں بھیجا گیا کہ تم نے ہتھیار نہیں ڈالنے' اس کے برعکس میں آپ کو جنرل یحییٰ خان کے دو آخری سگنل بتاتا ہوں۔

پہلا سگنل جو مجھے ملا وہ 29 نومبر کا ہے۔ مشرقی پاکستان پر بھارت نے بھرپور حملہ اپنی باقاعدہ فوج کے ساتھ کیا' پہلے اس کے آدمی چوری چھپے مکتی باہنی کے نام پر لڑ رہے تھے۔ میں نے ایک ہفتے میں بڑی محنت سے اس حملے کا مقابلہ کیا اور انہیں کئی مقامات سے مار بھگایا' اس پر 29 نومبر کو مجھے یحییٰ خان کا یہ سگنل موصول ہوا جس کے چند الفاظ یہ تھے کہ آپ کی کامیابی کو سنہری لفظوں میں لکھا جائے گا اور ساری قوم آپ کو خراج تحسین پیش کرتی ہے۔

دوسرا اور آخری سگنل مجھے سقوط ڈھاکہ سے دو روز قبل 13 اور 14 دسمبر کی درمیانی شب موصول ہوا۔ واضح رہے کہ اس روز میں نے ''آخری آدمی اور آخری گولی'' کا حکم جاری کیا تھا اور اعلان کیا تھا کہ ڈھاکہ میں ٹینک میرے سینے سے گزر کر ہی داخل ہو سکیں گے لیکن رات کو جو پیغام آیا اس کے الفاظ یہ تھے۔

''آپ نے وطن کے دفاع کے لئے بہترین جنگ لڑی ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ آپ ایک ایسی سٹیج پر پہنچ چکے ہیں کہ مزید مزاحمت انسانی بس میں نہیں اور اس سے مزید جانی نقصان اور تباہی کے سوا کچھ نہیں ملے گا' لہٰذا اب تمہیں وہ تمام ممکن حربے اختیار کرنے چاہئیں جن سے تم فوج اور اس سے ملحقہ افراد' نیز پاکستان کے حامی افراد کی جانیں بچا سکو۔ میں نے اقوام متحدہ سے کہا ہے کہ وہ مشرقی پاکستان میں پاکستانی فوج کا تحفظ کرے اور افواج پاکستان اور تمام محب وطن پاکستانیوں کو بچانے کا اہتمام کرتے ہوئے بھارتی جارحیت کو رکوائے۔''

یہ دونوں سگنل یہاں بھی محفوظ ہوں گے اور میرے پاس بھی محفوظ ہیں' پھر جن افسروں نے انہیں موصول کیا وہ بھی زندہ ہیں۔ خود میں نے بھارتی قید میں بھی ان پیغامات کی حفاظت کی ہے اور انہیں مختلف ٹکڑوں میں لکھ کر اپنی ڈائری میں محفوظ کیا ہے جسے آپ خود دیکھ سکتے ہیں لہذا یہ کہنا کہ یحییٰ خان نے مجھے ہتھیار ڈالنے اور آخری وقت تک لڑنے کا حکم دیا اور میں نے بزدلی سے ہتھیار ڈال دیئے' سراسر جھوٹ ہے اور میں بڑی سے بڑی عدالت میں اس جھوٹ کا پردہ چاک کرنے کے لئے دستاویزی ثبوت کے ساتھ پیش ہونے کو تیار ہوں۔

میں نے جن سگنل کا ذکر کیا ہے اس کے باوجود ہم نے 14 دسمبر کو ہتھیار نہیں ڈالے' ہم انتظار کرتے رہے کیونکہ ہمیں اسلام آباد سے اس سے پیشتر باقاعدہ اطلاع دی گئی تھی کہ ''زرد اوپر سے اور سفید نیچے سے تمہاری امداد کر رہا ہے۔'' مطلب یہ تھا کہ نیچے سے سمندر کے ذریعے امریکی بیڑا اور اوپر سے چین ہماری مدد کو پہنچ رہا ہے۔ وقت تیزی سے گزر رہا تھا' ہمارے جیالوں کا ہر طرف سے یہی جواب تھا کہ ''آخری گولی آخری آدمی'' کے آرڈر پر عمل کرتے ہوئے وہ آخری قطرہ خون بہنے تک لڑیں گے مگر اسلام آباد خاموش تھا۔

میں بار بار انہیں پیغام بھیج رہا تھا' بار بار یحییٰ خان سے بات کرنے کی کوشش کرتا لیکن حمید یا گل حسن ملتے اور کہتے کہ یحییٰ خان باتھ روم میں ہے۔ مجھے معلوم تھا کہ پی پلا کر کہیں اوندھا ہو چکا ہوگا' چنانچہ میں نے جل کر کہا کہ ایک گھنٹے سے وہ باتھ روم میں ہے اسے کہو مجھ سے بات کرے۔ جواب میں پھر یہی کہا گیا کہ وہ بات نہیں کر سکتا۔ میں نے گالی دے کر رابطہ منقطع کر دیا۔

صاف ظاہر تھا کہ وہ ہمیں چھوڑ چکے تھے' ادھر ڈاکٹر مالک جو گورنر تھے بار بار ہتھیار ڈالنے پر زور دے رہے تھے۔ میں نے کہا میں کیونکر کر سکتا ہوں۔ جواب میں وہ بولے کہ یحییٰ سے میری بات ہوئی ہے وہ کہتا ہے کہ مشرقی پاکستان تو گیا اب مغربی پاکستان کو بچانے کی کوشش کر رہے ہیں' اگر تم نے ہتھیار ڈال کر جنگ بند نہ کرائی تو مغربی پاکستان بھی ہاتھ سے جاتا رہے گا۔ میں نے یحییٰ خان سے پھر بات کرنے کی کوشش کی مگر وہ ہنوز ''باتھ روم'' میں تھا۔ یہ دو روز اس نے شاید ''باتھ روم'' ہی میں گزارے ہوں گے کہ ایک بار بھی وہ مجھ سے بات نہیں کرتا تھا۔ میں گور:

نہیں تھا' کمانڈر تھا اور گورنر مجھے ہتھیار ڈالنے کو کہہ رہا تھا۔ یحییٰ خان کا آخری سگنل بھی میرے سامنے تھا جس کا مضمون اوپر میں بتا چکا ہوں اور جس میں ہر حربہ اختیار کر کے پاکستانی فوج اور سول افسروں کو بچانے کا ذکر تھا' اس صورتحال میں، میں کیا کرتا۔ اس احمق نے اپنے سگنل میں کہا تھا کہ اقوام متحدہ سے بات کرو کہ جنگ بند کرائے۔ کیا منطق تھی اس کی، بھارت جو تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا کیا اس وقت میرے اپیلوں سے رک جاتا' اگر اقوام متحدہ یا بڑی طاقتوں سے کوئی بات کر سکتا تھا تو اسلام آباد کر سکتا تھا نہ کہ میں' لیکن اسلام آباد میں کرسیوں کی جنگ جاری تھی۔ یحییٰ مدہوش تھا اور بھٹو راستے میں رکتا اور سیر کرتا ہوا سلامتی کونسل پہنچ رہا تھا تاکہ زیادہ سے زیادہ دیر لگے اور اتنی دیر میں مشرقی پاکستان میں ہمارا جھٹکا ہو جائے' پھر بھٹو وہاں پہنچا بھی تو جنگ بندی اور سیاسی حل پر مبنی پولینڈ کی قرارداد پھاڑ دی اور یوں جنگ بندی کی آخری امید بھی ختم کر دی۔ ڈاکٹر مالک آج زندہ نہیں۔ ڈاکٹر مالک نے مجھے بتایا تھا کہ یحییٰ خان کہتا ہے کہ بھارتی فوج مرالہ ہیڈ ورکس کے اوپر پہنچ گئی ہے اور اگر وہ ہیڈ ورکس پر قابض ہو گئی تو غضب ہو جائے گا' لہٰذا جلدی ہتھیار ڈال کر جنگ بند کراؤ ورنہ مغربی پاکستان بھی ہاتھ سے جاتا رہیگا۔

مجھے یہ ہدایت دے کر کہ اقوام متحدہ سے بات کر کے اور ہر حربہ اختیار کر کے فوج اور سول افسروں کو بچاؤ اور مالک سے یہ کہہ کر مغربی پاکستان کو بچانے کے لئے مشرقی پاکستان میں ہتھیار ڈال دو' یحییٰ کا ٹولہ مغربی پاکستان کے آئندہ اقتدار کی تقسیم میں مصروف تھا جہاں بھٹو نے یحییٰ کو یقین دلا رکھا تھا کہ وہ بطور صدر اسے کام کرنے دے گا۔ ہمارے جوان تعداد میں کم تھے' ہوائی تحفظ سرے سے نہ تھا' رہی سہی کسر مغربی پاکستان کی سرحد سے بھارت پر حملہ کر کے اسلام آباد نے پوری کر دی تھی' یہ اہم نکتہ ہے جسے بغور سمجھنا ضروری ہے۔

''مشرقی پاکستان کا تحفظ مغربی پاکستان سے ہوگا۔'' یہ تھا وہ نظریہ جو قیام پاکستان سے جنگی منصوبہ بندی کے طور پر وضع کیا گیا' چنانچہ فضائیہ' بحری اور بری افواج کے ہیڈ کوارٹر مغربی پاکستان میں رکھے گئے۔ مشرقی پاکستان میں ہمارے پاس فضائیہ سرے سے موجود نہیں تھی' اس کے باوجود بھارت کی افواج مکتی باہنی کے ساتھ سرحدوں میں گھس آئی تھیں۔ میں نے اندرون مشرقی پاکستان کو محفوظ رکھا ہوا تھا اور طویل جنگ کی منصوبہ بندی پر عمل کر رہا تھا۔ یہ ایسی منصوبہ

بندی تھی جس کے تحت حملہ آور بھارت کی بری فوج کو دو آدمی گنوا کر ہمارا ایک آدمی لینا پڑتا اور مجھے یقین تھا کہ بھارت مشرقی پاکستان کے لئے اتنی بھاری جانی قربانی نہیں دے سکے گا۔ بھارت ڈھاکہ کے انٹرنیشنل ایئرپورٹ اور چٹاگانگ کی انٹرنیشنل بندرگاہ پر اعلان جنگ کئے بغیر فضائی حملہ نہیں کر سکتا تھا لہذا میں سمجھتا ہوں کہ کچھ وطن فروشوں نے اسے یہ موقع دیا کہ مغربی پاکستان کی سرحد پر ذرا سی چھیڑ چھاڑ کے بعد جنگ عملاً بند کر دی گئی' اس چھیڑ چھاڑ کا نتیجہ یہ نکلا کہ بھارت اور پاکستان کی باقاعدہ اعلان کردہ جنگ کا آغاز ہو گیا اور بھارتی طیارے ڈھاکہ اور چٹاگانگ کے علاوہ دوسرے مشرقی پاکستانی شہروں پر حملہ آور ہو گئے۔

چلئے اگر بھارت پر فوج کشی کی ہی تھی اور اس سے مشرقی پاکستان کا دفاع مقصود تھا اور بھارتی علاقے پر قبضہ کر کے مشرقی پاکستان کو بچانے کا منصوبہ تھا تو پھر یہاں جنگ بندی کیوں کی گئی۔ یہاں تو ہمارے پاس بہترین اور تازہ دم فوج بھی تھی اور فضائیہ کا مکمل تحفظ بھی' یہاں ہمارا بحری بیڑا بھی تھا اور عوام بھی حکومت کے ساتھ تھے، پھر کیا وجہ ہے کہ یحییٰ خان نے یہاں جنگ بند کر دی بلکہ سچ تو یہ ہے کہ جنگ شروع کر کے مشرقی پاکستان پر بھارتی طیاروں کی بمباری کا جواز ہی پیدا کیا گیا ورنہ کوئی وجہ نہ تھی کہ جب بھارت مشرقی محاذ پر ہم سے الجھا ہوا تھا پاکستان حملہ کرنے میں پہل کرنے کے فوائد حاصل نہ کرتا اور فضائی تحفظ جو اسے سوا سو میل تک بخوبی حاصل تھا' لیتے ہوئے دہلی کے قرب و جوار میں بالخصوص مشرقی پنجاب کے اہم ترین شہروں پر قبضہ نہ کر لیتا۔

یحییٰ خان نے اس کی صفائی یوں دی کہ پاکستان کی طرف سے بھارت پر فضائی حملہ کرنے کے بعد اس نے آرمڈ ڈویژن کو لانچ کرنے کے لئے کہا تھا مگر بھٹو نے ایسا نہ ہونے دیا۔

''بھٹو نے رحیم خان کو کہہ دیا تھا اور رحیم کہنے لگا کہ میرے جہاز بھارت میں دور تک نہیں جا سکتے لہذا پاکستانی فوج کو بھارتی علاقے میں نہیں گھسنا چاہئے۔''

سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہی جہاز 1965ء کی جنگ میں دور تک کیسے چلے گئے تھے؟

کیا سپریم کمانڈر' چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر اور صدر مملکت یحییٰ خان تھے یا بھٹو یا رحیم خان؟ اپنی ذمہ داری سے صرف یہ کہہ کر جان چھڑا لینا کہ بھٹو کے کہنے پر رحیم خان نے جہاز نہ دیئے

اس لئے جنگ بند کرنی پڑی' کہاں کی دلیل ہے جبکہ اسی سانس میں یحیٰی خان نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ اگر کوئی جرنیل میری بات نہ مانتا تو میں کان سے پکڑ کر اسے نکال دیتا پھر کیوں نہ نکالا رحیم خان کو۔۔۔ کیوں ٹرخ گیا رحیم خان سے۔ یہ ملک وقوم کی بقاء کا مسئلہ تھا۔ رحیم خان کی کیا مجال ہو سکی تھی کہ اپنے نمبر 2 کو چارج نہ دیتا لیکن اگر یحیٰی خان خود ہی نااہل ہو' شراب میں مدہوش رہتا ہو' اس ٹولے کا سرغنہ ہو تو نچلے لوگ تو شیر ہوں گے۔

یحیٰی خان کے بقول میرے پاس مشرقی پاکستان میں اتنے اختیارات تھے کہ میں اس کی حکم عدولی کر سکتا تھا اس سے بڑی حماقت کی بات اور کوئی نہیں ہو سکتی کہ مشرقی حصے کا کمانڈر اپنے کمانڈر انچیف کی ہدایات ماننے سے انکار کر دے۔ فوج میں ڈسپلن بنیادی چیز ہے اور یہ کوئی بچوں کا کھیل نہیں کہ جو بات چاہی مان لی اور جو چاہی رد کر دی۔ کچھ عرصہ قبل فوج کے شعبہ تعلقات عامہ کے بریگیڈیر صدیقی نے ڈیفنس جرنل میں نپولین کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا کہ کمانڈر اپنے پلان کا خود ذمہ دار ہوتا ہے نہ کہ ملک کا بادشاہ یا صدر۔ مجھے اس کی کم عقلی پر افسوس ہوتا ہے کیونکہ نپولین کے زمانے میں رابطے کا ذریعہ قاصد ہوتے تھے جو گھوڑے پر اپنا سفر طے کرتے تھے۔ لڑائی میں فوجیں آمنے سامنے کھڑی ہوتی تھیں اور ایک دو دن میں لڑائی کا فیصلہ ہو جاتا تھا۔ ان دنوں میں کمانڈر کو مرکز سے ہدایات لینے کا وقت ہی نہ مل سکتا تھا کیونکہ قاصد کے آنے جانے تک لڑائی ختم ہو جاتی تھی۔ آج کی صورتحال اس کے برعکس ہے۔ لڑائی پورے علاقے میں پھیلی ہوئی ہے اور کمانڈر گھوڑے پر سوار ہر جگہ موجود نہیں ہوتا۔ آج کل کمانڈر کو ہزاروں میل میں پھیلے ہوئے علاقے پر لڑائی کو کنٹرول کرنا ہوتا ہے اور کمانڈر انچیف یا مرکزی حکومت پل پل میں اسے ہدایات دیتی ہے اور اس کی تکلیفیں سن کر نئے فیصلے کرتی ہے پھر سیاسی فیصلے ہمیشہ حکومت کے ہوتے ہیں اور اوپر سے آتے ہیں۔ سیاسی فیصلے ہمیشہ فوجی فیصلوں سے افضل ہوتے ہیں اور انہیں تسلیم کرنا پڑتا ہے کیونکہ تصور یہ کیا جاتا ہے کہ حکومت کو پورے حالات کا علم ہوتا ہے جبکہ کمانڈر صرف اپنے علاقے کا فیصلہ کرتا ہے۔

جہاں تک مشرقی پاکستان میں میرے کام کا تعلق ہے میں آخری سگنل سے پہلے سگنل کا مضمون بتا چکا ہوں جو 29 نومبر 1971ء کو دیا گیا اور جس میں یحیٰی خان نے مجھے بقول اس

کے عظیم کارنامہ انجام دینے پر مبارکباد دی تھی اور پھر 13 اور 14 دسمبر کی درمیانی شب کے آخری سگنل کا مضمون بھی بتا چکا ہوں جس میں یحیٰی خان نے یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ مزید جنگ جاری رکھنا بے سود ہوگا اور انسانی جانوں کو بچانے کا مشورہ دیتے ہوئے جنگ بندی کے لئے ہر حربہ اختیار کرنے کا حکم دیا تھا۔ان دو پیغامات کی موجودگی میں اس کا یہ کہنا کہ نیازی لڑ سکتا تھا اور وہ محض ڈر گیا' غلط بیانی کے سوا کچھ نہیں۔

اس نے مجھے بزدلی کا طعنہ دیا حالانکہ میرا فوجی ریکارڈ سب کے سامنے ہے اور میرے پاس بہادری اور اعلیٰ کارکردگی کے جس قدر تمغے ہیں وہ اس کا ثبوت ہیں اور مجھے بطور کمانڈر اپنی تیزی' تندہی اور بہادری کے لئے ''ٹائیگر'' کہا جاتا تھا۔

بزدل یحیٰی خان خود تھا جو مشرقی پاکستان پر فوجی ایکشن کا حکم دینے کے بعد بھی اس حد تک خوفزدہ تھا کہ اس کے کہنے کے مطابق یہ ایکشن اس وقت شروع نہ کیا گیا جب تک اس کا طیارہ کراچی نہیں پہنچ گیا۔دوسرے افسر اس کے گواہ ہوں گے کہ یہ ہدایت یحیٰی خان نے اس لئے دی تھی کہ فوجی ایکشن کی خبر ملنے پر کہیں بھارتی طیارے اس کے طیارے کا محاصرہ نہ کرلیں' پھر اس کی بہادری اس بات سے واضح تھی کہ میرے سپرد جو کام کیا گیا وہ ہتھیار بند بنگالیوں اور بھارتی فوج سے لڑنا اور مشرقی پاکستان کے کسی علاقے کو بھارت کی دست برد سے بچانا تھا تاکہ وہ ایسے علاقے میں نام نہاد بنگلہ دیش قائم نہ کرسکے۔ٹکا خان کی طرح میں مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر نہیں تھا اور نہ سول آبادی سے میرا کوئی واسطہ تھا' شہریوں کو پکڑنا' قید کرنا' کوڑے لگانا' پھانسی دینا' چھاپے مارنا' کرفیو لگانا' امن کمیٹیاں بنانا' پولیس کی چوکیاں قائم کرنا یا شہری آبادی پر کسی قسم کی کارروائی میرے دائرہ اختیار میں نہ تھی چنانچہ ستمبر 1971ء سے پہلے مشرقی پاکستان میں جس قدر ظلم ہوا یا جو تباہی اور بربادی ہوئی اس کے ذمہ دار جنرل یعقوب وغیرہ ہیں یا براہ راست جنرل ٹکا خان یا یحیٰی خان۔میں نے اپنا کام انجام دیا۔سرحدوں کو سنبھالا اور معاملات کو اس حد تک قابو میں کیا کہ سیاسی حل کے لئے فضا پیدا ہو جائے۔اس کے بعد جیسا کہ بار بار تجویز کیا گیا کہ یحیٰی خان کو ہم نے دعوت دی کہ وہ خود مشرقی پاکستان آئیں اور سیاسی صورتحال کو سنبھالنے کی کوشش کریں لیکن ہمارا یہ جیالا صدر اور سپریم کمانڈر فوجی ایکشن کے بعد سقوطِ ڈھاکہ تک ایک

بار بھی مشرقی پاکستان نہیں آیا اور یوں لگتا تھا کہ اس نے اس علاقے کو یکسر فراموش کر دیا۔
کبھی ہم اس کے متعلقہ لوگوں سے پوچھتے تو جواب ملتا کہ وہاں حالات ٹھیک نہیں۔ حالا
وہاں ایک برس سے خندقوں میں سونے والے پاکستانی فوجیوں کے لئے بھی خراب تھے۔
اسے ہم سے زیادہ خطرہ تھا اور کیا وہ جوان جو مشکل ترین حالات میں سرحدوں کی حفاظت ۔
لئے اپنا خون دے رہے تھے کسی کے بیٹے' کسی کے بھائی اور کسی کے شوہر نہ تھے۔

یحییٰ خان کے بقول رحیم اور گل حسن دونوں بھٹو کے دوست تھے اور ضرور بھٹو ہی نے ان
جنگ نہ کرنے پر اکسایا ہوگا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر اسے بھٹو اتنا ہی ناپسند تھا جتنا کہ وہ بعد میں اپنا ہر الزام اس ۔
سر ڈال کر معصوم بنتا رہا تو اس نے یہ جانتے ہوئے بھی کہ گل حسن اور رحیم بھٹو کے دوست ہ
انہیں کیوں کلیدی حیثیتوں میں فوج پر مسلط کیا' کیوں ان تینوں کو چین بھیجا' کیوں انہیں تبدی
نہ کیا۔ اصول تو یہ تھا کہ جنرل حمید جو بری افواج کا کمانڈر انچیف تھا چین جاتا کیونکہ فضائیہ
کمانڈر انچیف رحیم بھی چین گیا تھا لیکن یحییٰ خان نے گل حسن کو رحیم اور بھٹو کے ساتھ چین کیو
بھیجا؟

یحییٰ خان کے بقول 1965ء کی جنگ میں چھمب اور جوڑیاں میں اس نے ایڈوانس کیا
جو غلط ہے۔ یہ اعزاز اختر ملک کو جاتا ہے اور یہ بھی غلط ہے کہ بقول اس کے وہ اکھنور لینے می
اس لئے کامیاب نہ ہو سکا کہ موسیٰ خان نے اس سے کہا لاہور زیادہ ضروری ہے چنانچہ یحییٰ خا
کو عظمت حیات کا بریگیڈ لاہور بھیجنا پڑا۔ یہ بات ریکارڈ پر موجود ہوگی کہ عظمت حیات کا بریگ
لاہور نہیں آیا تھا اور سیالکوٹ بھی دو تین دن بعد پہنچا تھا۔ یحییٰ خان کے پاس اکھنور فتح کرنے
وقت بھی تھا اور ذرائع بھی لیکن اہلیت کہاں سے آتی

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک جہاں میں
کرگس کا جہاں اور ہے شاہیں کا جہاں اور

یحییٰ خان نے اپنی ذاتی زندگی کے حالات بیان کرتے ہوئے بھی واقعات
بدلا...... موصوف کہتے ہیں کہ وہ کوئٹہ سٹاف کالج میں انسٹرکٹر تھے کہ سکھوں نے کالج

لائبریری کو آگ لگانے کا منصوبہ بنایا۔ یحییٰ خان صاحب بقول ان کے رائفل لے کر لائبریری میں سو گئے اور لائبریری کو بچا لیا۔

جس شخص نے لائبریری کا چارج لیا اس کا نام امیر عبداللہ نیازی ہے جو اس وقت میجر تھا اور اب آپ کے سامنے ہے اور یہ بات بھی فوجی ریکارڈ میں محفوظ ہوگی کہ ایک ہندوستانی عیسائی وہاں لائبریرین تھا' چابیاں خود میں نے اس سے حاصل کیں اور یحییٰ خان' میجر اشرف علی شاہ اور کیپٹن اسحاق کی موجودگی میں بلوچ رجمنٹ کے کچھ سپاہیوں کو وہاں متعین کر دیا۔ آپ ہی فیصلہ کیجئے کہ بلوچستان میں جہاں مسلمانوں کی اکثریت تھی اور بلوچ خوداتنی بہادر قوم ہیں وہاں سکھ کیسے آگ لگا سکتے تھے اور اس علاقے میں ایک آدھ کے سوا شاید ہی کوئی سکھ افسر ہو جو کورس کرنے آیا ہو اور شہری آبادی میں سکھوں کا وجود ہی نہ تھا۔

اپنے بارے میں بہادری کی جو ڈینگیں یحییٰ خان نے ماری اس کا ایک بھی ثبوت ریکارڈ پر نہیں۔ انگریز کی جنگ میں موصوف جنگی قیدی بن گئے۔ کشمیر میں میجر بنا کر بھیجے گئے تو وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔

غفار مہدی نے یہ واقعہ لکھا ہے کہ موصوف شراب پی کر خواتین کی بے حرمتی کے لئے کسی کے گھر میں گھس گئے تھے اور بمشکل ان کی جان بچائی گئی۔ 1965ء کی جنگ میں چھمب جوڑیاں اختر ملک اور یحییٰ خان کو بھیجا گیا تو اکھنور نہ لے سکا' بعد میں دعویٰ کیا کہ ان سے فوج واپس منگوا لی گئی تھی جو حقیقت کے خلاف ہے حالانکہ وہ خود کہتے ہیں کہ ہندو ایمونیشن جلا کر واپس جا رہے تھے۔ مشرقی پاکستان میں ایکشن کے بعد بھول کر بھی ادھر کا رخ نہیں کیا۔ سقوطِ ڈھاکہ پر اعلان کیا کہ مغربی پاکستان میں لڑائی جاری رکھیں گے اور اس وقت یہ نہیں کہا کہ وہاں نیازی نے میری بات نہیں مانی بلکہ یہ کہا کہ مقامی کمانڈروں کے سمجھوتے کے تحت ہتھیار ڈال دیئے گئے ہیں مگر اس طرف ہم جنگ جاری رکھیں گے' پھر دو ہی دن میں جنگ بند کرنے کا اعلان کر دیا گیا حالانکہ یہاں سے پوری قوت کے ساتھ حملہ کیا جاتا تو مشرقی پنجاب پر قبضہ کیا جا سکتا تھا مگر ڈویژن جہاں پڑا تھا وہیں حکم کا انتظار کرتا رہا اور یحییٰ خان صاحب نشے میں ڈوبے رہے۔ مشرقی پاکستان میں شکست کا ایک ہی جواب ہو سکتا تھا کہ مغربی پاکستان کی طرف سے

پاکستان کی فتح لیکن یہاں کیا ڈرامہ ہوا کہ 3 دسمبر کو ہوائی حملے سے رات کے وقت آغاز کیا گیا اور صبح تک بری فوج کے آرمرڈ کور انتظار ہی کرتے رہے حالانکہ اس ہوائی حملے کی آڑ میں انہیں آگے بڑھنا چاہئے تھا' ایک بار ادھورا سا ہوائی حملہ کر کے گویا بھارت کو گرین سگنل دے دیا گیا کہ پاکستان نے اعلان جنگ کر دیا' اب آپ ڈھاکہ اور چٹاگانگ پر کھلم کھلا بمباری کر سکتے ہیں اور ہم مزید آگے نہیں آئیں گے۔

مغربی محاذ پر ہمارا منصوبہ یہ ہوتا تھا کہ مشرق کا دفاع مغرب سے ہوگا یعنی مشرق میں تھوڑی سی فوج ہوگی جو دفاعی لڑائی لڑے گی باقی سب کچھ مغرب میں ہوگا جہاں سے بھرپور حملہ کیا جائے گا اور ہم بھارت کے علاقے میں دور تک گھس جائیں گے اس سے دو باتیں ہوتیں:

☆ مشرقی پاکستان سے بھارت کو فوجیں ہٹانا پڑتیں۔

☆ سیز فائر کے وقت جو علاقہ اس نے مشرق میں جیتا تھا اسے مغرب میں اپنے علاقے سے بدلنا پڑتا۔

مشرقی پاکستان میں بھارتیوں کی 12 ڈویژن کی نفری کے لگ بھگ فوج 200 کے قریب ہوائی جہاز' 6 رجمنٹ کے لگ بھگ ٹینک' 1200 ہیلی کاپٹر' نصف سے زائد نیوی مع ایئر کرافٹ کیریر وکرم ہمارے خلاف برسر پیکار تھے۔ مغربی پاکستان میں ہماری اور ان کی برابری تھی بلکہ ٹینکوں میں ہمارے پاس زیادہ قوت تھی۔

اسلام کی تاریخ میں پہلا موقع تھا کہ ہماری اور دشمن کی برابری تھی ورنہ اس سے پہلے ہمیشہ دشمن ہم سے کئی گنا زیادہ ہوتا تھا مثلاً مشرقی پاکستان میں ایک مقابلے میں جس کی تعداد ہمارے خلاف تھی اور عوام بھی ہمارے حق میں نہیں تھے۔

مغربی پاکستان میں کوئی اور جرنیل ہوتا تو بھارت کا سینہ چھلنی کر دیتا' وہ اس قابل یقیناً تھا اس کے پاس ذرائع تھے' اس کو نہ پیچھے سے خطرہ تھا نہ دائیں یا بائیں سے' عوام اس کے پیچھے کھڑے تھے اور ملک کے عقب میں اسلامی ممالک تھے جہاں سے راستہ کھلا تھا' درجنوں جرنیل' ایئر مارشل' ایڈمرل' تمام فیکٹریاں' ساری سپلائی یہاں تھی' مکمل تیاری بھی تھی۔ فوجیں اپنے مقررہ علاقوں میں موجود تھیں اور چھ کمانڈر تجربہ کار اور اہل تھے' کمی تھی تو صرف ایسے قائد اعلیٰ کی جس

میں ہمت و جرات' بہادری اور حب الوطنی ہو۔کاش اس وقت یحیٰی کی بجائے کوئی دوسرا سپریم کمانڈر ہوتا تو آج برصغیر کا نقشہ اور تاریخ مختلف ہوتی۔صدیوں کے بعد ایسا موقع نصیب ہوا تھا جو یحیٰی خان کی نااہلی کے باعث ضائع ہو گیا۔

یہ مجھے بعد میں معلوم ہوا کہ یہاں لاہور اور دوسرے شہروں پر بھارتی طیارے دندناتے پھرتے تھے اور کوئی انہیں پکڑنے والا نہ تھا۔الٹا پاکستانی عوام کو یہ تاثر دیا گیا تھا کہ ہمارے پاس ایسے جہاز نہیں جو بھارتی جہازوں کا مقابلہ کر سکیں۔یہ سراسر جھوٹ ہے اور ایسا پراپیگنڈا محض اس لئے کیا گیا کہ پاکستانی قوم مایوس ہو کر شکست کے لئے ذہنی طور پر تیار ہو جائے۔

انگریز کی پرانی ضرب المثل میں ہے کہ بھیڑیوں کی وہ فوج بہتر ہے جس کا سربراہ شیر ہو' یہ اس سے بہتر ہے کہ شیروں کی فوج پر بھیڑ سربراہ بن جائے۔حقیقت یہ ہے کہ ہماری فوج شیروں کی تھی لیکن یہاں اس کا سپریم کمانڈر ایک بھیڑ تھا اور اس کے ساتھ شامل چالیس چوروں کا ٹولہ جو جنگ کرنا نہیں چاہتا تھا بلکہ مشرقی پاکستان کو الگ کر کے مغربی پاکستان میں اپنی مطلق العنان حکومت بنانے کے خواب دیکھ رہا تھا اور یہ ساری منصوبہ بندی اسی لئے کی گئی تھی۔

اس سے بڑا ستم اور کیا ہو سکتا ہے کہ مغربی سرحد پر حملہ بھی ہم نے کیا اور دس دن بعد ہمارے ہی 5 ہزار مربع میل بھارت کے قبضے میں چلے گئے۔کیا فوج کی تاریخ میں کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ حملہ آور علاقہ لینے کے بجائے ہاتھ سے دے دے۔

پھر یہ کہ فوجی علاقے سے سول آبادی' غلہ اور مویشیوں کا انخلا کیوں نہ کیا گیا۔نتیجہ یہ نکلا کہ پھکلیاں اور شکر گڑھ سے مسلم آبادی کا علاقہ' غلہ اور مویشی مسلمان خواتین سمیت بھارت کے قبضے میں چلے گئے۔کیا منصوبہ بندی کرنے والے اندھے تھے کہ انہیں لڑائی کے علاقے سے سول آبادی کو نکالنے کا بھی خیال نہ رہا یا یہ پاکستانی قوم کو ذلیل و رسوا اور بھارت کی برتری کا احساس دلانے کا ہتھکنڈا تھا تاکہ وہ مشرقی پاکستان کی شکست کو ذہنی طور پر قبول کر کے بھارت کے مقابلے کا خیال دل سے ترک کر دیں اور اپنے علاقے کو بچانے اور 5 ہزار مربع میل واپس لینے کو ہی آئندہ حکومت کا کارنامہ سمجھیں۔

بھارتی نہ صرف مکان' اینٹیں' نل' ٹیوب ویل اور ملبہ لے گئے بلکہ کھڑی فصلیں کاٹ لی

گئیں۔ کتنی عورتیں بے آبرو ہوئیں' کتنے گھرانے لٹے۔ کیا یہ سب یحییٰ خان کی ذمہ داری تھی مگر اسے شراب وشباب سے فرصت ملتی تو وہ ادھر خیال کرتا۔

میں نے کھلم کھلا کہا تھا کہ مغرب میں حملہ نہ کرنا تاکہ اعلان جنگ نہ ہو اور میں یہاں دفاع کرسکوں لیکن یہ حملہ کیا گیا اور وہ بھی ادھورا تاکہ مجھ پر بھارتی فوج بھرپور اور فضائی حملہ کر کے مجھے مکمل بے دست و پا کر سکے' اگر یہاں حملہ نہ ہوتا تو میں طویل عرصے تک بھارتی فوج کو روک سکتا تھا لیکن اعلان جنگ کے بغیر بھارتی فوج مجھ پر بھرپور فضائی حملہ نہ کرسکتی تھی' پھر اگر حملہ کیا گیا تو مشرقی پنجاب پر قبضہ کیا جاتا۔ کیا میں اسے محض نالائقی سمجھوں یا گہری سازش جس کے تحت مجھے مشرقی پاکستان میں بھارت کے سامنے ڈالا گیا اور مغربی پاکستان کے عوام کو یہ تاثر دیا گیا کہ شکست ان کا مقدر ہے لہذا بنگلہ دیش کی علیحدگی اور بھارت کی بالادستی قبول کئے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

پھر اس حملے کا وقت بھی دیکھئے۔ یہ حملہ 21 نومبر کو کیوں نہ کیا گیا جب بھارت نے مشرقی پاکستان پر حملہ کیا تھا' دو ہفتے تک انتظار کیوں کیا گیا؟ کیا اس لئے کہ ہم نے مشرقی پاکستان پر بھارتی حملہ روک لیا تھا جس کا ثبوت خود 29 نومبر کو یحییٰ خان کا سگنل ہے جس میں ہمارے موثر دفاع کو خراج تحسین پیش کیا گیا۔ کیا ایسے مرحلے پر جب ہم دفاع کر چکے تھے اور بھارت کو اس حملے کی قیمت ادا کرنا پڑ رہی تھی مغربی پاکستان کی سرحدوں سے حملہ پاکستانی قوم کے خلاف سازش نہیں تھی۔

3 دسمبر کو جب یہ حملہ ہوا تو بھارت کو مشرقی پاکستان میں کوئی خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی تھی' پھر کیا ضرورت تھی اس حملے کی اور اگر کیا گیا تھا تو پھر بھارت میں ہر قیمت پر دور تک گھس جاتے۔ یہ کیا ہوا کہ آپ اپنا بھی 5 ہزار مربع میل علاقہ ہاتھ سے دے بیٹھے اور فوج کے متعدد ڈویژنوں کو آگے بڑھنے سے روکا گیا۔

یحییٰ خان کو یہ بھی معلوم ہے کہ 21 نومبر کو بھارت نے مشرقی پاکستان پر حملہ کیا تھا پھر انہوں نے اقوام متحدہ میں کیوں شکایت نہ کی۔ کیا مشرقی پاکستان' پاکستان کا حصہ نہیں تھا۔ کیا یہ مشرقی پاکستان کے خلاف' میرے اور میرے جوانوں کے خلاف سازش نہیں تھی۔ ہمارے ساتھ یہ ظلم

نہیں تو اور کیا تھا۔ فوج کو ذلیل کرنے کا یہ طریقہ کیا یحییٰ خان کے سوا کسی اور کی ذمہ داری ہے؟

کس کس کو بتاؤں ستمگر تیری خاطر
کس کس کی تباہی میں تیرا ہاتھ نہیں ہے

اوپر میں نے یہ کہا کہ یحییٰ خان کا دعویٰ تھا کہ وہ اقتدار میں ہوتا تو کبھی بنگلہ دیش کو تسلیم نہ کرتا۔ میں بار بار پوچھتا ہوں کہ مشرقی پاکستان میں یحییٰ نے جنگ کیوں بند کی' یہاں انہیں لڑنے میں کیا مشکل درپیش تھی؟

یاد رہے کہ اس وقت یحییٰ خان فوج میں کمانڈر انچیف تھے اور اس نے خود تسلیم کیا کہ بھٹو اس کے پاس آیا اور ایوب خان اور موسیٰ خان کو گالیاں دیں اور اسے تجویز دی کہ وہ فوج سنبھالے اور بھٹو سیاسی شعبہ سنبھالے گا اور دونوں ملک کو چلائیں گے۔ کیا یہی حب الوطنی ہے جس کا یحییٰ خان نے ڈھنڈورا پیٹا کہ اس وقت کی حکومت میں ڈپٹی کمانڈر انچیف ہوتے ہوئے بھی وہ ایک معزول شدہ' سول وزیر ذوالفقار علی بھٹو کے ساتھ سازشیں کرتا' صدر مملکت اور کمانڈر انچیف کے خلاف گالیاں سنتا اور ملکی اقتدار پر قبضہ کرنے کی تجاویز سن کر بھی نہ ان پر اعتراض کرتا اور نہ حکومت سے شکایت کرتا۔ بطور فوجی افسر اس کا فرض تھا کہ کمانڈر انچیف کو یہ سب بتائے ورنہ اس کا کورٹ مارشل ہو سکتا تھا۔

یحییٰ خان کے بقول مشرقی پاکستان میں ملٹری ایکشن بھٹو نے تجویز کیا' نیپ پر پابندی بھٹو نے لگوائی' قومی اسمبلی کا اجلاس بھٹو نے ملتوی کرایا' چین سے واپسی پر غلط سلط اطلاعات بھٹو نے دیں' گل حسن اور رحیم کو مغربی محاذ پر جنگ نہ کرنے کا مشورہ بھٹو نے دیا' پولینڈ کی قرارداد بھٹو نے یحییٰ خان کو بھیجی تک نہیں۔ غرض یہ سارے کام بقول یحییٰ خان کے بھٹو نے اس سے کرائے۔ سوال یہ ہے کہ کیا یحییٰ خان بھٹو کا ملازم تھا' کیا بھٹو صدر یا مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر تھا' کیا بھٹو فوج کا سپریم کمانڈر تھا۔ پھر کیا وجہ تھی کہ یحییٰ خان اس کی ہر بات مانتا رہا اور ملک تباہ ہوتا رہا اور وہ بھٹو کی ہر تجویز قبول کرتا رہا۔ یحییٰ شکایت کرتا یا کہ بھٹو نے بار بار اسے دھوکہ دیا اور فلاں فلاں کام غلط کرائے مگر خود ہی اسے چین اور بعد میں سلامتی کونسل میں بھیجا تھا لیکن آخر میں یہی یحییٰ خان بھٹو کو صدر بھی بناتا ہے اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر بھی' پھر خود ہی کہتا ہے کہ "میں

نے بھٹو سے کہا تھا کہ کیوں میرے فارن آفس میں مداخلت کرتا ہے' تجھے اس ملک کا انچارج تو نہیں بنایا' انچارج تو میں خود ہوں اور خود ہی فارن منسٹر ہوں۔''

اس سے بڑی نا اہلی' غیر ذمہ داری اور وطن فروشی اور کیا ہو سکتی ہے کہ یحییٰ نے بڑی سادگی سے یہ کہا ہے کہ مجھے تو پولینڈ کی قرارداد کا علم ہی نہیں تھا حالانکہ ساری دنیا کے ریڈیو چیخ چیخ کر یہ قرارداد بتلا رہے تھے' پھر اس نے کہا کہ بھٹو میری سنتا نہیں تھا اور اس نے مجھے قرارداد کا متن نہیں بھیجا۔

سوال یہ ہے کہ کیا یہ بات سن کر یحییٰ خان کو بری الذمہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ صدر وہ تھا' چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر وہ اور وزیر خارجہ بھی وہ' اگر بھٹو اس کی بات نہیں مان رہا تھا تو وہ اقوام متحدہ میں پاکستان کے مستقل نمائندے کو اس کی جگہ کام کرنے کا حکم نہیں دے سکتا تھا؟ اور کیا اس قرارداد کا متن واقعی پاکستان کے صدر کو کہیں سے نہ مل سکتا تھا۔

تعجب ہے کہ یحییٰ خان نے اس قدر ڈھٹائی سے واقعات کو بدلا۔ بات سیدھی ہے کہ یحییٰ خان بھٹو کی نصیحت ضرور مانتا تھا لیکن یقیناً بھٹو نے اس کی قیمت ادا کی تھی' شراب و شباب اور شکار کی شکل میں۔ صدر مملکت کو شکار کھلانے پر تیس' چالیس ہزار روپے خرچ ہوتے ہیں اور بھٹو آئے دن لاڑکانے میں یہ ڈرامہ رچاتا تھا۔ جانوروں کا شکار بھی اور ہر قسم کا شکار بھی اور ساتھ میں صدارت کی بحالی کا وعدہ بھی لیتا تھا۔

یحییٰ خان کی اپنی ذہنیت اس واقعہ سے ظاہر ہوتی ہے جس میں وہ بتاتا ہے کہ ایک روز وہ سکندر مرزا کے دفتر میں بیٹھا تھا جو ان دنوں پاکستان کے صدر تھے۔ اس نے سکندر مرزا کی دراز کھولی اور اس کی پرائیویٹ چٹھیاں نکالیں۔ ان میں ایک چٹھی بھٹو کی تھی جو بقول یحییٰ خان بھٹو نے اپنے ہینڈ رائٹنگ میں سکندر مرزا کو لکھی تھی اور اسے قائداعظم سے بڑا لیڈر قرار دیا تھا' اگر یہ واقعہ صحیح ہے تو یحییٰ خان سے بڑا غیر ذمہ دار اور نا اہل کوئی نہیں ہو سکتا جو پاکستان کے صدر کے دفتر میں جاتا ہے اور اس کی دراز کھول کر اس کی پرائیویٹ چٹھیاں پڑھتا ہے جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے کیونکہ حکومت پاکستان نے اس خط کا عکس قرطاسِ ابیض میں شائع کیا تھا اور یہ خط ٹائپ میں ہے جبکہ یحییٰ خان کا دعویٰ ہے کہ بھٹو نے اپنی ہینڈ رائٹنگ میں خط لکھا۔ ظاہر ہے کہ

یحییٰ خان نے کہیں سے اس خط پر تبصرہ سن لیا اور یہ ساری داستان وضع کر لی۔ پاکستان کے صدر کی میز کی درازیں ہر آنے جانے والے فوجی یا سول افسروں کے لئے کھلی نہیں ہوتیں اور یہ دراز ویسے بھی اس طرف ہوتی ہے جس طرف صدر بیٹھتا ہے نہ کہ اس طرف جدھر ملاقاتیوں کی کرسیاں ہوتی ہیں۔

یہاں یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ یحییٰ خان اس وقت کس عہدے پر تھا' شاید وہ بریگیڈیر تھا۔ کیا بریگیڈیر صدر مملکت کی درازیں کھول کر پرائیویٹ خط کھول سکتا ہے' اگر یحییٰ خان کو معلوم ہوتا کہ یہ خط چھپ جائے گا تو یہ بیان بھی نہ دیتا۔ اسی طرح یحییٰ خان کبھی ہتھیار ڈالنے کی بحث نہ چھیڑتا' اگر ڈاکٹر مالک زندہ ہوتے۔

چین کے دورے کے بارے میں یحییٰ خان نے کہا کہ میں نے وفد کی تفصیلی رپورٹ نہیں پڑھی صرف سمری دیکھی تھی رپورٹ فارن آفس میں ہوگی۔ اس سے بڑی غیر ذمہ داری' فرض ناشناسی اور حماقت کیا ہو سکتی ہے کہ اس قدر اہم مسئلے پر اتنے نازک حالات میں جو وفد چین بھیجا گیا اس کی رپورٹ یحییٰ خان نے ملاحظہ تک نہیں کی حالانکہ رپورٹ صدر مملکت' سپریم کمانڈر اور وزیر خارجہ تینوں حیثیتوں میں یحییٰ خان کو خود پڑھنی چاہئے تھی اور تینوں اداروں کے پرسنل سٹاف کی طرف سے یقیناً اس کے پاس آئی ہوگی مگر اسے اپنے مشاغل سے فرصت نہ ہو تو کوئی کیا کر سکتا تھا۔

یحییٰ خان نے بھٹو کو سلامتی کونسل میں بھیجا ضرور لیکن اپنے انٹرویو میں یہ نہیں بتایا کہ اسے کیا ٹاسک دے کر بھیجا گیا اور 21 نومبر کو حملے کے 20 دن بعد کیوں پاکستان سے بھیجا۔ پہلے کیا سوچتا رہا اور اس نے یہ بھی نہیں بتایا کہ اگر وہ مجھ سے یعنی نیازی سے یہ توقع رکھتا تھا کہ میں ہتھیار نہ ڈالوں تو مجھے اس کا حکم کیوں نہیں دیا گیا' نیز یہ کہ اگر میں نے اس کی حکم عدولی کی تو فوری طور پر مجھے معزول کر کے کمان جنرل جمشید کے سپرد کیوں نہ کی جو میرے ساتھ مشرقی پاکستان میں موجود تھے اور میرے نمبر 2 تھے۔ یحییٰ خان آخر مجھ سے کیا چاہتا تھا حالانکہ وہ خود مانتا ہے کہ لڑنا ممکن نہیں تھا۔ مغربی پاکستان میں جنگ سارے وسائل کے باوجود اس نے بند کی بلکہ پورا ملک گواہ ہے کہ سرے سے لڑی ہی نہیں' اس صورت میں میرے لئے اس کے سوا کیا

چارہ تھا کہ میں اس کے آخری احکام کے مطابق ہر قیمت پر فوجیوں اور سول افسروں کے ساتھ ساتھ محب وطن پاکستانیوں کی عورتوں کی عصمت اور بچوں کی جان بچانے کی کوشش کروں۔ میں نے ایک حکم عدولی ضرور کی کہ بعض مشوروں کے باوجود جو شاید ہیجانی اور ہذیاتی کیفیت میں دیئے گئے تھے چند ایک چیزوں کو میں نے برباد نہ کیا کیونکہ اس طرح بے شمار شہری آبادی جو مسلمان تھی بلاوجہ موت کے منہ میں دھکیل دی جاتی اور بے پناہ جانی و مالی نقصان ہوتا۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر آج بنگالی مسلمان بھارت سے مایوس ہو کر دوبارہ پاکستان کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھا رہے ہیں تو وہ ان نقصانات کے بعد کبھی پاکستان کو اپنا دوست سمجھ کر اس کی طرف اس قدر جلدی نہ لوٹ سکتے اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ غیر ملکی پراپیگنڈے کے برعکس افواج پاکستان کا کردار کتنا اچھا رہا ہے کہ 25 مارچ سے 10 اپریل کے ایک مختصر عرصے کے بعد جس میں ٹکا خان نے قیادت کی' باقی سارے عرصے میں پاکستانی فوج لڑی بھی مگر سول آبادی کے ساتھ کسی قسم کی بدسلوکی نہ کی اور وہاں سے اس طرح لوٹے کہ آج ہم سے لڑنے والے ہماری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھا رہے ہیں۔

ہم صرف ہتھیار بند لوگوں سے لڑتے تھے باقیوں کی پوری دیانتداری سے حفاظت کرتے تھے۔ میں نے مشرقی پاکستان کو اپنا ملک سمجھ کر جنگ کی' دشمن سمجھ کر برباد نہیں کیا۔

اگرچہ مسٹر بھٹو نے پاکستانی عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لئے حمود الرحمٰن کمیشن بٹھایا تھا لیکن ایک تو اس کمیشن کا دائرہ کار صرف فوجی شکست تھا جبکہ مشرقی پاکستان کی شکست سیاسی تھی' دوسرے اس کمیشن کے نتائج مرتب کرانے میں بھی بھٹو نے یقیناً انتخابات کی طرح دھاندلیاں کی ہوں گی۔

شکست تاریخ کا تنازع تھا؟

سقوطِ ڈھاکہ کے بعد ملک اور قوم کی گردن ایسے سیاستدان کے ہاتھ میں آ گئی جو قومی وقار پر ذاتی اقتدار کو ترجیح دیتا تھا' اسے سب سے زیادہ خطرہ فوج کا تھا کہ یہی ایک قوت ہے جو قومی وقار کی خاطر اسے ذاتی اقتدار سے محروم کر سکتی ہے، لہٰذا اس نے پہلی مہم فوج کو قوم کی نظروں میں گرانے کے لئے چلائی۔ اس کے لئے اس مہم کی کامیابی آسان تھی کیونکہ ملک توڑا جا چکا تھا اور اس کے نتیجے میں آدھی فوج دشمن کی قید میں بھجوا دی گئی تھی۔ اس اقتدار پرست حکمران کے لئے یہ نادر موقع تھا کہ اپنی اس فوج پر جس نے ہر میدان میں شجاعت اور فنی قابلیت کی نئی روایت قائم کی تھی' ایسے ایسے الزامات عائد کر دے جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ پاک فوج نے یوں بھی کیا ہوگا؟

اخباروں میں ریڈیو اور ٹی وی پر فوج کو بلیک آؤٹ کر دیا گیا' اس کے علاوہ بعض اخباروں اور ایک دو رسالوں میں ایسے فوجی افسروں سے سقوطِ ڈھاکہ پر مضمون لکھوائے گئے جو گھروں میں بیٹھے پنشن کھا رہے تھے اور جنہوں نے صرف چاند ماری کے بٹ پر رائفلیں فائر ہوتی کبھی دیکھی تھیں' ایسے جرنیلوں سے کتابیں لکھوائی گئیں جو مشرقی پاکستان تو بہت دور تھا' مغربی محاذ پر بھی نہیں لڑے تھے مگر میری زبان پر قواعد و ضوابط کا تالا لگا ہوا تھا۔ ان فوجی افسروں کو نہ جنگی امور کی سوجھ بوجھ تھی، نہ انہیں مشرقی پاکستان کی جنگ کے حقائق کا علم تھا۔ ان نام نہاد جنگی مبصروں کی اصلیت کمپیوٹر جیسی تھی جس میں جو معلومات ڈالو وہ انہی کے مطابق جواب دیتا تھا۔

اس حکمران نے ان انسانی کمپیوٹروں میں اپنے مفادات اور عزائم کے مطابق معلومات اور مواد ڈالا۔انہوں نے اس کی منشا کے مطابق مضامین اور کتابیں لکھ ڈالیں اور اس حکمران کے حاشیہ برداروں نے انہیں حوالے اور سند کے طور پر استعمال کرنا شروع کر دیا' مقصد صرف یہ تھا کہ صرف مجھے نہیں بلکہ پوری فوج کو قوم کی نظروں میں ذلیل اور رسوا کر دیا جائے۔ہمارے ازلی دشمن کے لئے یہ سنہری موقع تھا۔اس نے حکمران ٹولے کی مہم کو اپنے ایجنٹوں کے ذریعے آسان کر دیا اور پاکستان کی دفاعی مشینری کو اپنی مرضی کے مطابق کمزور بنانے کی کوششیں شروع کر دیں۔

اس وقت کے حکمران ٹولے کو دو سہولتیں حاصل تھیں۔ایک یہ کہ قوم سراپا سوالیہ نشان بن گئی تھی' ہر کسی کی زبان پر یہی ایک سوال تھا کہ اس شکست کے اسباب کیا ہیں اور اس کا ذمہ دار کون ہے؟ اور دوسری یہ کہ قوم کی غالب اکثریت کوری سلیٹ کی طرح ان پڑھ ہے اور جو لوگ تعلیم یافتہ کہلاتے ہیں وہ حقیقت پسند کم اور جذبات پرست زیادہ ہیں۔اس فریب خوردہ مخلوق کو جہاں سے کوئی آواز سنائی دی اس نے سچ جان لی مگر وہ یہ جان نہ سکی کہ یہ ایک طرف کی آواز ہے اور دوسری طرف کی آواز جام کر دی گئی ہے۔ پاکستان کے اقتدار پرست حکمرانوں کو ہمیشہ یہ سہولت حاصل رہی ہے (جو پاکستانی کی بدنصیبی ہے) کہ یہاں قلم فروشوں کی کمی نہیں۔ حاکمِ وقت کے ذاتی عزائم' مقاصد اور مفادات کی خاطر قومی وقار اور حقائق پر الفاظ کا سیاہ پردہ ڈالنا اور جھوٹ کو سچ کر دکھانا ان قلم فروشوں کے لئے بائیں ہاتھ کا کام ہے۔پچھلی حکومت نے بھی اس گروہ کی خدمات حاصل کر لیں' انہیں عہدوں اور نقدی کی صورت میں انعام و اکرام سے نوازا اور سچ پر دروغ کے پردے پڑنے لگے۔

اب چونکہ ملک کی باگ ڈور اس فوج کے ہاتھ میں ہے جسے ذلیل و رسوا کیا گیا تھا اس لئے یہ توقع رکھی جا سکتی ہے کہ انکوائری ہوگی جس میں صرف یہ چھان بین نہیں ہوگی کہ 1971ء کی شکست کی ذمہ دار فوج تھی یا نہیں بلکہ یہ تحقیقات بھی کی جائے گی کہ اس وقت کی سیاست اور سیاستدان فوج کی دونوں محاذوں کی کارکردگی پر کس طرح اثر انداز ہوئے۔میرے جرنیل بھائی اچھی طرح جانتے ہیں کہ فوج برسرِ اقتدار سیاستدانوں کا ہتھیار کہلاتی ہے جسے اس وقت استعمال کیا جاتا ہے جب دشمن کے ساتھ یا اپنے ملک کے غدار ٹولے کے ساتھ جو خانہ جنگی کے لئے

زمین ہموار کر رہا ہو' پرامن مذاکرت ناکام ہو جاتے ہیں۔فوج کو آخری حربے کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے' اپنی حکومت جو ہر پہلو سے سیاسی ہوتی ہے جنگ کے کسی بھی مرحلے میں محسوس کرے کہ فوجی حربہ نیام میں واپس آ جانا چاہئے تو فائر بندی کر دی جاتی ہے۔

گذشتہ تیس برسوں کے حالات اور احوال وکوائف پر نظر رکھنے والے بے خبر نہیں کہ ہم نے جتنی بھی جنگیں لڑیں وہ ہماری سیاست کی نظر ہو گئیں۔ ہمارا کوئی حکمران بیرونی دباؤ سے گھبرا کر گھٹنے ٹیک گیا اور کسی نے اپنے اقتدار کو خطرے میں محسوس کیا اور کوئی ''پاک فوج زندہ باد'' کے نعرے سے گھبرا گیا کہ یہ تو ایک اور طاقت ابھر رہی ہے۔میں ہر ایک جنگ کا تجزیہ نہیں کروں گا' مجھے یہ کہنا ہے کہ فوجی حکومت ان حقائق اور اسباب کو سامنے لائے کہ اس وقت کے سیاستدانوں نے فوجی ہتھیار کو کیوں استعمال کیا اور اس کے استعمال میں کیا کیا غلطیاں کیں۔اس انکوائری میں ان سیاسی لیڈروں کو بے نقاب کیا جائے جو ادھر سے درپردہ مشرقی پاکستان جاتے رہے اور مجیب کو شہہ دے کر اس کے ہاتھ مضبوط کرتے رہے۔

میں یہ کہہ رہا تھا کہ پاک افواج کو ذلیل ورسوا کرنے کا ناپاک مقصد ذہن میں رکھ کر میرے خلاف' میرے سینئر افسروں اور میری کمانڈ کے خلاف پراپیگنڈا کیا گیا اور میری آواز جام کر دی گئی۔ جب میں بھارتی قید سے واپس آیا تو مجھے میرے دوست کہنے لگے کہ میں سقوط ڈھاکہ کے اصل اسباب پریس کو دے دوں' پھر میرے خلاف مضامین اور کتابیں لکھی اور لکھوائی جانے لگیں۔ یہ پڑھ کر بعض ایڈیٹر اور رائٹر میرے پاس آنے لگے' انہوں نے بھی یہی سوال پوچھا کہ میں خاموش کیوں ہوں۔سب نے فرداً فرداً مجھے اکسایا کہ میں بھی ایک کتاب لکھوں لیکن میں خاموش رہا۔

جو صحافی میرے پاس آتے رہے ان کی تعداد بہت ہی کم تھی۔ان میں سے بعض جنگی امور کو سمجھنے کی اہلیت نہیں رکھتے تھے اور ان میں ایسے بھی تھے جن کے سامنے صرف کاروبار تھا' میری لکھی ہوئی کتاب ہاتھوں ہاتھ بک سکتی تھی اور چھاپنے والوں کو خوب پیسہ دے سکتی تھی' اس کے علاوہ مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ میں جو حقائق سنانا چاہتا ہوں اور جو قوم کو سنانے ضروری ہیں وہ یہ لوگ شائع کرنے کی جرات نہیں کریں گے۔

پھر وہ حکمران جیل میں بند ہو گیا جس کی حکمرانی میں فوج کے حق میں بات کرنے والے کو سُولی پر کھڑا کر دیا جاتا تھا۔ میں اب بات کر سکتا تھا۔ میں نے اس وقت اللہ کا شکر ادا کیا جب جنرل ضیاالحق نے میری زبان بندی ختم کر کے گھٹن ختم کر دی۔ اب میں اپنے خلاف جو کچھ لکھا گیا تھا اس کا جواب دے سکتا تھا۔ انتخابات کے دوران میں نے چند مقامات پر تقریریں کی تھیں۔ سننے والے سمجھے کہ میں نے سب کچھ کہہ دیا ہے مگر میں نے جو کچھ کہا وہ اس کا دس فیصد بھی نہیں جو میں کہنا چاہتا تھا۔

اب بھی میں وہ باتیں نہیں کہوں گا جس کی قوم منتظر ہے' میں صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میں کیوں خاموش ہوں۔ اس کا جواب ان تھوڑے سے الفاظ میں دے سکتا ہوں کہ میں لیفٹیننٹ جنرل تھا' میں اب بھی لیفٹیننٹ جنرل ہوں۔ مجھے قومی وقار ذاتی وقار سے زیادہ عزیز ہے' اگر میں اپنے عہدے' اپنی حیثیت اور قومی وقار کو الگ رکھ دوں تو میں طعنے کا جواب طعنے سے اور گالی کا جواب گالی سے دے سکتا ہوں۔ میں اِکی پر دُکی اور نہلے پر دہلا مار سکتا ہوں۔ میرے خلاف جو جھوٹی اور گھناؤنی باتیں لکھی گئیں آج میں ان کے جواب میں ان سے زیادہ گھناؤنی باتیں چھپوا سکتا ہوں۔ میں ان مصنفین کی اصلیت کو بھی بے نقاب کر سکتا ہوں جنہوں نے کتابوں اور مضامین پر میری شخصیت پر سیاہی ملنے کی کوشش کی اور کر رہے ہیں۔

انہوں نے مجھے نااہل اور بزدل جنرل کہا ''جنرل نیازی کی راتیں'' کے عنوان کے تحت مجھے راجہ اندر بنایا۔ مجھے شرابی' کبابی اور عیاش کہا اور اس سے بھی گھٹیا اور فحش باتیں چھاپیں اور چھپوائی گئیں جبکہ بات جنگ' سقوطِ ڈھاکہ' مغربی پاکستان میں فائر بندی اور ان کے سیاسی اور فوجی پہلوؤں کی ہونی چاہئے تھی۔ میرے خلاف جو کتابیں لکھی گئی ہیں انہیں پڑھنے والے صرف مجھے برا بھلا نہیں کہتے بلکہ یہ رائے دیتے ہیں کہ جس قوم کے قلمکار اتنی بڑی شکست کے بعد ایسی گھٹیا اور اخلاق سوز باتیں لکھ لکھ کر خوش ہو رہے ہیں اس قوم کا کوئی کردار نہیں اور اسے جو شکست ہوئی ہے وہ اسے ہونی ہی چاہئے تھی۔ وہ غیر ممالک جو پہلے ہی پاکستان کے دشمن ہیں اور جنہوں نے سقوطِ مشرقی پاکستان سے بہت عرصہ پہلے پاکستان کا مشرقی بازو کاٹ دینے کی مہم کا آغاز کر دیا تھا یہ رائے ضرور دیتے ہوں گے کہ جس ملک کے حکمران اپنے ایک معمولی عہدے کے

فوجی افسر کو ایسی کتاب چھپوانے کی اجازت دے سکتے ہیں وہ ملک کے اس حصے کو بھی نہیں سنبھال سکیں گے۔

جگ ہنسائی کا اپنے ہاتھوں انتظام کرنے والوں کے متعلق کہا بھی کیا جا سکتا ہے۔ صدیق سالک کی کتاب کے ضمن میں میرے ذہن میں کچھ اور باتیں بھی آتی ہیں۔ ایک یہ کہ اس موضوع پر آنے والی یہ پہلی کتاب انگریزی میں کیوں لکھی گئی اور انگلینڈ میں کیوں چھپوائی گئی؟ کیا یہ اپنی قوم کے لئے نہیں لکھی گئی اور کیا یہ انگریزوں' امریکیوں وغیرہ کے لئے لکھوائی گئی تھی؟ یہیں سے خیال آتا ہے کہ یہ انگریزوں کے اسی پروگرام کی ایک کڑی تو نہیں جس کے تحت انگریز آج تک مسلمانوں کو ذلیل و رسوا کر رہے ہیں؟ میرے اس شک کی تفصیل یوں ہے کہ برطانیہ میں ابھی تک ایسی کتابیں اور ناول چھپ رہے ہیں جن میں 1857ء کی جنگ آزادی کے مجاہدین کی تذلیل کی جا رہی ہے۔ سید احمد شہید کو رہزن اور لٹیرا کہا جا رہا ہے۔

ہمارے صوبہ سرحد کے قبائلی علاقے کے پٹھان 14 اگست 1947ء تک انگریزوں کے خلاف لڑتے رہے اور انہوں نے اپنے علاقے کو انگریزی راج سے آزاد رکھا۔ ان کے متعلق انگریزوں نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں اور لکھی جا رہی ہیں' ان سب میں پٹھان حریت پسندوں کو ڈاکو کہا گیا ہے۔

ایک اور پہلو توجہ طلب ہے۔ سقوط مشرقی پاکستان معمولی سا واقعہ نہیں تھا اس کے ساتھ مغربی پاکستان کا بھی محاذ منسلک تھا۔ ادھر راجستھان سیکٹر میں بے شمار رقبہ اور شکر گڑھ کی پوری تحصیل دشمن کو دے دی گئی تھی۔ جوابی حملے کا وقت آیا تو فائر بندی کرا دی گئی۔ دونوں محاذوں پر ناکامی ایک ایسا قومی اور تاریخی حادثہ ہے جس کے اسباب اور پس منظر کے متعلق ہماری حکومت کو وائٹ پیپر (قرطاسِ ابیض) شائع کرنا چاہئے تھا' اس سے پیشتر کسی قلمکار اور کسی پرائیویٹ ادارے کو اس موضوع پر صحیح یا غلط کتاب چھاپنے کی اجازت نہیں ملنی چاہئے تھی مگر ہمارے ہاں یہ دھاندلی ہو رہی ہے کہ جس کے دل میں جو آتا ہے لکھتا چلا جا رہا ہے بلکہ پچھلی حکومت اپنے مطلب کا مواد چھپواتی رہی ہے۔ حد یہ کہ ایک فوجی افسر کتاب لکھتا ہے اور چھپواتا ہے اور اس سے باز پرس نہیں ہوتی کہ اس دھاندلی کا ذمہ دار کون ہے؟

یہ جو کچھ بھی ہے میں اپنے خلاف گالی گلوچ سن کر بھی خاموش ہوں' میں جانتا ہوں کہ میری خاموشی میرے خلاف الزامات کو صحیح ثابت کر رہی ہے اور لوگ انہی تحریروں کو سچ سمجھ رہے ہیں جو میرے خلاف چھاپی جا رہی ہیں۔ یہاں میں آپ کو ایک لطیفہ سناؤں گا۔

گذشتہ صدی کی ابتداء تک انگلینڈ میں جیب تراشی اور قتل کے مجرموں کو سرعام پھانسی دی جاتی تھی' پہلے سے اس کا اعلان کیا جاتا' تماشائی دور دور سے تماشا دیکھنے آتے تھے۔ ایک بار ایک مجرم کو پھانسی کے لئے لے جا رہے تھے' تماشائی ایک دوسرے کو دھکے دیتے اور آگے ہو کر پھانسی کا تماشا دیکھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ پھانسی پانے والے کو آگے لے جانے کا راستہ نہیں مل رہا تھا۔ اس مجرم نے بلند آواز سے تماشائیوں سے کہا ''جب تک میں آگے جا کر پھانسی کے تختے پر کھڑا نہیں ہوں گا اس وقت تک تم وہ تماشا نہیں دیکھ سکو گے جس کے لئے اتنے بے تاب ہو رہے ہو' مجھے وہاں تک پہنچنے کے لئے راستہ دو۔''

جب سے میرے خلاف پراپیگنڈے کا اور سقوطِ مشرقی پاکستان کے عجیب و غریب تجزیوں کا طوفان اٹھا ہے مجھے یہ لطیفہ اکثر یاد آتا ہے۔ میں آپ سے یہی کہوں گا کہ ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر کتابیں لکھئے اور لکھوایئے اور ان کی پبلسٹی کیجئے لیکن یہ تماشا اس وقت تک مکمل نہیں ہوگا جب تک مجھے آگے جانے کا راستہ نہیں ملے گا۔ جو میں جانتا ہوں وہ کوئی بھی نہیں جانتا۔ میں یہ بھی کہتا ہوں کہ مجھے پھانسی کے تختے پر کھڑا کر کے پھندا میرے گردن میں ڈال دیں اور مجھے بات کرنے کا موقع دیں' اگر صحیح حقائق کے مطابق سقوط کا ذمہ دار میں ہوں تو میرے پاؤں کے نیچے سے تختہ ہٹا دیں مگر خدا کے لئے مجھے تماشا بناتے بناتے پوری قوم اور فوج کو ساری دنیا کے سامنے تماشا نہ بنائیں۔

میری خاموشی کی وجہ یہ بھی ہے کہ میں اپنے عہدے' اپنی پوزیشن اور قومی وقار کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ میں کہہ چکا ہوں کہ میں جرنیل تھا اور جرنیل ہوں۔ اوچھی تحریریں' ذاتی حملے اور گند اچھالنا ایک جرنیل کی شان کے خلاف ہے۔ میں انگریزی لکھ سکتا ہوں اور اردو بھی لکھ سکتا ہوں مگر میں دشمن سے یہ نہیں کہلوانا چاہتا کہ وہ دیکھو پاکستان میں جوتوں میں دال بٹ رہی ہے۔ میری خاموشی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ میرے خلاف جو مضامین اور کتابیں لکھوائی گئی ہیں

ان میں سیاسی اور جنگی حقائق کو نظر انداز کیا گیا ہے' میں اگر ان کے جواب میں کتاب لکھ ڈالوں تو مجھے حقائق سامنے لانا پڑیں گے مگر ان میں متعدد حقائق ایسے ہیں جن کو کتاب میں کسی اخبار یا رسالے میں چھپوانا مناسب نہیں کیونکہ یہ قومی اور فوجی راز ہیں' یعنی یہ سٹیٹ یا ملٹری سیکرٹ ہیں۔ یہ ایسے راز ہیں جن کا میں ہر کسی کے ساتھ ذکر نہیں کر سکتا۔ کتابوں میں صرف وہ تجزیئے اور تبصرے چھاپے جا سکتے ہیں جو محاذ سے ایک ہزار میل دور گھروں میں یا دفتروں میں بیٹھ کر لکھے جاتے ہیں یا کتاب میں دشنام طرازی کی جا سکتی ہے۔ میں یہ دونوں کام نہیں کر سکتا۔ یہ چنڈال چوکڑیوں کے تبصرے ہیں جنہیں بہتر الفاظ میں Drawing room review کہہ لیں۔ میں فوجی راز پریس میں بے نقاب نہیں کر سکتا۔

میں یہ گذارش خاص طور پر کروں گا کہ کتابوں اور رسالوں کے ذریعے ہی قوم کو بتانا ہے کہ اس تاریخی حادثے کا پس منظر کیا تھا اس ضمن میں غیر ملکی مبصروں کی وہ کتابیں جن کا پاکستان میں داخلہ بھٹو نے ممنوع قرار دے دیا تھا ان پر سے بھی پابندی اٹھا لیں تاکہ قوم کو تصویر کا وہ دوسرا رخ بھی نظر آ جائے جو قوم سے چھپانے کی کوشش کی جاتی رہی ہے۔

ایسی ایک کتاب برطانوی وقائع نگار نے انگلینڈ میں لکھی تھی اور بھٹو نے اسے پاکستان کے لئے خاص طور پر ممنوع قرار دیا تھا۔ بھارت کے ایک جرنیل کی لکھی ہوئی ایک کتاب بھی پاکستان میں آنے دیں۔ غیر ممالک کے ان نامہ نگاروں کی رپورٹوں کے تراشے بھی قوم کو دکھائیں جنہوں نے مشرقی محاذ کی جنگ اپنی آنکھوں سے دیکھی تھی اور اگر ایسا کرنے کا ارادہ نہ ہو تو پاکستان میں بھی سقوطِ ڈھاکہ کے موضوع پر کتابوں کی اشاعت پر پابندی عائد کر دیں تاکہ ہماری تاریخ بے بنیاد باتوں اور غلط اعداد و شمار سے محفوظ رہے۔

حمود الرحمٰن کمیشن کی تحقیقات کے مطابق اگر میں مجرم تھا تو میرے خلاف وہ کارروائی کیوں نہ کی گئی جو شکست کے مجرم کے خلاف کی جانی چاہئے تھی؟ اس کمیشن کے فائل چھپا کر کیوں رکھ گئے؟ میں اپنی صفائی میں کچھ نہیں کہوں گا۔ میں اس سوال کا جواب پیش کر رہا ہوں کہ میں خاموش کیوں ہوں۔ یہاں میں بھارت کی اور اپنی جنگی قوت کے اعداد و شمار پیش کر رہا ہوں' یہ اب راز نہیں رہا۔ یہ اعداد و شمار شائع ہو چکے ہیں۔ زمین و آسمان کا یہ فرق ملاحظہ فرمائیے:

	بھارت	پاکستان
انفنٹری ڈویژن	10	ساڑھے 3
ان میں پلٹنوں کی تعداد	104	32
چھاتہ بردار بریگیڈ	1	—
بارڈر سیکورٹی فورس	29	—
مکتی باہنی بریگیڈ	3	—
مکتی باہنی کمانڈو اور گوریلا فورس (جو دراصل بھارتی فوج کے تجربہ کار کمانڈو تھے)	ایک لاکھ	—
	(ٹینک رجمنٹیں/انڈین آرمی کے پاس تثرمن کے علاوہ روسی ٹینک تھے بھی تھے جو خشکی پر چلتے اور تیرتے ہیں	اسکے مقابلے میں ہمارے پاس ایم-24 چفی ٹینک جو بہت چھوٹے اور بیکار تھے۔یہ دوسری جنگ عظیم کے ناکارتھے)
بکتر بند گاڑیوں کی پلٹنیں (آرمرڈ بٹالین)	2	—
توپخانہ رجمنٹیں (میڈیم'فیلڈ'مارٹر)	50	7 (فیلڈ)
لڑاکا بمبار طیاروں کے سکواڈرن	10	1
ہیلی کاپٹر	120	4
طیارہ بردار بحری جہاز (اسکے طیارے محاذوں پر بمباری کرتے رہے)	1	—
بڑے بحری جنگی جہاز	13	—
		ہماری پاس صرف 4 گن بوٹس (مسلح کشتیاں) تھیں

میرے لئے کمک اور رسد کے تمام راستے بند تھے۔فوج کے پاس وردی تک ناکافی تھی۔ میڈیکل کور(طبی امداد کے لئے) ناپید تھی۔میری یونٹوں کے سامنے دشمن' سپر دشمن کے طیارے اور عقب میں ایک لاکھ کمانڈو اور گوریلا فورس سرگرم تھی۔ بے وقت ظالمانہ اور ناکام ملٹری ایکشن سے (جو میرے وہاں جانے سے پہلے مکمل ہو چکا تھا) وہاں کا بچہ بچہ پاک فوج کا دشمن ہو چکا تھا۔ یہ اعداد و شمار صرف اس لئے پیش کئے ہیں کہ آپ کو یہ سمجھنے میں آسانی ہو کہ مشرقی پاکستان میں پاک فوج کو بے سرو سامانی اور نفری کی قلت کی حالت میں لڑایا گیا اور ہتھیار ڈالنے کا حکم دیا گیا۔ دلچسپ امر یہ ہے کہ یہ اعداد و شمار کتابوں میں دیئے جاتے ہیں مگر بات جب ہتھیار ڈالنے کی آتی ہے تو تمام تر ذمہ داری میرے سر پر ڈال دی جاتی ہے اور اسے برحق ثابت کرنے کے لئے عجیب و غریب تجزیئے اور تبصرے پیش کئے جاتے ہیں۔

یہاں میں ایک بھارتی جنرل پیلت کی لکھی ہوئی کتاب کا صرف ایک اقتباس بطور نمونہ پیش کرتا ہوں:

بھارت نے پاکستان آرمی کے خلاف لوٹ مار' آبروریزی' قتل عام اور غیر انسانی تشدد کا پراپیگنڈا اس قدر بڑھ چڑھ کر کیا تھا کہ مشرقی پاکستان میں پاکستان آرمی کے سب سے بڑے افسر سے لے کر معمولی سپاہی تک کی قدر و منزلت بحیثیت انسان ہر کسی کی نظروں میں ختم ہو گئی تھی۔ اس پراپیگنڈے سے انہیں انسانیت کے درجے سے خارج کر دیا گیا تھا۔ اس کا اثر ان کے مورال پر پڑا۔

میں نے یہ اقتباس اس لئے پیش کیا ہے تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ دشمن کا ایک جرنیل اعتراف کر رہا ہے کہ پاکستان آرمی کا مورال توڑنے کے لئے یہ نفسیاتی حربہ استعمال کیا گیا تھا ۔پاک فوج کا مورال نہ ٹوٹ جاتا تو بھارت کا یہ جرنیل یہ اعتراف نہ کرتا کہ پاکستان آرمی کی یونٹیں اور بریگیڈ گروپ غضب اور قہر سے لڑے۔

یہ تو ہمارے دشمن کا پراپیگنڈہ تھا۔ یہی پراپیگنڈہ پاکستان میں پاکستانی مصنفین نے کیا بلکہ ان سے کرایا گیا اور دشمن کے عائد کئے ہوئے جھوٹے الزامات کی تائید کی۔ رسوا صرف مجھے کرنا تھا مگر ساری فوج کو رسوا کر دیا گیا اور یہ مذموم حرکت صرف اس لئے کی گئی کہ بھارتیوں

کی طرح ہماری پچھلی حکومت کا بھی یہی منشا تھا کہ پاک فوج کی قدر و منزلت بحیثیت انسان ہر پاکستانی کی نظروں میں ختم ہو جائے۔ یہ اقتدار کی کرسی اور دھاندلی کے تحفظ کی ترکیب تھی لیکن وہی ہوا جس کا بھٹو کو خطرہ تھا' پاک فوج نے ملک کو خانہ جنگی سے بچانے کے لئے بھٹو کو اقتدار سے محروم کر دیا۔

اب فوج کو اپنے چہرے سے وہ داغ مٹانے ہیں جو پچھلی حکومتوں نے لگائے تھے۔ فوج کو اچھے کردار کا مظاہرے کر کے یہ ثابت کرنا ہے کہ 1971ء میں فوج کا کردار بے داغ تھا۔ میرے جرنیل بھائیوں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ حقائق سے ثابت کریں کہ سقوط مشرقی پاکستان فوجی شکست نہیں تھی۔ اندرا گاندھی نے کہا تھا کہ اس نے پاکستان آرمی کا امیج توڑ دیا ہے اور ایک نظریئے کو شکست دی ہے۔ پاکستان میں بھی گذشتہ برسوں میں پاکستان آرمی کے امیج کو ہی توڑنے کی کوششیں ہوتی رہیں ہیں۔ اب ہمیں یہ ثابت کرنا ہے کہ ان کوششوں میں نہ بھارت کامیاب ہو سکا ہے نہ پچھلی حکومت۔ میں پورے اعتماد اور فخر سے کہتا ہوں کہ فنِ حرب اور ضربِ جذبہ حب الوطنی اور مورال کے لحاظ سے پاک فوج دنیا کی بہترین فوج تسلیم کی جاتی ہے۔

میں نہیں مانتی میرے شوہر نے ہتھیار ڈال دیئے: بیگم جنرل نیازی

بیگم جنرل نیازی میانوالی کی خواتین کی طرح روایتی پردہ کی سخت پابند ہیں اور وہ مذہبی خیالات کی مالک ہیں۔ جنرل نیازی کے ہتھیار ڈالنے کے بارے میں ان کا کہنا ہے:

''نیازی صاحب مشرقی پاکستان میں دشمن سے جس جرات و بہادری اور پامردی سے برسرپیکار رہے اس کے متعلق دنیا جانتی ہے۔ میں ایک گھریلو عورت ہوں' سیاست یا جنگی معاملات کا کچھ علم نہیں رکھتی لیکن میرا دل نہیں مانتا کہ وہ ہندو کے سامنے ہتھیار ڈال سکتے ہیں لیکن خدا جانے کیا مجبوری تھی کہ وہ ایسا کرنے پر مجبور ہو گئے۔ بھارتی ریڈیو کے مطابق ہتھیار ڈالتے وقت ان کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ یہ بات معنی رکھتی ہے کیونکہ میں نے ان کی آنکھوں میں کبھی آنسو نہیں دیکھے۔ ہمارے خاندان میں کئی اموات ہوئیں اور دیگر المیے بھی پیش آئے مگر نیازی صاحب اتنے جگرے کے مالک تھے کہ ان کی آنکھوں میں کبھی آنسو نہیں آئے تھے۔ یہ آنسو ان کی کسی خاص مجبوری کے تھے یا کوئی اور بات تھی' اس کے متعلق میں کچھ نہیں جانتی' خدا بہتر جانتا ہے۔''

جنرل نیازی صاحب جب مارچ 1971ء میں مشرقی پاکستان بھیجے گئے تھے اس وقت سے

وہ اپنی خیر وعافیت اور پاک فوج کے جوانوں کے کارنامے سے اپنی بیگم اور بچوں کو آگاہ کرتے رہتے تھے۔ 17 دسمبر 1971ء کو جب انہوں نے اپنے گھر ٹیلی فون کیا تو ان کی بیگم نے یہ کہہ کر ان سے بات کرنے سے انکار کر دیا کہ میرا دل نہیں مانتا کہ ہتھیار ڈالنے کے بعد ان سے بات کروں۔ جنرل نیازی کا فون ان کے کسی قریبی عزیز نے سنا۔

غیر ملکی اخباری اور خبر رساں ایجنسیوں کے جنگی نامہ نگاروں نے اپنی رپورٹوں میں جنرل نیازی اور ان کے جوانوں کو زبردست خراج تحسین پیش کیا۔ جنرل نیازی کے متعلق بی بی سی نے جب یہ اطلاع دی کہ وہ مغربی پاکستان سے بھاگ گئے ہیں تو جنرل نیازی انٹر کانٹی نینٹل ہوٹل ڈھاکہ پہنچے اور پوچھا ''بی بی سی کا نمائندہ کہاں ہے جو کہتا ہے کہ میں مغربی پاکستان چلا گیا ہوں میں مشرقی پاکستان کے شہر ڈھاکہ میں موجود ہوں اور وطن کی حفاظت کر رہا ہوں۔''

اس کے بعد 15 دسمبر کو جب ملکی وغیر ملکی نامہ نگاروں نے جنرل نیازی کے ساتھ بات کرتے ہوئے ان سے پوچھا کہ ڈھاکہ کا دفاع کیا جائے گا تو انہوں نے کہا ''جب تک ایک بھی پاکستانی زندہ ہے وہ ڈھاکہ کے دفاع کے لئے لڑتا رہے گا' ہم جان دے دیں گے لیکن ہتھیار نہیں ڈالیں گے' ہتھیار ڈالنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔''

اسی ملاقات کے متعلق ایک غیر ملکی نامہ نگار اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے جنرل نیازی کے بارے میں لکھتا ہے کہ سخت جان فوجی کمانڈر دشمن سے لڑنے یا جان دینے کے سوا کسی اور فلسفہ کا قائل نہیں۔ جنرل نیازی نے جو ڈھاکہ کے ایک بازار کے کنارے چھڑی کے سہارے کھڑے ہوئے تھے کہا ''ہمیں اس کی پروا نہیں کہ ہم تعداد میں کم ہیں' ہمیں علم ہے کہ یہ زندگی اور موت کا مسئلہ ہے' ہمیں دونوں میں سے ایک چیز قبول ہے لیکن دشمن کے آگے ہتھیار ڈالنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہماری فوجیں باوقار طور پر زندہ رہیں گی یا اپنی آن پر مر مٹیں گی۔''

جہاں تک مشرقی پاکستان میں ہتھیار ڈالنے کا تعلق ہے اس کے متعلق اگرچہ ابہام پایا جاتا ہے لیکن جنرل نیازی کے قریبی حلقوں کے مطابق اور ان کے اپنے پہلے بیانات کی روشنی میں یہ بات قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کہ انہوں نے دشمن کے سامنے ہتھیار ڈالنے کی کارروائی از خود نہیں کی بلکہ انہیں اس کی ہدایت کی گئی تھی۔

جنرل نیازی برہمنی مزاج، ہندو مزاج اور ہندو ذہنیت کو جانتے اور پہچانتے تھے اور اس کی عیاریوں اور ہٹلرانہ مزاج کو درست کرنے کی صلاحیت، جذبہ اور ہمت رکھتے تھے۔ اس بات کی تصدیق جنرل نیازی کے قریبی رشتے داروں عزیزوں اور دوستوں نے بھی کی ہے۔

جنرل نیازی کے بھارتی جیل سے

اہلخانہ کے نام خطوط

اہلیہ کے نام خط

POWCAMP - 100

28-5-72

عزیز از جان!

السلام علیکم:

امید ہے کہ خدا کے فضل و کرم سے آپ اور بچے خیریت سے ہوں گے۔ مجھے فکر باقی کیمپوں کا ہے۔ ہمارے چالیس کے قریب کیمپ ہیں اور یہاں پر کیمپ میں گرمی کی لہر آئی ہوئی ہے' گرمی اور لو سے آدمی مر رہے ہیں۔ کیمپوں میں حالت بری ہوگئی ہے' خاص کر عورتوں اور بچوں کی۔ ہم لوگ تو سپاہی ہیں' سختی جھیل لیں گے لیکن بے چارے سویلین کا پتہ نہیں کیا ہوگا۔ اس طرح جو سول آرمڈ فورسز یعنی بارڈر پولیس کے آدمی تھے یا تو وہ پچاس سال سے اوپر کے آدمی تھے یا سولہ سترہ سال کے بچے تھے' ان کا حال بھی اچھا نہیں ہوگا۔

روزانہ اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ ان کے دن اچھے کٹ جائیں۔ گرمی اور سختی سے نہ مر جائیں۔ آپ لوگوں کے خطوں میں بار بار آیا ہے کہ فکر نہ کریں آپ کو پتہ ہے کہ میں نے ہمیشہ غازی کی زندگی اور شہادت کی موت مانگی ہے اور آپ لوگوں سے بھی یہی کہا تھا کہ میرے لئے صرف یہی دعا مانگو۔ اپنی زندگی غازی کی اور موت شہادت کی اور کچھ نہیں چاہیے۔ میں نے ہمیشہ تین ''ت'' پر بھروسہ کیا ہے' یعنی ''توکل' تقدیر اور تقویٰ'' اور اللہ نے ہمیشہ مجھے بہت کچھ دیا

اور بڑی بات ہے کہ ہر جگہ میری عزت رکھی۔ تین چار ماہ کی لڑائی میں تین ہفتے سخت لڑائی تھی' ویسے تو پچھلا پورا سال لوگ مورچوں میں رہے اور لڑائی کی حالت میں تھے' باوجود اس کے کہ یہ لوگ تعداد میں کم تھے اور سب کچھ ہمارا بہت کم تھا لیکن میں نے حکم دے دیا تھا کہ پیچھے جانے کا سوال تک نہیں اٹھانا۔ آخری گولی آخری آدمی مرنے کا حکم میں نے دے دیا تھا اور اس پر عمل ہو رہا تھا۔

ہمارے جوانوں نے باوجود ان مشکلات کے انتہائی بہادری سے مقابلہ کیا جو اس سے پہلے بہت ہی کم فوجوں نے ایسا کیا ہوگا۔ کئی جگہوں پر سب کے سب آدمی شہید ہو گئے لیکن ہتھیار نہیں ڈالے اور نہ پیچھے ہٹے۔ جب لڑائی بند کرنے کا حکم آیا تو کئی لوگ لڑنا چاہتے تھے اور تب لڑائی بند کی جب میں نے بذات خود حکم دیا کہ صدر صاحب کا حکم آیا ہے کہ لڑائی بند کر دو۔ ان کو پتہ تھا کہ میں بزدلی سے یا اپنی جان بچانے کے لئے لڑائی بند نہیں کر رہا بلکہ ملک کے سربراہ کے حکم کی وجہ سے یہ حکم تبدیل کر رہا ہوں یعنی آخری دم تک لڑنے کے بجائے لڑائی بند کرنا۔۔۔ اور یقین جانو کہ یہ حکم بدلی کرنا بڑا ہی مشکل تھا لیکن ملک کے سربراہ کا حکم ماننا ہمارا فرض تھا۔ محمد بن قاسم اور طارق بن زیاد اس وقت بہت یاد آئے۔ آپ خود ہی بتائیں جن لوگوں نے اتنی قربانیاں دی ہوں' اتنی بہادری اور شجاعت سے لڑے ہوں اور اپنے سے کئی گنا زیادہ دشمن سے لڑنا تو ان کا فکر مجھے نہیں ہوگا تو اور کسے ہوگا؟

جب اخبار کھولتا ہوں یا ریڈیو پر خبریں سنتا ہوں تو خدا سے دعا مانگتا ہوں کہ یا اللہ! میرے کیمپوں اور پاکستان بارے کوئی بری خبر نہ ہو۔ سویلین کی اس واسطے اور بھی زیادہ فکر ہے کہ وہ بے چارے اپنے ساتھ کچھ نہیں لا سکتے۔ قانوناً ان کو کوئی تنخواہ وغیرہ نہیں مل سکتی' صرف 5 روپے فی کس ملتے ہیں' جس میں عورتیں ہیں' ان کا خرچ اور پھر دودھ پیتے بچے ہیں۔

جو کچھ "ریڈ کراس" سے ان کی مدد ہو رہی ہے اسی پر ان بے چاروں کا گزارہ ہے۔ فوجیوں اور پولیس والوں کو راشن فوجی طریقے سے ملتا ہے اور 17 روپے تنخواہ ملتی ہے تو ان کا گزارہ ہو ہی جاتا ہے لیکن سویلین کو تکلیف ہے' اللہ کرے یہ جلدی چلے جائیں۔

ریڈ کراس والے جب ہمارے کیمپ میں آئے تھے تو میں نے ان کی منت کی تھی کہ ہمارے

سویلین پاکستان بھیجنے کا بندوبست کریں۔انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ کوشش کریں گے لیکن ابھی تک تو کچھ نہیں ہوا۔ اپنے فوجیوں کی بابت ہمیں واپس جانے کی کوئی خاص فکر نہیں۔ گورنمنٹ بہت کچھ کر رہی ہے اور میں نے چند ایک آدمیوں کو خطوں میں لکھا ہے کہ پاکستان ہماری واپسی کے لئے ایسی رعائتیں نہ دے جس سے ملک کو نقصان ہو۔ یہ لوگ مجاہد ہیں' ہمیں اللہ پر چھوڑ دیں جو اللہ کو منظور ہوگا وہی ہوا۔ہم میں سے زیادہ تر کفن باندھ کر آئے تھے۔ میں بفضل خدا خیریت سے ہوں' سوائے اس فکر کے جو میں نے لکھا ہے مجھے کوئی اور فکر نہیں۔ پاکستان زندہ باد۔

آپکا نیازی

اہلیہ کے نام خط

POWCAMP - 100

20-06-72

عزیز از جان!

السلام علیکم۔

بصد شوق ملاقات کے بعد واضح ہو میں بفضل خدا خیریت سے ہوں۔امید ہے آپ بھی خیریت سے ہوں گے۔ بیگم جہاں تک لڑائی کا تعلق ہے وہ تو آپ کی دعاؤں سے اور اللہ کے فضل سے اتنی اچھی طرح اور بہادری سے لڑے ہیں کہ سب نے اس کی تعریف کی۔خود بھارتی وزیراعظم نے کہا ہے کہ میں کیسے یہ تجربہ کار اور بہادڈویژن یہاں سے بھیج دوں۔اسی طرح ایک اور فرانسیسی نے کتاب لکھی ہے جس میں اس نے ہماری فوج کی تعریف کی ہے۔

اگر مشرقی پاکستان کے عوام ہمارے خلاف نہ ہوجاتے تو لڑائی کا نقشہ کچھ اور ہوتا لیکن جو اللہ کی طرف سے ہونا تھا وہی ہوا۔افسوس صرف اس بات کا ہے کہ مجھے دشمنوں نے نہیں بلکہ اپنوں نے ہرایا ہے۔

سب کو سلام

آپ کا نیازی

اہلیہ کے نام خط

POWCAMP - 100

17-06-72

عزیز از جان سلامت رہو!

بصد شوق ملاقات کے بعد واضح ہو کہ میں بفضل خدا خیریت سے ہوں' آپ کی خیریت خداوند کریم سے نیک چاہتا ہوں۔ ریڈیو کی خبریں سن کر گھبرانا نہیں' ایسی خبریں اور افواہیں اڑتی رہتی ہیں۔ ان کا فکر نہ کرنا کیونکہ میں نے کوئی ایسا کام نہیں کیا جس سے میرے دل میں کوئی ڈر یا خطرہ ہو' میں مع میرے تمام جوانوں کے بہادری سے لڑا ہوں اور کوئی ظلم نہیں کیا اور نہ کوئی برا کام کرنے کی کسی کو اجازت دی ہے اور نہ خود کوئی بزدلانہ حرکت کی ہے' جس نے کوئی گندا کام یا بزدلانہ حرکت کی تو اس کو جاتے ہیں سزا دی' اگر انسان کے پاس انصاف نہ ہو تو خدا کے پاس انصاف ہے اور آپ کو پتہ ہے کہ موت اللہ کا ادھار ہے' اس کا وقت مقرر ہے' اس کو آگے پیچھے نہیں کیا جا سکتا اور نہ اس کا طریقہ اور جگہ بدلی جا سکتی ہے تو پھر ڈر کس چیز کا۔

حضرت علیؓ کا فرمان ہے "انسان کا محافظ ہونا موت کا ہی محافظ ہونا کافی ہے۔" جب کوئی ایسی ویسی خبر نکلے تو آپ بالکل نہ گھبرائیں' سب کچھ اللہ پر چھوڑ دیں۔

بیگم میں نے جنگ بندی کا عہد نامہ بھارت کی فوج کے کمانڈر انچیف سے کیا ہے۔ اس وقت مشرقی پاکستان میں، میں ہی سب سے بڑا افسر تھا۔ مشرقی پاکستان کے گورنر اور اس کی

گورنمنٹ نے استعفیٰ دے دیا تھا۔ دو دن پہلے، اور اس کے بعد سب کچھ میں تھا۔ میں ہی پاکستان کے صدر اور پاکستان گورنمنٹ کا نمائندہ تھا۔ مجھے صدر پاکستان سے لڑائی بند کرنے کا حکم ملا تھا کہ نقصان اور خون خرابہ نہ ہو تو ہم نے جنگ بندی کی تھی۔ حکم ملنے پر' جانی اور مالی نقصان بچانے کے لئے نہ کہ کسی اور وجہ سے، اور میں نے بھارت کے کمانڈر انچیف کو لکھا تو یہی لکھا تھا کہ اور زیادہ جانی اور مالی نقصان سے بچانے کے لئے میں لڑائی بند کرنا چاہتا ہوں اور آپ کو میرے تمام جوانوں کی' مغربی پاکستان کے سویلین باشندوں' گورنمنٹ کے عملے کے آدمیوں کی اور یہاں اس اقلیت کی جو کہ پاکستان کی حامی ہے سب کی حفاظت کا ذمہ لینا ہوگا اور انہوں نے مجھے اس بات کا وعدہ دیا تھا کہ وہ سب کی حفاظت کریں گے اور میں یہ کبھی نہیں سوچ سکتا کہ ایک فوج کا کمانڈر اپنا وعدہ پورا نہ کرے اور اگر وہ اپنا وعدہ پورا نہ کریں یا کسی اور وجہ سے نہ کر سکیں تو اس سے یہ بات ثابت ہو جائے گی کہ بہادری اور وعدہ وفائی کے دن ختم ہو گئے اور جیسے میں نے پہلے لکھا ہے کہ مجھے تو ان سب چیزوں سے زیادہ اللہ پر بھروسہ ہے' میں حق پر تھا اور ہوں اور انشاء اللہ تعالیٰ میرا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اس واسطے آپ فکر نہ کریں اور بچوں کو بھی بتائیں کہ وہ کوئی ایسی ویسی سوچیں بھی نہیں۔

سب کو سلام
آپ کا نیازی

بڑی بیٹی کے نام خط

POWCAMP

7-08-72

دعائے عمر درازی کے بعد واضح ہو، کافی دنوں کے بعد آج ڈاک ملی تو میرے 50 خط نکلے ان میں آپ کے بھی دو خط شامل ہیں۔

جو لوگ چٹا گانگ اور برما کی باتیں کرتے ہیں وہ شاید یا تو دشمنی سے کہتے ہیں یا وہ جاہل ہیں ان کو کسی بات کی سمجھ نہیں ہے۔ میرا محاذ 2 ہزار سے زائد میلوں پر پھیلا ہوا تھا۔ میرے خلاف میرے سے دس گنا زیادہ فوجیں تھیں اور ملک کی ساری آبادی لیکن اس حالت میں بھی میں نے حکم دے دیا تھا کہ آخری گولی اور آخری آدمی یعنی ''تخت یا تختہ'' لڑتے لڑتے شہید ہو جانا ہے کیونکہ گھر تو ہمارے دور ہیں لیکن جنگ تمہارے قدموں میں ہے اور سب نے اس پر لبیک کہا، یعنی ہر ایک آدمی شہید ہونے کے لئے تیار تھا تو اس حالت میں کہیں جانے کا سوال تو تب رکھتا کہ ہم کہیں جانا چاہتے ہیں، ہمارا تو یہ فیصلہ تھا کہ وہیں رہنا ہے زندہ یا مردہ۔

ان احکامات کے دو دن بعد صدر پاکستان کا حکم آیا کہ شاباش کہ مجھے اور قوم کو تم پر فخر ہے، زیادہ خون خرابے کا کوئی فائدہ نہیں، اس واسطے لڑائی بند کر دو۔ اس حکم کے ملنے پر میں نے بھارتی کمانڈر انچیف کو صلح کے لئے لکھا۔ یہ میں آپ کو بتا دوں کہ مجھے اس کا افسوس ہے لیکن حکم ماننا میرا فرض تھا۔ یہ بھی میں نے کافی سوچ بچار کے بعد کیا۔

فقط تمہارا والد

نیازی

چھوٹی بیٹی کے نام خط

POWCAMP - 100

10-08-72

مجھے بہت پہلے اندازہ ہوگیا تھا کہ ہم گھر جائیں گے اور کہیں سے سوائے اللہ کے مدد نہیں پہنچ سکے گی' اس لئے میں نے احکامات جاری کر دیئے تھے جوانو! تخت یا تختہ۔ ذلت کی زندگی سے عزت کی موت اچھی ہے اور پھر شہادت کی موت تو سونے پر سہاگہ۔ جواب میں سب نے لبیک کہا۔ چند دن بعد صدر صاحب کا حکم آیا کہ زیادہ کشت وخون کا فائدہ نہیں لڑائی بند کرو۔ اس حکم سے پانچ یا سات روز پہلے مشرقی پاکستان کے گورنر نے صلح کے لئے مجھ سے مشورہ کیا تو میں نے جواب دیا مجھے ایسا کوئی حکم نہیں ملا اس لئے میں آخری دم تک لڑوں گا۔ جب صدر کا حکم آیا تو مجبور ہو گیا۔ اچھا جو اللہ کو منظور ہوتا ہے وہی ہوتا ہے۔ ایک عجیب بات یہ ہے کہ یہ علاقہ شیر شاہ سوری کے زمانہ میں ہیبت خان نیازی یا عیسیٰ خان نیازی نے فتح کر کے اسلامی سلطنت میں شامل کیا تھا' قسمت کا پھیر دیکھو کہ میرے ہاتھ سے چلا گیا۔ یہ سب قدرت کے کام ہیں۔ اللہ جسے چاہے اپنا ملک دیتا ہے اور جس سے چاہے ملک چھین لیتا ہے۔

آپ کا والد

امیر عبداللہ خان نیازی

بیٹے کے نام خط

POWCAMP

INDIA

17-06-72

السلام علیکم:

آپ کے چار خط 19 ، 20 ، 21 اور 22 جولائی کو لکھے ہوئے تھے آج ملے' پڑھ کر بڑی خوشی ہوئی' اللہ آپ کو سکھی رکھے۔

آپ نے 22 جولائی کے خط میں پوچھا ہے کہ دسمبر میں تار کس نے بھیجا تھا۔ وہ صدر پاکستان نے بھیجا تھا' اس کے علاوہ کون بھیج سکتا تھا کیونکہ وہی کمانڈر انچیف تھا اور وہی پریذیڈنٹ بھی اور کسی کی بات میں کیسے ماننے والا تھا۔ مجھے اکتوبر میں ہی شک پڑ گیا تھا کہ کیا ہونے والا ہے اور اس واسطے اسلم' سلیم' اقبال وغیرہ جو ڈھاکہ میں تھے کہا گیا کہ چلے جاؤ۔ ہم نے تو بیٹا شہادت کے لئے دعا کی تھی' نہ ہمارے ارادے کمزور تھے اور نہ لڑنے میں کسی قسم کی کمی تھی لیکن نتیجہ تو اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

آپ کا والد

امیر عبداللہ خان نیازی

انتہائی خفیہ

منجانب: ایسٹرن کمانڈر

بنام: پاک آرمی

سگنل نمبر جی-1255

9 دسمبر 1971ء

دشمن کی فضاء پر مکمل بالادستی کے باعث مسلح افواج کو از سر نو ترتیب دینا ممکن نہیں رہا۔ شہری آبادی انتہائی مخالف ہو رہی ہے اور دشمن کو پوری مدد مہیا کر رہی ہے۔ رات کو باغیوں کے زوردار شب خون اور چھاپہ مار کارروائیوں کے باعث نقل و حرکت ممکن نہیں رہی۔ باغی شکمی راستوں اور عقب سے دشمن کی رہنمائی کرتے ہیں۔ فضائی راستہ بالکل تباہ ہو گیا ہے۔ پچھلے تین دن سے کوئی مشن نہیں جا سکا اور نہ آئندہ ممکن ہے۔ دشمن نے فضائی حملوں سے تمام جٹیاں خیریاں تباہ کر دی ہیں۔ باغیوں نے پل اڑا دیئے ہیں' حتیٰ کہ ہمارے لئے مشکل مقامات سے پیچھے ہٹنا بہت مشکل ہو چکا ہے۔

دشمن کے فضائی حملوں سے بھاری ہتھیاروں اور دیگر ساز و سامان کا زبردست نقصان ہوا ہے۔ فوجی پورے جوش و جذبے سے لڑ رہے ہیں لیکن ان پر سخت دباؤ ہے۔ 20 روز سے وہ بالکل نہیں سوئے' وہ مسلسل فضائی حملوں' توپ خانے اور ٹینکوں کی زد میں ہیں' صورتحال انتہائی سنگین ہے۔ ہم جنگ جاری رکھیں گے اور کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں گے۔

درخواست ہے کہ اس علاقہ میں دشمن کے تمام فضائی اڈوں پر حملہ کیا جائے' اگر ممکن ہو تو ڈھاکہ کی حفاظت کے لئے تازہ دستے بھیجے جائیں۔

جنرل اے کے نیازی

انتہائی خفیہ

منجانب: ایسٹرن کمانڈر

بنام: پاک آرمی

سگنل نمبر جی 1265

مورخہ 10 دسمبر 1971ء

اس علاقے کی کمان کے ماتحت ہر سیکٹر میں تمام فارمیشنوں پر زبردست دباؤ ہے' بیشتر دستے محاصرے کے عالم میں ہیں اور ابتدائی کامیابیوں کے بعد دشمن کے زبردست حملے کی زد میں ہیں۔ وہ دشمن کی زبردست طاقت کے سامنے زیادہ دیر تک نہیں ٹھہر سکتے۔

دشمن فضا کا مالک ہے اور اسے اپنی پوری قوت اور مساعی کے ارتکاز سے ہر قسم کی گاڑیوں کو تباہ کرنے کی مکمل آزادی ہے۔ مقامی آبادی اور باغی نہ صرف ہمارے مخالف ہیں بلکہ پورے علاقے میں ہمارے فوجی دستوں کو تباہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ سڑک ہو یا دریا آمدورفت کے تمام راستے منقطع اور مسدود ہیں۔

میں نے اپنے جوانوں کو آخری گولی اور آخری آدمی تک جنگ جاری رکھنے کے احکامات جاری کیے ہیں لیکن یہ زیادہ دیر تک ممکن نہیں کیونکہ جنگ بہت طول کھینچ گئی ہے اور لڑاکا دستے بری طرح درماندہ ہیں۔

آئندہ چند دنوں میں تمام گولہ بارود اور اسلحہ بارود ختم ہو جائے گا۔ جنگ کے بھاری نقصانات کے علاوہ دشمن اور باغی رسد' گولہ بارود بھی تباہ کر رہے ہیں۔ (برائے اطلاع اور ضروری رہنمائی)

جنرل اے کے نیازی

بھارتی کمانڈر کا خط

(انتہائی خفیہ)

کمانڈر جمال پور گریژن

آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ آپ کا گریژن تمام اطراف سے مکمل طور پر محصور ہو چکا ہے' اب آپ کے لئے فرار کی کوئی راہ باقی نہیں رہی۔ آرٹلری کا ایک پورا بریگیڈ محصور کر لیا گیا ہے اور دوسرا بریگیڈ اگلی صبح تک کارروائی شروع کرے گا' علاوہ ازیں آپ نے ہماری فضائی ابتدائی قوتِ حرب کا اندازہ بھی لگا لیا ہے اب اس میں اضافہ ہی ہو گا۔ آپ ایسی صورتحال سے دوچار ہیں جس میں ناکامی ہی ناکامی ہے۔ آپ کی ہائر کمانڈ نے آپ کو بدنصیبی کے گڑھے میں پھینک دیا ہے۔

میں یہ توقع کرتا ہوں کہ آپ آج شام ساڑھے 6 بجے تک اس کا جواب دے دیں گے ورنہ آپ مجھے ایکشن پر مجبور کریں گے کہ میں حکم کی منتظر چالیس سارٹیوں کو حکم دوں کہ وہ آپ پر آگ کی بارش برسا کر آپ کو جلا کر راکھ کر دیں۔ آج صبح کے ایکشن میں ہم نے آپ کے جو آدمی پکڑے ہیں انہوں نے آپ کی نفری اور پوزیشنوں کے بارے میں تمام اطلاعات فراہم کر دی ہیں۔ یہ بھی یاد ہے کہ آپ کو ان کی کوئی فکر دامن گیر نہ ہو' ہم ان کی دیکھ بھال صحیح انداز سے کر رہے ہیں۔ میں توقع کرتا ہوں کہ اس سول پیغام رساں کے ساتھ حسن سلوک روا رکھا جائے گا اور اس کو کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں دی جائے گی۔

ہمیں آپ کے جواب کا انتظار رہے گا۔

بریگیڈیر ایچ ایس کلر

کمانڈر

10 دسمبر 1971ء

پاکستانی کمانڈر کا جواب
(انتہائی خفیہ)

ڈیئر بریگیڈیر!

امید ہے کہ آپ خوش باش ہوں گے۔ آپ کا خط ہمیں مل چکا ہے جس میں ہمیں ہتھیار ڈالنے کے لئے کہا گیا ہے۔ میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ آپ نے ابھی تک جو لڑائی دیکھی ہے وہ تو لڑائی کا آغاز ہے' دراصل لڑائی تو اب شروع ہوئی ہے اس لئے ضروری ہے کہ مذاکرات ختم کر کے لڑائی کی طرف توجہ دو اور جہاں تک رہا سارٹیوں کا تعلق تو ہم جانبازوں کے لئے وہ بہت کم ہیں' مزید سارٹیوں کا انتظام کریں' ہم موت سے نہیں ڈرتے بلکہ اس سے پیار کرتے ہیں۔

پیغام رساں کی حفاظت کے بارے میں آپ کو لکھنا ضروری نہ تھا اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے میرے آدمیوں کے بارے میں اندازہ صحیح نہیں لگایا ہم روایات کے امین ہیں' عسکری تاریخ میں جگہ جگہ ہماری انسان دوستی اور مہمان نوازی کی داستانیں رقم ہیں۔ مجھے امید ہے کہ پیغام رساں کو تواضع کے ساتھ خوشی ہوئی ہوگی۔ ملکتیوں کو ہمارے نیک جذبات پہنچا دیں۔

آخر میں یہ چاہوں گا کہ دوبارہ ملاقات ہو تو ہمارے ہاتھوں میں قلم کے بجائے سٹین گن ہو اور برتری کے اس احساس کو دل سے نکال کر سامنے آنا جو اپنے دل میں سجائے بیٹھے ہو۔ اب تیاری کرو تا کہ لڑائی شروع کریں۔

کمانڈر

جمال پور گریژن

مشرقی پاکستان میں جنرل نیازی کو موصول ہونے والا آخری سگنل

(انتہائی خفیہ)

آپ نے وطن کے دفاع کے لئے بہترین جنگ لڑی ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ آپ ایک ایسی سٹیج پر پہنچ چکے ہیں کہ مزید مزاحمت انسانی بس میں نہیں اور اس سے مزید جانی نقصان اور تباہی کے سوا کچھ نہیں ملے گا لہذا اب تمہیں وہ تمام ممکنہ حربے اختیار کرنے چاہئیں جن سے تم فوج اور اس سے ملحقہ افراد نیز پاکستان کے حامی افراد کی جانیں بچا سکو۔ میں نے اقوام متحدہ سے کہا ہے کہ وہ مشرقی پاکستان میں پاکستانی فوج کا تحفظ کرے اور افواج پاکستان اور تمام محب وطن پاکستانیوں کو بچانے کا اہتمام کرتے ہوئے بھارتی جارحیت کو رکوائے۔

یحییٰ خان

1971ء کی جنگ میں بھارت اور پاکستان کی دفاعی قوت کا موازنہ

آرمی

	بھارت	پاکستان
کل تعداد	950,000	365,000 (بمعہ آزاد کشمیر فورس)
آرمرڈ ڈویژن	1	2
آزاد آرمرڈ بریگیڈ	4	1
انفنٹری ڈویژن	15	14
پہاڑی ڈویژن	10	کوئی نہیں
آزاد انفنٹری بریگیڈ	6	1
پیراشوٹ بریگیڈ (چھاتہ بردار)	6	کوئی نہیں
اینٹی ایئرکرافٹ (طیارہ شکن)	21	7
آرٹلری بریگیڈ	3	کوئی نہیں
ٹیریٹوریل آرمی انفنٹری بٹالین (حاضر)	27	کوئی نہیں
ٹیریٹوریل آرمی آرٹلری (حاضر)	14	کوئی نہیں
مکتی باہنی باقاعدہ بریگیڈ	3	کوئی نہیں

نیم فوجی تنظیمیں

بارڈر سیکورٹی فورس بٹالین	88 (تعداد تقریباً 88.000 (ان کی تشکیل' ٹریننگ اور ہتھیار باقاعدہ انفنٹری یونٹ کیطرح تھے)	کوئی نہیں
سنٹرل ریزرو پولیس بٹالین	55 (تعداد تقریباً 55000)	کوئی نہیں
مکتی باہنی کی بے قاعدہ فوج کی تعداد	100000	کوئی نہیں
فرنٹیئر کانسٹیبلری سکاؤٹ اور ملیشیا وغیرہ کی تعداد	—	40,00 (زیادہ تر شمال مغربی سرحد پر متعین تھی)
ایسٹ پاکستان سول آرمڈ فورسز	—	13,000
رضاکار اور مجاہد وغیرہ کی تعداد	—	60,000

بحریہ

کل تعداد	42000	8,000
ایئر کرافٹ کیریئر	1	کوئی نہیں
کروز رز	2	کوئی نہیں
سب میرین (آبدوز کشتیاں)	4	4
ڈسٹرائر	12	5
فریگیٹ (آبدوزوں اور ھوائی جہازوں کے خلاف استعمال ہونیوالے)	9	2
مائن سویپر (سرنگیں صاف کرنے والے جہاز)	8	8
میزائل بردار کشتیاں (اوسا قسم)	4	کوئی نہیں

پٹرول بوٹ (گشت کرنے والی کشتیاں)	10	4
بحریہ کی ایئر فورس۔ سی ہاک ایلزی	35	کوئی نہیں
ہیلی کاپٹر۔ سی کنگ	12	کوئی نہیں

فضائیہ

کل تعداد	85,000	15,000
بمبار لڑاکا مزاحمت کرنے والے وار قراولی سکواڈرن	38	11/1/2
ایس۔اے۔ٹو سام میزائل (زمین سے ہوا میں مار کرنیوالے)	52	کوئی نہیں
کل جنگی طیارے	1,000	25

یہ اعداد و شمار اگست اور ستمبر 1971ء کے ہیں' ان میں مندرجہ ذیل فارمیشن اور یونٹ شامل نہیں ہیں جو اس وقت ترتیب دیئے جا رہے تھے:

آرمرڈ ڈویژن	1
انفنٹری پہاڑی ڈویژن	2
آرٹلری بریگیڈ	3
آرمرڈ رجمنٹ	6
آرٹلری رجمنٹ	14
انفنٹری بٹالین	22
انجینئرز رجمنٹ	10

ان اعداد و شمار میں 50,000 رنگروٹ شامل نہیں ہیں جو اپنی تربیت ستمبر اور اکتوبر 1971ء کے لگ بھگ مکمل کرنے والے تھے اور وہ 65000 محفوظ افسر اور سپاہی بھی شامل نہیں ہیں جو تقریباً اس وقت فوج میں خدمت کے لئے واپس بلائے گئے تھے۔ بھارت اور پاکستان کی دفاعی قوت کا مقابلہ کرنا مشکل ہے کیونکہ بھارت کے بعض ڈویژن چار یا پانچ بریگیڈ

پر مشتمل تھے اور بعض بریگیڈوں میں بٹالینوں کی تعداد تین کے بجائے سات تک تھی۔

بھارت کی بحریہ اور فضائیہ میں جنگ سے پہلے دو ماہ کے دوران میں جو اضافہ کیا گیا وہ بھی اس میں شامل نہیں ہے۔

1971ء کے آخری مہینوں میں روس نے بھارت کو جو اسلحہ اور ساز وسامان مہیا کیا اس کی مکمل تفصیل تو معلوم نہیں البتہ ذیل میں دیا ہوا اسلحہ بھارت کو فراہم کرنے کی تصدیق معتبر ذرائع نے کی تھی۔

ٹی 55 ٹینک	تقریباً 410
ٹی 26 ٹینک	تقریباً 96
122 ایم ایم آر ایل	تقریباً 98

نامعلوم تعداد میں دوسرا سامان مثلاً ایم ایم 30 پل' ٹینک ٹرانسپورٹر' سرنگ ہٹانے والے ٹرالر وغیرہ جن سے بھارتی فوج کے نقل وحرکت کے ذرائع بہتر ہو گئے۔

دوست ممالک سے ملنے والے اس بے پناہ فوجی اسلحہ اور ساز وسامان کے علاوہ بھارت ہر سال اپنے دفاعی بجٹ میں اضافہ کرتا رہا۔ 62-1961ء میں بھارت کا دفاعی بجٹ 3 ارب 75 کروڑ روپے تھا جبکہ 66-1965ء میں بڑھ کر 9 ارب 55 کروڑ روپے اور 71-1970ء میں 14 ارب روپے ہو گیا' ہر بجٹ تقریباً 5 ارب روپے کے ان اخراجات کے علاوہ ہے جو دفاع میں مدد دینے والے سول صنعتی اداروں کے لئے رکھا گیا' اس کے مقابلے میں پاکستان کا 71-1970ء کا دفاعی بجٹ تقریباً 3 ارب روپے تھا۔

بھارت میں جنگ سامان کی پیداوار:

1971ء کم وبیش 35 آرڈیننس فیکٹریاں مندرجہ ذیل قسم کا اسلحہ اور ساز وسامان تیار کر رہی تھیں:

(1) ٹینک

(2) فوجی گاڑیاں

(3) بارود

(4) اسلحہ

(5) مواصلات کا سامان

(6) انجینئرنگ کا ساز وسامان

(7) مختلف ہتھیاروں کی شتیں، دوربینیں اور ایسا ہی باقی سامان

(8) وردیاں اور دوسرا متفرق سامان

ان آرڈیننس فیکٹریوں کے علاوہ سرکاری شعبہ میں کام کرنے والی 11 فیکٹریاں مندرجہ ذیل اشیاء بنا رہی تھیں:

☆ ہوائی جہاز

☆ گائیڈڈ میزائل

☆ بحری جنگی جہاز

☆ الیکٹرانک کا سامان

☆ زمین کھودنے والے آلات وگاڑیاں

☆ مختلف اقسام کی مشینیں

یہ فیکٹریاں ملک کی تمام دفاعی ضروریات کو پوری کرنے کے علاوہ کچھ اسلحہ اور گولہ بارود مشرقی وسطیٰ اور افریقہ کے ممالک کو برآمد کر رہی تھیں، ان کی پیداوار کی کل مالیت تقریباً 3 ارب روپے سالانہ تھی۔

پاکستان کی آرڈیننس فیکٹریاں صرف چھوٹے ہتھیار اور فیلڈ گن تک کے لئے ایمونیشن تیار کر رہی تھیں۔

مشرقی پاکستان میں دفاعی قوت کا موازنہ

انفنٹری:

قسم	بھارت	پاکستان
انفنٹری یا پہاڑی ڈویژن	8	3
بریگیڈ گروپ	3	1
پیرا بریگیڈ (چھاتہ بردار)	1	کوئی نہیں
بارڈر سیکورٹی فورس بٹالین	29	کوئی نہیں
مکتی باہنی بریگیڈ	3	کوئی نہیں
مکتی باہنی گوریلا	100,000	کوئی نہیں
مجاہد رضاکار ایسٹ پاکستان سول آرمڈ فورسز	—	73,000

☆ کم از کم دو بھارتی ڈویژن چار بریگیڈ پر مشتمل تھے اور ایک پانچ بریگیڈ اور کچھ بریگیڈ ایسے تھے جن میں پانچ سے سات بٹالین تک تھیں۔

☆ بھارت کی بارڈر سیکورٹی فورس بٹالین عام انفنٹری بٹالین کی طرح ہوتی ہے اور یہ 4 میڈیم مشین گنوں اور دو انچ اور تین انچ دھانے کی مارٹروں اور 3.5 راکٹ لانچروں سے لیس ہوتی ہے۔

☆ پاکستان کی ایک انفنٹری بٹالین کے پاس عام طور پر 72 مشین گنیں ہوتی ہیں جبکہ اس کے مقابلے میں بھارت کی ایک انفنٹری بٹالین 90 ایسی گنوں سے لیس ہوتی ہے۔ پاکستان کی انفنٹری بٹالین جو مشرقی پاکستان میں متعین تھی پوری طرح ہتھیاروں سے لیس نہ تھیں اور ان

میں سے اکثر کے پاس ہتھیاروں کی مقررہ تعداد سے کم ہتھیار تھے۔

بکتر بند:

قسم	بھارت	پاکستان
آرمڈ رجمنٹ	1(ٹی-55)	(ایم-24 چیفی)
آرمرڈ رجمنٹ پی ٹی-76(پانی سے گزرنے والے)	2	کوئی نہیں
آرمرڈ رجمنٹ شرمن	2	کوئی نہیں
آزاد سکواڈرن	2(پی-ٹی76)	(ایم-24چیفی)
آرمرڈ کار(فرٹس)سکواڈرن	1	کوئی نہیں
اے پی سی (سپاہ بردار بکتر)	2بٹالین کے لئے	کوئی نہیں

ایم 24 ایک ہلکا ٹینک ہے جس میں 75 ایم ایم گن ہوتی ہے یہ آخری بار امریکہ نے کوریا میں 1952ء میں استعمال کیا تھا۔ پی ٹی 76 پانی کو پار کرنے والا ٹینک ہے اور اس میں 76.2 ایم ایم گن ہوتی ہے۔ ٹی 55 ایک میڈیم ٹینک ہے جس میں 100 ایم ایم گن ہوتی ہے۔ بھارت کے دونوں قسم کے ٹینک ساخت میں پاکستانی ٹینکوں سے ہر طرح بہتر تھے ان کی توپیں دور مار تھیں اور وہ بہتر نقل و حرکت کی اہلیت رکھتے تھے۔ ٹی 55 ٹینک گہرے پانی سے گزرنے کی اہلیت بھی رکھتا ہے۔

توپ خانہ:

قسم	بھارت	پاکستان
فیلڈ رجمنٹ	23	6
میڈیم رجمنٹ	3	کوئی نہیں
پیرافیلڈ رجمنٹ 75 ایم ایم	1	کوئی نہیں

مارٹر بیٹری	21	5

فضائیہ:

لڑاکا بمبار سکواڈرن	10	1
ایئر ٹرانسپورٹ	ہر طرح کی ضروریات کے لئے	کوئی نہیں

بحریہ:

بھارت کے ایئر کرافٹ کیریئر ٹاسک فورس کے مقابلہ کے لئے پاکستان کی صرف 4 گن بوٹ موجود تھیں جو سمندر میں نقل و حرکت کر سکتی تھیں۔

پاکستان کا دفاعی نظام:

پاکستان کے دفاعی نظام کو قلعوں کا نام دینا غلط ہوگا کیونکہ یہ مقامات انفنٹری، آرٹلری، انجینئرز اور دوسری مددگار یونٹوں پر مشتمل نہیں تھے جن کے دفاع کو آسانی سے توڑا نہ جا سکے۔ بعض مقامات پر مقامی امداد سے مٹی کھود کو کچھ خندقیں اور پشتے بنا دیئے گئے تھے چونکہ سرنگیں اور بارود میسر نہیں تھا اس لئے پانجیاں (بانسوں اور لکڑی کو تراش کر تیز دھار چھوٹے چھوٹے نیزے) گڑھوں میں بچھا دیئے گئے تھے، یہ سب کچھ پیدل فوج کے حملے کو روکنے کے لئے کیا گیا تھا۔ کنکریٹ کسی جگہ استعمال نہیں کیا گیا تھا کیونکہ مشرقی پاکستان میں لوہا، سیمنٹ اور پتھر ملنا مشکل ہے۔

ہتھیار ڈالنے کے موقع پر ڈھاکہ میں موجود افواج

ہیڈ کوارٹرز:

(1) ہیڈ کوارٹرز ایسٹرن کمانڈ

(2) عقبی ہیڈکوارٹرز 14ڈویژن

(3) ہیڈکوارٹرز 36(ایڈہاک)ڈویژن جو پہلے ہیڈکوارٹر ایسٹ پاکستان سول آرمڈ فورسز کے نام سے موسوم تھا۔

(4) ہیڈکوارٹرز ایسٹ پاکستان لاجسٹک ایریا(انصرامی علاقہ)

(5) سٹیشن ہیڈکوارٹرز

(6) ہیڈکوارٹرز بحریہ' مشرقی پاکستان

(7) ہیڈکوارٹرز ایئر آفیسر کمانڈنگ' مشرقی پاکستان

(8) مغربی پاکستان پولیس ہیڈکوارٹرز

(9) ہیڈکوارٹرز ڈائریکٹر جنرل' رضاکاران

سپاہ' باقاعدہ اور بے قاعدہ:

آرمرڈ کور(ایڈہاک ٹینک ٹروپ)	50
توپخانہ(نمبر 6ایل اے اے رجمنٹ' ہیڈکوارٹر آرٹلری' کمک وغیرہ)	700
انجینئرز(یونٹوں کی عقبی پارٹیاں' ہیڈکوارٹرز انجینئرز)	500
سگنلز(نمبر 3بٹالین اور دوسری مقامی یونٹیں)	2,000
انفنٹری(نمبر 93بریگیڈ کی باقیماندہ یونٹیں جو 13دسمبر 71ءکوڈھاکہ پہنچیں اور کمک	4500
سروسز(آرڈیننس اور سپلائی سٹیشن ورکشاپیں)	1,000
بحریہ	500
فضائیہ	500
مشرقی پاکستان سول آرمڈ فورسز	4,000
مجاہدین	1500
رضاکار	7,000

مغربی پاکستان پولیس	2500
صنعتی حفاظتی فورس	1500
کل تعداد	26,250

مندرجہ بالا تعداد میں بیمار زخمی اور ہسپتال کا عملہ شامل نہیں ہے۔

آلات حرب:

ٹینک	3
طیارہ شکن توپیں	49
بھاری مارٹر	4
6پاؤنڈ توپیں	4
تین انچ دھانے کے مارٹر	20
ریکوائلیس رائفلیں (ٹینک شکن)	25
راکٹ لانچرز دوانچ دھانے کے مارٹر اور مشین گنیں	کافی تعداد میں
چھوٹے ہتھیار	کافی تعداد میں
دریائی کشتیاں	10

یہ اعداد و شمار اس سٹاف افسر کی فراہم کردہ معلومات پر مبنی ہیں جو ہتھیار ڈالنے کے واقعہ کے بعد ڈھاکہ سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

خلاصہ اتلاف:

مغربی پاکستان میں (3 دسمبر سے 17 دسمبر 1971ء تک)

	افسران	جے سی او صاحبان	جوان	کل میزان
شہید	62	52	1291	1405

زخمی	132	123	2822	3078
لاپتہ	4	2	120	126
لاپتہ (غالباً شہید)	-	5	129	134
لاپتہ (جنگی قیدی)	3	7	205	215
کل	202	189	4567	4958

مشرقی پاکستان میں (مارچ 1971ء سے دسمبر 1971ء تک)

شہید	90	41	1162	1293
زخمی	132	80	2327	2539
لاپتہ	9	1	25	35
لاپتہ (غالباً شہید)	3	7	330	340
لاپتہ (جنگی قیدی)	16 دسمبر سے پہلے	14	1	183

افسران و جے او سی صاحبان اور دیگر جوانوں کے شہید اور زخمی ہونے کا تناسب:

	افسران	جے سی او		جوان
مغربی پاکستان میں	1	—	12	—
مشرقی پاکستان میں	1	10	—	—

افسران و جے سی او صاحبان اور دیگر جوانوں کے شہید ہونے کا تناسب:

	افسران	جے سی او	جوان
مغربی پاکستان میں	1	—	11
مشرقی پاکستان میں	1	—	9

افسران اور جے سی او صاحبان اور دیگر جوانوں کے زخمی ہونے کا

تناسب:

	افسران	جے سی او	جوان
مغربی پاکستان	1	—	17
مشرقی پاکستان	1	—	11

☆ افسران کے شہید اور زخمی ہونے کے اعداد وشمار میں ایک جنرل شہید اور 2 زخمی اور 10 لیفٹیننٹ کرنل شہید اور 11 زخمی شامل ہیں۔(افسروں اور جوانوں میں شہید اور زخمی ہونے کا یہ تناسب کوئی اچنبھے کی بات نہیں ہے کیونکہ وہ ایک دوسرے کے دوش بدوش لڑتے ہیں)

☆ یہ ممکن ہے کہ ایسٹ پاکستان میں ہمارے افسروں اور جوانوں کے شہید اور زخمی ہونے کی تعداد زیادہ ہو کیونکہ جنگ کے آخری دنوں میں اپنی اطلاعات آنا بند ہوگئی تھیں۔

☆ بھارتی کشتہ اور زخمی فوجیوں کی تعداد اندازاً 30,000 تھی۔

22 نومبر سے 16 دسمبر تک

(جنگ کے 25 ایام کی کہانی)

22 نومبر 1971ء:

آج بھارت نے کئی ماہ کی مسلسل جھڑپوں کے بعد بغیر کسی اعلان جنگ کے مشرقی پاکستان پر تین اطراف سے بھرپور حملہ کر دیا۔ جیسور سیکٹر پر بھارتی فوج کے نویں پیدل ڈویژن، چوتھے پہاڑی ڈویژن اور 2 ٹینک رجمنٹوں کے حملے پسپا کر دیئے گئے۔ ابتدائی اندازے کے مطابق بھارت کے 18 ٹینک تباہ کر دیئے گئے۔ چاٹگام کے پہاڑی علاقے اور سلہٹ پر بھی بھارتی فوج نے ٹینکوں کی مدد سے جو حملہ کیا تھا اس کو بھی پسپا کر دیا گیا۔

اے پی پی کی ابتدائی اطلاع کے مطابق بھارت نے باضابطہ جنگ کے اعلان کے بغیر مشرقی پاکستان میں بھرپور جنگ شروع کر دی ہے۔ بھارتی فوج نے سارا زور جیسور کے محاذ پر صرف کیا لیکن وہ اپنے عزائم میں کامیاب نہ ہو سکی۔

بھارتی وزیراعظم مسز اندرا گاندھی نے احمد آباد میں پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اگر صدر یحییٰ خان مخلص ہیں تو انہیں چاہئے کہ وہ کالعدم عوامی لیگ کے سربراہ شیخ مجیب کو

رہا کردیں اور سیاسی تصفیہ کے لئے منتخب رہنماؤں کے ساتھ مذاکرات کیئے جائیں' اس کے علاوہ بھارتی صدر وی وی گری نے نئی دہلی میں ایوان صدر میں چیکوسلواکیہ کے نئے سفیر کے عہدہ کے کاغذات پیش کرنے کی تقریب میں خطاب کرتے ہوئے کہا کہ بنگلہ دیش کے منتخب نمائندوں کے وجود اور اختیارات کو نظر انداز کرنے کی صورت میں صورتحال مزید ابتر ہو جائے گی۔

آج بھارتی فوجیں مشرقی پاکستان کی سرحد پر جمع ہو چکی ہیں۔ مشرقی پاکستان کی بے گھر لڑکیوں کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھا کر ان کی عزت و آبرو سے کھیلا جا رہا ہے۔ پاکستان کے لئے سعودی عرب کی طرف سے 75 فوجی طیاروں کا تحفہ وصول ہوا۔

23 نومبر 1971ء:

آج کومیلا سیکٹر میں گھمسان کی جنگ ہوئی جس کے نتیجہ میں 2 پاکستانی طیارے تباہ ہو گئے۔

بھارتی فوج کی 311 ویں پہاڑی بریگیڈ اور 57 ویں پہاڑی ڈویژن نے ضلع کومیلا میں قصبہ کے شمال میں پاکستانی علاقے پر حملہ کیا لیکن اس حملے کو پسپا کر دیا گیا۔ بھارت کو اپنی 57 ویں پہاڑی ڈویژن کو 19 ویں پنجاب بٹالین سے ہاتھ دھونا پڑا۔

24 نومبر 1971ء:

آج بھارتی حملہ آوروں کو سلہٹ کی سرحدی چوکی چندر پور اور سرحدی دیہات آنگرام اور ذکی گنج سے پیچھے دھکیل دیا گیا۔ بھارتی فوج نے دیناج پور کے قریب ہلی میں ایک نیا محاذ کھول دیا ہے' اس کے علاوہ بھارت نے اس بات کا اقرار کر لیا ہے کہ جیسور کے قریب حالیہ تصادم کے دوران اس کی فوجیں پاکستان کے علاقے میں داخل ہو گئی ہیں۔ لاہور میں جماعت اسلامی مشرقی پاکستان کے سربراہ پروفیسر غلام اعظم نے حکومت سے کہا ہے کہ اگر وہ مشرقی پاکستان کو اپنے ملک کا اٹوٹ انگ سمجھتی ہے تو اسے بھارت کے خلاف جنگ شروع کر دینی چاہئے۔ پاکستان نے بھارتی جارحیت کا مسئلہ سلامتی کونسل میں پیش کرنے پر غور کیا۔ چین کے مشین سازی کے وزیر اعلیٰ اور چینی وفد کے سربراہ مسٹر کی شوی چنگ نے آج رات راولپنڈی میں صدر کے اقتصادی مشیر مسٹر ایم ایم احمد کی طرف سے دیئے گئے ڈنر میں تقریر کرتے ہوئے

اعلان کیا کہ چین کی حکومت اور عوام پاکستان کی حکومت اور عوام کو ان کی قومی آزادی اور سالمیت کے تحفظ کی منصفانہ جدوجہد میں ہمیشہ مدد دیتے رہیں گے۔ملک میں ہنگامی حالات کا اعلان ہوتے ہی منافع خوروں نے اپنی سرگرمیاں تیز کر دی ہیں جس کے باعث روزمرہ استعمال کی قیمتیں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں۔

25 نومبر 1971ء:

آج رات راولپنڈی میں صدر یحییٰ نے اعلان کیا کہ بھارت کبھی بھی پاکستان کو زیر نہیں کر سکتا۔صدر نے بھاری مشینوں کے کارخانہ کا افتتاح کرتے ہوئے اور فونڈری پراجیکٹ کا سنگ بنیاد رکھتے ہوئے کہا کہ انہیں اس بات کی مسرت ہو رہی ہے کہ یہ منصوبے پاکستان کے عظیم دوست اور پڑوسی ملک عوامی جمہوریہ چین کی امداد سے قائم کیے جا رہے ہیں۔آج پاکستانی فوج نے ہیلی اور کومیلا میں جوابی حملے کر کے حملہ آوروں کو ان کے علاقوں میں دھکیل دیا اور جارحیت کے سارے نشانات مٹا دیئے۔لندن میں روزنامہ جنگ کے نمائندہ نے بتایا ہے کہ دہلی سے موصول ہونے والی اطلاعات کے مطابق بھارت 28 نومبر کو پاکستان پر بھرپور حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہا ہے۔

پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے کہا کہ وہ کسی کٹھ پتلی حکومت میں شامل نہ ہوں گے۔ملک کو درپیش بحران کو حل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ منتخب نمائندوں کو اقتدار سونپ دیا جائے۔

مشرقی پاکستان کے گورنر ڈاکٹر اے ایم مالک نے عوام سے کہا ہے کہ وہ بھارتی جارحیت کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو جائیں کیونکہ ہمارے لئے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہے۔

امریکی وزیر خارجہ ولیم راجرس نے آج واشنگٹن میں پاکستان کے سفیر نوابزادہ محمد رضا اور بھارتی سفارتخانہ کے ناظم الامور مہاراجہ کرشنا اشگواتر کو دفتر خارجہ میں طلب کیا اور ان سے کہا کہ وہ فوجی تصادم سے گریز کریں۔

وزیراعظم چواین لائی نے مشرقی پاکستان کی سرحدوں پر گذشتہ چند روز سے بھارت کی فوجی

اشتعال انگریزی پر تشویش کا اظہار کیا ہے۔
شاہ حسین کی طرف سے پاکستان کے لئے ٹھوس حمایت کا اعلان کیا گیا ہے۔

26 نومبر 1971ء:

آج گورنر مشرقی پاکستان کے مشیر جنرل راؤ فرمان علی نے کہا ہے کہ پاکستان کے جوابی حملے خاصے کامیاب رہے ہیں اور بھارتی فوجوں کو مشرقی پاکستان کی سرحدوں سے پسپا کر دیا گیا ہے۔

آل انڈیا ریڈیو کے مطابق بھارتی وزیر جنگ مسٹر جگ جیون رام نے ایک بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ بھارتی فوجیں نہیں ہٹائی جائیں گی۔

آج نیشنل عوامی پارٹی پر پابندی عائد کر دی گئی جس کی بنیادی وجہ ان کی علیحدگی مہم اور باغیانہ سرگرمیوں میں حصہ لینا ہے۔

پاکستانی سفیر آغا شاہی نے کل سیکرٹری جنرل اوتھانٹ کے نام صدر یحییٰ کا مکتوب نائب سیکرٹری جنرل کے حوالے کیا۔

27 نومبر 1971ء:

آج بھارتی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی راجستھان کے سرحدی اضلاع کا دورہ کرنے کے بعد نئی دہلی پہنچ گئیں۔ انہوں نے مغربی سرحدوں پر متعین فوجیوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ بھارت جنگ نہیں چاہتا لیکن مسلح افواج کو ہر واقعہ سے نمٹنے کے لئے تیار رہنے کی ضرورت ہے۔

قومی اسمبلی سیکرٹریٹ نے منتخب ارکان کو مراسلے ارسال کر دیئے ہیں جن میں انہیں اطلاع دی گئی ہے کہ صدر یحییٰ نے قومی اسمبلی کا اجلاس منعقد کرنے کے لئے 27 دسمبر کی تاریخ مقرر کر دی ہے۔

آج پاکستانی فوج نے دشمن کے 5 حملے پسپا کر دیئے۔

لندن میں مغربی فوجی ماہرین نے اس خدشے کا اظہار کیا ہے کہ ایک یا دو دن کے اندر مغربی

پاکستان کی سرحد پر بھارت اور پاکستان کے درمیان وسیع پیمانے پر مسلح تصادم شروع ہو جائے گا۔

آج شام راولپنڈی میں ایک سرکاری ترجمان نے کہا کہ روس کی جانب سے بھارت کو اسلحہ کی مسلسل فراہمی کے مسئلہ پر حکومت پاکستان تمام دوست ممالک سے رابطہ کئے ہوئے ہے جن میں بڑی طاقتیں بھی شامل ہیں۔

کالعدم عوامی لیگ کے منتخب رکن قومی اسمبلی نورالاسلام نے یقین ظاہر کیا ہے کہ کالعدم عوامی لیگ کے ٹکٹ پر منتخب ہونے والے ارکان قومی وصوبائی اسمبلی کسی سیاسی جماعت میں شامل نہیں ہوں گے اور اسمبلیوں میں ایک آزاد گروپ کی حیثیت میں بیٹھیں گے۔

آج بلجیم نے سلامتی کونسل سے درخواست کی ہے کہ پاکستان اور بھارت کے درمیان فوجی کارروائی فوری طور پر بند کرائی جائے۔

چین نے بھی بھارت کی سخت مذمت کی ہے۔

28 نومبر 1971ء:

آج بھارتی فوج نے کئی ڈویژن فوج بکتر بند دستوں اور ٹینکوں کے ساتھ جیسور' سلہٹ اور دیناج پور کے محاذوں پر نیا حملہ کر دیا ہے' اس حملہ میں بھارت نے اپنی فضائی فوج کو بھی جھونک دیا ہے۔ پاکستان کی بہادر افواج نے بے جگری کے ساتھ بھارتی فوج کا مقابلہ کرتے ہوئے تینوں محاذوں پر دشمن کی پیش قدمی روک دی۔ بھارت نے مشرقی پاکستان پر آج تین بڑے حملے کئے جس میں 2 ڈویژن فوج' 2 بکتر بند رجمنٹیں اور توپ خانے کی متعدد یونٹوں نے حصہ لیا۔

آج صبح راولپنڈی میں غیر ملکی اور پاکستانی صحافیوں کو وہ اسلحہ' فوجی ساز وسامان' وردیاں' دستاویز اور تصاویر دکھائی گئیں جو مشرقی پاکستان میں گھس آنے والے بھارتی فوجیوں کی لاشوں سے ملیں۔

مشرقی پاکستان میں بھرپور حملہ کرنے کی تیاریاں مکمل کر لی ہیں۔

حیدر آباد سندھ کے ایک علاقائی اخبار نے اپنے نمائندے کے حوالے سے بتایا ہے کہ بھارت کی 4 ڈویژن سے زیادہ مسلح اور بکتر بند فوج راجستھان اور رن کچھ کے سیکٹروں پر جمع ہو گئی ہے۔

پاکستان کا دورہ کرنے والے چینی وفد کے سربراہ مسٹر لی شوی چنگ نے ایک مرتبہ پھر یقین دلایا ہے کہ پاکستانی عوام کی منصفانہ جدوجہد میں چین کے عوام ان کا بھرپور ساتھ دیں گے۔

معلوم ہوا ہے کہ امریکی صدر نکسن نے پاکستان' بھارت اور روس کے سربراہوں کے نام پیغامات میں کہا ہے کہ پاکستان اور بھارت کے درمیان جنگ روکنے کے لئے ہر ممکن کارروائی کی جائے' اس کے علاوہ اردن کے مذہبی رہنماؤں اور الجزائر کی جانب سے پاکستان کی حمایت کا اعلان کیا گیا ہے۔

29 نومبر 1971ء:

آج چین کے نائب وزیر اعظم لی سی نین نے کہا کہ بھارت مشرقی پاکستان کے خلاف فوجی اشتعال انگیزیوں اور توڑ پھوڑ کی کارروائیوں میں مصروف ہے۔ انہوں نے کہا کہ چین کی حکومت اور عوام غیر ملکی جارحیت کے خلاف پاکستان کی حکومت اور عوام کی بھرپور حمایت کرتے ہیں۔

آج پیپلز پارٹی کے چیئرمین مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے پھر کہا ہے کہ 12 کروڑ پاکستانی عزم وحوصلہ سے متحد ہو کر بھارت سے لڑیں گے۔ پشاور میں مسٹر حیات محمد خان شیر پاؤ کی رہائشگاہ پر پارٹی کے کارکنوں سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ میری پارٹی کو اس وقت بھارتی جارحیت کے خلاف ملک کے دفاع کے سوا کسی اور بات سے دلچسپی نہیں ہے۔

سیلون کے آبپاشی' بجلی اور شاہراہوں کے محکمے کے وزیر مسٹر ایم سیتا نائیکے نے آج پیرس میں کہا کہ سیلون ہندو پاک تنازع میں مصالحت کرانے کے لئے آمادہ ہو جائے گا بشرطیکہ دونوں فریقوں کی طرف سے ایسا کرنے کے لئے کہا جائے۔

30 نومبر 1971ء:

آج مشرقی پاکستان کی سرحدوں کے 28 مقامات پر گھمسان کی جنگ جاری ہے۔ بھارتی

فوج ٹینک' بھاری توپ خانے اور بکتر بند دستوں کی مدد سے حملے کر رہی ہے۔ جمال پور کے گاؤں پر نیا حملہ کیا گیا لیکن پاکستانی فوج کی جوابی کارروائی میں دشمن 25 لاشیں میدان میں چھوڑ کر بھاگ گیا۔

بھارتی وزیراعظم مسز اندرا گاندھی نے مشرقی پاکستان سے پاکستانی افواج کے فوری اخراج کا مطالبہ کیا ہے۔ آج راجیا سبھا میں خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ فوجوں کے انخلاء کا خیر مقدم کیا جائے گا لیکن پہلے مغربی پاکستان فوجوں کو بقول ان کے ''بنگلہ دیش'' سے نکل جانا ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ بھارت بنگلہ دیش کے عوام کو نیست و نابود کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔

بھارتی صدر وی وی گری نے کہا ہے کہ جب تک ''بنگلہ دیش'' کی صورتحال معمول پر نہیں آ جاتی بھارتی فوجیں ہر صورتحال کا مقابلہ کرنے کے لئے پوری طرح تیار ہیں۔ انہوں نے کہا کہ بھارت میں ایک کروڑ پناہ گزینوں کی آمد سے ایسے حالات پیدا ہو گئے ہیں جس کی مثال نہیں ملتی۔

آج ایک سرکاری ترجمان نے بتایا کہ پاکستان بھارت کے ساتھ مکمل جنگ سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کر رہا ہے لیکن اس کوشش کو پاکستان کی کمزوری سے تعبیر نہ کیا جائے۔

چین نے آج دوسرے روز پھر بھارت پر الزام لگایا ہے اس نے روس کی شہ پر پاکستان کے خلاف تخریبی کارروائیاں اور فوجی اشتعال انگیزیاں شروع کر رکھی ہیں۔ نیو چائنا نیوز ایجنسی نے ہندو پاک سرحدی لڑائی کے بارے میں سخت الفاظ پر مشتمل ایک تبصرہ میں کہا ہے کہ گذشتہ ہفتے بھارتی حکومت نے روسی سامراج کی حمایت اور شہ پر مشرقی پاکستان کے خلاف بار بار حملے کئے اور فوجی اشتعال انگریزیاں کیں۔

آج کے دن کالعدم عوامی لیگ کے دو ارکان اسمبلی مسٹر اے بی ایم نورالاسلام ممبر قومی اسمبلی اور مسٹر ایس بی زمان رکن صوبائی اسمبلی نے ایک بیان میں کہا ہے کہ وہ صدر یحییٰ خان کے اس موقف سے متفق ہیں کہ جنگ سے کوئی مسئلہ حل نہیں ہوگا بلکہ اس سے مسائل پیچیدہ ہو جائیں گے۔

یکم دسمبر 1971ء:

آج بھارتی فوجوں نے مشرقی پاکستان کی سرحدوں پر 4 خوفناک حملے کئے لیکن پاکستان کے سرفروش جانبازوں نے 130 بھارتی حملہ آوروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور باقی حملہ آوروں کو ان کی سرحدوں میں دھکیل دیا۔ پاکستان کی فضائی حدود کی خلاف ورزی کے سلسلے میں سرکاری ترجمان نے ایک بیان میں کہا ہے کہ منگل کے روز صبح ساڑھے گیارہ اور بارہ بجے کے درمیان بھارتی فضائیہ کے 4 لڑاکا اور تصویر کش جاسوس طیاروں نے سیالکوٹ کے علاقے میں پاکستانی فضائی حدود کی خلاف ورزی کی۔ یہ طیارے پاکستانی فضائیہ کے طیاروں کو دیکھتے ہی بھاگ کھڑے ہوئے۔

امریکی دفتر خارجہ کے ایک ترجمان چارلس برے نے آج بتایا کہ بھارت کو اسلحہ فراہمی روک دی گئی ہے اور تمام موجود لائسنس بھی منسوخ کر دیئے ہیں جن کے تحت تقریباً 20 کروڑ ڈالر کا اسلحہ بھارت کو فراہم کیا جانے والا تھا۔ بی بی سی کے ایشیائی تبصرہ نگار نے بھی کہا ہے کہ بھارت مداخلت نہ کرنے کی پالیسی سے روگردانی کر رہا ہے۔ سیاسی مبصرین کا خیال ہے کہ پاکستان کے لئے امریکی اسلحہ کی فراہمی پر مکمل پابندی کی موجودگی میں بھارت کو روس کی طرف سے بھرپور فراہمی سے پاکستان کے خلاف بھارت کے جارحانہ اقدام اور پاکستان کے داخلی معاملات میں کھلم کھلا مداخلت کھلی حوصلہ افزائی ہے۔

2 دسمبر 1971ء:

بھارت نے آج مزید 3 ڈویژن فوج کے ساتھ مشرقی پاکستان کے سات محاذوں پر حملہ کر دیا ہے۔ ان حملوں میں بھارت نے اپنے بکتر بند دستوں اور توپ خانے کے علاوہ فضائیہ سے بھی مدد لی۔ پاکستان کے صف شکن فوجیوں نے کئی حملے ناکام بنا کر دشمن کی یلغار روک دی ہے۔

بھارتی وزیر جنگ جگ جیون رام نے اپنی باقاعدہ فوجوں کو مشرقی پاکستان کی حدود میں داخل ہو کر حملہ کرنے کا حکم دے دیا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ یہ حکم پاکستانی جیٹ طیاروں کی اگرتلہ کے ہوائی اڈے کے اطراف میں بمباری کے بعد دفاعی اقدام کے طور پر اٹھایا گیا

ہے۔آل انڈیا ریڈیو کے مطابق بھارتی وزیراعظم مسز اندرا گاندھی نے کہا ہے کہ برصغیر میں صرف اس وقت امن قائم ہوسکتا ہے جب پاکستانی فوجیں مشرقی اور مغربی دونوں سرحدوں سے واپس چلی جائیں، وہ آج کانگریس کے کارکنوں کی ایک ریلی سے خطاب کر رہی تھیں۔

غیر ملکی اخبارات کی رپورٹوں کے مطابق بھارت نے مشرقی پاکستان کی سرحد کے اردگرد زمین سے فضا میں مار کرنے والے روسی ساخت کے میزائل نصب کر دیئے ہیں۔ان اخبارات میں یہ اطلاعات بھی شائع ہوئی ہیں کہ ان تمام میزائلوں کی تنصیب میں روسی تکنیکی ماہرین نے بھارتی فوجیوں کی مدد کی ہے۔آج راجیا سبھا میں بھارتی وزیر منصوبہ بندی مسٹر سبرامنیم نے کہا ہے کہ بھارت امریکہ سے زیادہ اسلحہ حاصل نہیں کر رہا ہے اس لئے امریکی فیصلے کا اس پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

اخبار آبزرور کے نامہ نگار مقیم کلکتہ گیہون ینگ نے مشرقی پاکستان پر بھارت کی باقاعدہ فوج کے حملہ کے چشم دید حالات لکھے ہیں، اس نے 28 نومبر کو کلکتہ سے ایک مراسلہ روانہ کیا جس میں کہا گیا تھا کہ اس نے بھارت کے پہاڑی بریگیڈ کے سپاہیوں کو جیسور جانے والی سڑک پر آگے بڑھتے دیکھا۔مشرقی پاکستان کا یہ شہر سرحد سے صرف 10 میل دور ہے۔

3 دسمبر 1971ء:

مشرقی پاکستان پر گذشتہ دو ہفتوں کے وحشیانہ اور بزدلانہ حملوں کے مایوس کن نتائج سے بوکھلا کر آج بھارت نے بالآخر مغربی پاکستان کی سرحدوں پر بھی حملہ کر دیا۔گذشتہ چند دنوں سے بھارتی فضائیہ کے طیارے 30 سے 40 میل اندر تک مغربی پاکستانی کی فضائی حدود کی خلاف ورزی کرتے رہے ہیں۔آج یہاں راولپنڈی میں ایک سرکاری اعلامیہ میں بتایا گیا ہے کہ بھارتی فوج نے پونچھ اور اوڑی سیکٹروں میں بھی اپنی فوجی سرگرمیاں تیز کر دی ہیں۔

روسی وزیراعظم مسٹر کوسیجن نے کہا ہے کہ روس بھارت اور پاکستان کے درمیان بھرپور جنگ روکنے کے لئے ہر اقدام کرے گا۔انہوں نے یہ بات گذشتہ روز ڈنمارک کے دارالحکومت کوپن ہیگن میں مغربی پاکستان پر بھارتی حملے سے قبل ایک استقبالیہ میں تقریر کرتے ہوئے کہی۔

آج پاکستان کے سابق صدر فیلڈ مارشل محمد ایوب خان نے مشرقی اور مغربی پاکستان پر بھارتی حملے کے بارے میں نمائندہ جنگ کو ایک انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ بھارت جیسے مکار دشمن نے ہمیں ایک مرتبہ پھر چیلنج کیا ہے۔ پاکستان کی ایک ایک انچ زمین ہمارے لئے مقدس ہے' اس کی حفاظت کے لئے میری خدمات حاضر ہیں' میں اس جہاد میں شرکت کو سعادت سمجھتا ہوں۔

بھارت نے ضلع کومیلا کے برہمن باڑیہ کے علاقہ میں اکھوڑ پر اور 3 دسمبر کی درمیانی شب کو مزید 2 بریگیڈ فوج کے ساتھ حملہ کر دیا ہے۔ پہلی اور دوسری دسمبر کی شب کو بھارت نے 2 بریگیڈ فوج کے ساتھ اکھوڑا پر جو حملہ کیا تھا اس میں ناکامی کے بعد یہ نیا حملہ کیا گیا ہے۔ پاکستان کے شیر دل فوجیوں نے آہنی دیوار بن کر بزدل دشمن کے حملے کا رخ موڑ دیا ہے۔

4 دسمبر 1971ء:

4 دسمبر کو ایسٹرن کمانڈر کے ایک ماتحت جرنیل نے اپنے کمانڈر کو یہ مشورہ دیا کہ فوج کو پیچھے ہٹا کر جمع کیا جائے لیکن اس مشورہ پر عمل نہیں کیا گیا جس سے صورتحال اور بھی خراب ہو گئی۔ اسی دن علی الصبح بھارتی فوج نے زبردست حملے شروع کر دیئے جس کا سلسلہ تین دن تک رہا اور پاکستان کے شیر دل افسروں اور جوانوں نے اپنے محدود وسائل کے باوجود دشمن کا بے جگری سے مقابلہ کیا لیکن دشمن کی کئی گنا زیادہ اور بہتر اسلحہ سے لیس افواج کا زیادہ عرصے تک مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ آخرکار پاکستانی دستے اپنی چوکیاں چھوڑ کر عقبی پوزیشنوں کی طرف واپس جانے پر مجبور ہو گئے۔

4 دسمبر کو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بھارتی حملے کی پوری شدت اختیار کرنے کی صورت میں جنگ کی صورت حال ایسٹرن کمانڈ کے قابو سے باہر ہو جائے گی' اس صورتحال کے پیدا کرنے میں حسب ذیل تین بنیادی اسباب کا بڑا ہاتھ تھا۔

☆ فوج کی صف بندی چھوٹے چھوٹے منتشر دستوں میں کی گئی تھی۔

☆ تمام ذرائع مواصلات پر باغی چھائے ہوئے تھے۔

☆ ایسا کوئی جامع منصوبہ نہ تھا جس کے مطابق فوجی دستے پیش قدمی کر کے اہم مقامات پر جمع ہو جاتے۔

5 دسمبر 1971ء:

آج صبح جن دو بھارتی طیاروں نے اسلام آباد کے ایئرپورٹ کو تباہ کیا تھا انہوں نے آج اسلام آباد کے نواحی گاؤں پر بھی بمباری کی جس سے 20 افراد ہلاک اور زخمی ہوئے۔ دریں اثناء پی پی آئی کی اطلاع کے مطابق گذشتہ روز کے دوران لاہور اور سیالکوٹ کی شہری آبادیوں پر بھارتی طیاروں کی وحشیانہ بمباری سے 50 افراد شہید ہوئے۔ کراچی پر بھارتی طیاروں کے مسلسل حملوں کے باوجود شہریوں کا حوصلہ بہت بلند رہا۔

ڈھاکہ کی فضائیں بھارتی فضائیہ کا مرگھٹ ثابت ہوئیں' عوام جو سڑکوں اور چھتوں پر کھڑے تھے بھارتی طیاروں کو دیکھتے تو فرطِ مسرت سے نعرے لگاتے تھے۔ ڈھاکہ کے مختلف حصوں میں 250 پونڈ وزنی بم گرائے گئے لیکن عوام کے حوصلوں میں کوئی کمی نہ ہوئی۔

پاکستان کے سابق صدر فیلڈ مارشل محمد ایوب خان اور پاکستان آرمی کے سابق کمانڈر انچیف جنرل محمد موسیٰ خان نے پاکستان کے دفاع اور بھارت کے خلاف جہاد کے لئے اپنی خدمات پیش کیں۔ صدر ایوب نے ایک انٹرویو میں کہا کہ بھارت کو پاکستان پر حملہ کی بھاری قیمت ادا کرنا پڑے گی۔

آج روس نے سلامتی کونسل میں امریکہ کی اس قرارداد کو ویٹو کر دیا جس میں پاکستان اور بھارت کے درمیان جنگ بندی اور سرحدوں کی واپسی کی تجویز پیش کی گئی تھی۔ گیارہ ملکوں نے قرارداد کی حمایت میں ووٹ دیئے البتہ برطانیہ اور فرانس نے رائے شماری میں حصہ نہیں لیا اور روس اور پولینڈ نے اس کی مخالفت میں ووٹ دیئے۔ پاکستان نے روسی مندوب کے اس مطالبہ پر شدید ناراضگی کا اظہار کیا کہ سلامتی کونسل میں نام نہاد بنگلہ دیش کے نمائندے کو بولنے کا موقع دیا جائے۔ اسلام آباد میں روسی سفارت خانہ کو آج صبح بتایا گیا کہ روس کا یہ اقدام روسی رہنماؤں کی ان یقین دہانیوں کے قطعی منافی ہے کہ وہ پاکستان کے اتحاد اور یکجہتی کا حامی ہے اور

پاکستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔آج ہی کے دن روس نے یہ اعلان کیا کہ پاک بھارت جنگ اس کی سلامتی کے لئے خطرہ ہے۔روس نے کہا ہے کہ اس نے بڑی وضاحت کے ساتھ خبردار کر دیا تھا کہ پاکستان کی موجودہ صورتحال کی سنگین ذمہ داری قبول کرنا ہوگی۔

آج بی بی سی کے تبصرہ نگار نے بتایا کہ پاک بھارت جنگ ایک سوچی سمجھی سازش کا نتیجہ ہے جو روس اور بھارت کے باہمی گٹھ جوڑ سے تیار کی گئی ہے اور اس کا مقصد مشرقی پاکستان کا کچھ علاقہ حاصل کر کے وہاں بنگلہ دیش قائم کرنا ہے تاکہ بھارت اسے فوری طور پر تسلیم کرے اور پھر روس اور اس کے حواری ممالک بھی اسے تسلیم کرنے کا اعلان کر دیں۔

آج بھارت نے پاکستان کے خلاف روسی ساخت کے زمین سے فضاء میں مار کرنے والے سام میزائل استعمال کئے لیکن یہ پاکستانی طیاروں کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔

آج چین کے وزیراعظم مسٹر چواین لائی نے ایک مرتبہ پھر بھارتی جارحیت کے خلاف پاکستان کی بھرپور حمایت کا اعادہ کیا ہے اور کہا ہے کہ بھارت کو اپنے جنگجویانہ رویہ پر پچھتانا پڑے گا۔

6دسمبر 1971ء:

بھارتی وزیراعظم مسز اندرا گاندھی نے آج پارلیمنٹ کو بتایا کہ بھارت نے آج نام نہاد بنگلہ دیش کو آزاد بنگلہ دیش کی ریاست کی حیثیت سے تسلیم کر لیا ہے۔انہوں نے کہا کہ یہ فیصلہ رواداری میں نہیں بلکہ سوچ سمجھ کر کیا گیا ہے۔انہوں نے امید ظاہر کی کہ دیگر اقوام بھی اس معاملے میں بھارت کی نقل کریں گی۔اندرا گاندھی نے کہا کہ بھارت کی اس نئی قوم کے باپ شیخ مجیب الرحمٰن کی بڑی گہری فکر ہے۔انہوں نے کہا کہ بنگلہ دیش کے بنیادی اصول جمہوریت‘ سوشلزم اور ایسے معاشرہ کا قیام ہیں جس میں نسل اور مذہب کو امتیاز نہ ہوگا۔انہوں نے کہا کہ بھارت بنگلہ دیش کے قائم مقام صدر نذرالاسلام کو تہنیت کا پیغام بھیجے گا۔مسز اندرا گاندھی نے جب یہ اعلان کیا تو ایوان میں زبردست تالیاں بجائی گئیں اور پاکستان کی سالمیت کے خلاف

نعرے لگائے گئے۔ بنگلہ دیش کے سربراہ حمید الحق چودھری نے شیخ مجیب الرحمٰن کی تصویر کو ہار پہنایا۔ حمید الحق نے بھارتی حکومت' عوام اور اندرا گاندھی کا شکریہ ادا کیا اور انہیں دوستی کا یقین دلایا اور کہا کہ بنگلہ دیش کی حکومت غیر جانبداری کے بھارتی اصول پر گامزن ہوگی۔ انہوں نے مسز اندرا گاندھی کو زندہ ''جون آف آرک'' قرار دیا۔ اسی اثناء میں نذر الاسلام نے نام نہاد قائم مقام صدر تاج الدین احمد نے وزیراعظم اور خوندکار مشتاق احمد نے وزیر خارجہ کے عہدوں کے حلف اٹھائے۔

آج حکومت پاکستان نے بھارت سے اپنے سفارتی تعلقات ختم کر دیئے جن کی وجہ بھارتی حکومت کا نام نہاد بنگلہ دیش کی حکومت کو تسلیم کرنا ہے۔

سوئٹزرلینڈ کی حکومت سے ایک سمجھوتے کے تحت اب اس کا نمائندہ بھارت میں پاکستان کے مفادات کی نگرانی کرے گا۔ بھارت کے اس اقدام پر امریکہ نے بھارت کی سخت مذمت کی ہے اور اس کو صورتحال خراب تر کرنے کی جانب ایک اور قدم قرار دیا۔

روسی وزارت خارجہ کے ایک افسر نے آج کہا کہ روس بھارتی اور روسی اقدامات کے امکانات پر کوئی تبصرہ نہیں کرے گا۔ روسی وزیراعظم مسٹر کوسیگن سے کل جب ڈنمارک میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا تھا کہ بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کے سوال پر روس نے ابھی غور نہیں کیا۔

آج جنگ کی صورتحال یہ رہی:

سیالکوٹ سیکٹر میں شکر گڑھ پر بھارتی حملہ ناکام بنا دیا گیا۔

پونچھ شہر پر پاکستانی کا دباؤ برابر بڑھ رہا ہے۔

حسینی والا سیکٹر میں مزید بھارتی چوکیوں پر قبضہ کر لیا گیا۔

مشرقی پاکستان میں گھمسان کی لڑائی جاری ہے۔

ضلع دیناج پور میں دشمن کا دباؤ برابر بڑھ رہا ہے۔

ہماری فضائیہ نے دشمن کے 95 طیاروں کو ٹھکانے لگا دیا اور 9 ہوا بازوں کو زندہ پکڑ لیا۔

بھارت کے میزائلوں کا ایک اڈا تباہ کر دیا گیا۔

بحریہ عرب میں بھارتی بحریہ کی میزائل بردار کشتی ڈبو دی گئی۔

آج ہی کے دن جنگ کے پیش نظر الیکشن کمیشن نے مشرقی پاکستان میں مرکزی اور صوبائی اسمبلیوں کے ہونے والے تمام ضمنی انتخابات ملتوی کر دیئے ہیں جو 7 دسمبر سے 20 دسمبر تک ہونا تھے۔

آج بھارت کے گرفتار شدہ پائلٹ فلائٹ لیفٹیننٹ ملنور سنگھ گریوال کو راولپنڈی میں پاکستانی اور غیر ملکی صحافیوں کے سامنے پیش کیا گیا جس نے اخباری نمائندوں کو بتایا کہ پاکستان حکام اس کی اچھی طرح دیکھ بھال کر رہے ہیں۔

پاکستانی فضائیہ نے آج بھارتی بحریہ کی ایک میزائل بردار کشتی کو بحریہ عرب میں غرق کر دیا ہے۔ یہ میزائل بردار کشتی روسی ساخت کی تھی جو 200 ٹن وزنی تھی۔

کراچی سے دو سول طیارے غیر ملکی باشندوں کو لے کر روانہ ہوئے' ان طیاروں میں برطانوی' فرانسیسی اور جرمن باشندے سوار تھے۔

آج امریکہ نے بھارت کے قرضہ معطل کر دیئے اور صدر یحییٰ کی کوششوں کی تعریف کی جو وہ مشرقی پاکستان میں سیاسی تصفیہ اور برصغیر میں کشیدگی دور کرنے کے لئے کر رہے ہیں۔ چیئرمین یاؤ نے بھی پاکستانی سفارتخانہ سے رابطہ قائم رکھا ہے اور چین نے سلامتی کونسل میں ایک قرارداد پیش کی جس میں تمام ملکوں سے کہا گیا ہے کہ وہ بھارتی جارحیت کے خلاف پاکستان کی مدد کریں۔

آج اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں امریکہ کے مستقل نمائندے مسٹر جارج بش نے سلامتی کونسل میں بھارتی مندوب کے الزامات کا جواب دیتے ہوئے بھارت پر الزام لگایا کہ اس نے پاکستان پر بھرپور حملہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ ہمیشہ سے اس بات پر زور دیتا رہا ہے کہ حملہ آور فوجیں اپنے علاقے میں واپس چلی جائیں۔

بھارتی جارحیت کے خلاف پاکستان کو امداد دینے کے مسئلہ پر غور کرنے کے لئے آج سعودی عرب کے شاہ فیصل نے اسلامی ملکوں کی خصوصی کانفرنس منعقد کرانے کی کوششیں شروع کر دی ہیں' اسی اثناء میں سعودی عرب کی کابینہ نے ایک بیان جاری کیا ہے جس میں پاکستان

کے خلاف بھارت کی کھلم کھلا جارحیت کی سخت مذمت کی گئی ہے اور اسے اقوام متحدہ کے منشور اور انسانی اقدار کی خلاف ورزی قرار دیا۔ سعودی عرب نے تمام ملکوں سے اپیل کی ہے وہ جنگ کو روکنے کے لئے مداخلت کریں' اس کے علاوہ الجزائر کے صدر بومدین اور تیونس کے صدر بورقیبہ نے بھی پاکستان کی حمایت کا اعلان کیا۔ ○

7 دسمبر 1971ء:

آج صدر یحییٰ نے ایک بیان جاری کیا کہ جنگ اور اس کے نتیجہ میں ملک کے دونوں حصوں کے درمیان مواصلات کی دشواریوں کے پیش نظر میں نے اب مرکز میں قومی حکومت قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے' میں نے فیصلہ کیا ہے کہ مرکزی حکومت کے ارکان ملک کے دونوں حصوں کے منتخب نمائندوں میں سے لئے جائیں گے جن کے بارے میں مخلوط حکومت کے لیڈر فیصلہ کریں گے۔ جناب نورالامین اور جناب ذوالفقار علی بھٹو نے آج صبح صدر یحییٰ سے ملاقات کی۔ صدر کا بیان جاری ہونے کے بعد سرکاری ترجمان نے اخباری نمائندوں کو بتایا کہ سول حکومت کو خاصے اختیارات دیئے جائیں گے۔ ایک سوال کے جواب میں ترجمان نے بتایا کہ صدر جنرل آغا محمد یحییٰ خان بدستور صدر اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر رہیں گے۔

آج پاک فوج نے دریائے توی پار کر لیا ہے اور پاکستان کا سبز ہلالی پرچم بھارتی مقبوضہ کشمیر کے اہم شہر چھمب پر لہرا دیا ہے۔ اس کے برخلاف بھارتی افواج اپنی کثیر تعداد اور اسلحہ کی بدولت مشرقی پاکستان میں کچھ علاقے پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ جنگ بندی لائن کے پار پونچھ سیکٹر میں بھارتی فضائیہ نے متعدد ہوائی حملے کئے مگر یہ تمام پسپا کر دیئے گئے اور دشمن کے 30 تا 40 فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے۔ سیالکوٹ کے علاقے میں شکر گڑھ پر دشمن کا ایک اور بڑا حملہ پوری طرح ناکام بنا دیا گیا۔

امریکہ کے صدر نکسن نے پاکستان کے خلاف بھارت کی طرف سے طاقت کے استعمال پر تشویش کا اظہار کیا۔ وہائٹ ہاؤس کے پریس سیکرٹری رونلڈ ڈیگلر نے کہا کہ مسٹر نکسن کو پاکستان اور بھارت کے درمیان جنگ پر تشویش ہے۔

لاہور کے نواحی علاقے میں بم پھٹنے سے 10 افراد ہلاک ہو گئے اور کراچی کی بہار کالونی میں بھارتی طیاروں کی بمباری سے ایک مکان کی چھت اڑ گئی مگر وہ حصہ محفوظ رہا جس کے نیچے قرآن پاک کے دو نسخے رکھے ہوئے تھے اور اس پر ایک کتبہ لٹکا ہوا تھا جس پر سبحان ربی الاعلیٰ لکھا ہوا تھا۔اس معجزہ کو دیکھنے کے لئے لوگوں کا رش لگ گیا۔نصیر حیدر کاظمی کے اس مکان میں کلام پاک کی برکت سے کسی فرد کو زخم نہیں آئے۔

ہماری شہری آبادی پر بھارتی طیاروں کی بزدلانہ اور بے رحمانہ حملوں کے بعد پاکستان کی عظیم فضائیہ نے آج بھارتی حکومت اور ایئرفورس کو آخری وارننگ دی ہے کہ اب اگر اس نے پاک سرزمین کے کسی علاقے میں اس بربریت اور وحشیانہ اقدام کا اعادہ کیا تو فضائیہ کو اس کا جواب دینے میں 4 منٹ بھی نہیں لگیں گے۔

جیسور سیکٹر میں بھارت کی فوج نے چھاؤنی پر بغیر کسی مزاحمت کے قبضہ کر لیا۔

8 دسمبر 1971ء:

آج پاکستان کی شیردل افواج نے ملک کے دونوں محاذوں پر دشمن کو کاری ضربیں لگائیں۔مغربی محاذ پر پاک فوج نے دشمن کے علاقے میں مزید قصبوں اور چوکیوں پر قبضہ کر لیا ہے جبکہ مشرقی محاذ پر سلہٹ اور چٹاگانگ سیکٹر میں اترنے والی بھارتی چھاتہ فوج کی 4 کمپنیوں کا صفایا کر دیا ہے۔اسلام آباد میں آج شام سرکاری طور پر بتایا گیا ہے جنگ بندی لائن کے ساتھ گھمسان کی جنگ جاری ہے۔شمال میں کارگل کے علاقہ میں دشمن نے ہماری ایک یا دو چوکیوں پر حملہ کیا تھا' ہماری فوجوں نے جوابی کارروائی کر کے دشمن کو بھاری نقصان پہنچایا۔دشمن نے شکر گڑھ کے علاقے میں ایک ڈویژن فوج اور دو بکتر بند رجمنٹوں سے حملہ کیا مگر انہیں زبردست جانی نقصان پہنچا کر پسپا کر دیا گیا۔برکی سیکٹر میں دشمن کی کئی چوکیوں پر قبضہ کر لیا گیا۔

آج دوپہر تک جنگ کے بارے میں وصول ہونے والی اطلاعات کے متعلق جو سرکاری اعلان جاری کیا گیا اس میں کہا گیا کہ مشرقی پاکستان کی سرحد پر تمام محاذوں پر خونریز جنگ جاری ہے' سب سے زیادہ گھمسان کی جنگ جیسور اور کومیلا کے محاذوں پر ہو رہی ہے۔ہماری

فضائیہ کے شاہین صفت ہوابازوں نے گذشتہ رات اور آج علی الصبح جودھپور' اترلائی' پٹھان کوٹ' امرتسر اور بھوج میں بھارتی فضائیہ کے ہوائی اڈوں پر خوفناک بمباری کی اور دشمن کو بھاری نقصان پہنچا کر صحیح سلامت اپنے اڈوں پر واپس آ گئے۔ پاک بحریہ نے آج کراچی سے 47 میل جنوب میں ایک بھارتی آبدوز کو زبردست نقصان پہنچایا۔

اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے کل رات بھاری اکثریت سے ایک قرارداد منظور کر لی جس میں بھارت اور پاکستان پر زور دیا گیا کہ وہ فوری طور پر جنگ بند کر دیں اور اپنی مسلح افواج اپنی اپنی سرحدوں پر واپس بلا لیں۔ ارجنٹائن اور سات دوسرے ملکوں کی طرف سے پیش کی جانے والی اس قرارداد کے حق میں 104 اور مخالفت میں 11 ووٹ آئے۔ برطانیہ اور فرانس سمیت دس ملکوں نے رائے شماری میں حصہ نہیں لیا۔ اس قرارداد میں مشرقی پاکستان کے بے گھروں کی بھارت سے اپنے گھروں کو رضا کارانہ واپسی کے لئے مناسب حالات پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کرنے پر بھی زور دیا گیا۔ جنرل اسمبلی میں اس قرارداد پر بحث کے دوران پاکستان کے مستقل مندوب آغا شاہی نے بھارتی مندوب کی تقریر کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ بھارت کا اصل مقصد پاکستان کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا اور بنگلہ دیش کی علیحدہ ریاست قائم کرنا ہے جو بھارت کی غلام بن کر رہ سکے۔ انہوں نے کہا کہ بھارت کا مقصد مشرقی پاکستان کی آبادی پر سنگینوں کے سایہ میں نام نہاد بنگلہ دیش مسلط کرنا ہے اور اسے اس مقصد میں روس کی تائید وحمایت حاصل ہے۔ آغا شاہی نے یہ بھی کہا کہ پاکستان کے دفاع کی جنگ ہم آخری دم تک لڑیں گے۔ ایک سرکاری ترجمان نے آج رات یہ کہا کہ جنرل اسمبلی میں جنگ بندی' فوجوں کی واپسی اور بے گھر افراد کی واپسی کے لئے رضا کارانہ اقدامات سے متعلق قرارداد کا پیش ہونا پاکستان کی بہت بڑی اخلاقی اور سیاسی فتح ہے۔

آج مسٹر بھٹو جنرل اسمبلی کے لئے 8 رکنی وفد لے کر نیویارک روانہ ہو گئے۔

صدر یحییٰ خان نے قومی دفاعی فنڈ قائم کر دیا اور شاعر فیض احمد فیض جنہیں حکومت روس کی طرف سے لینن ایوارڈ ملا تھا حکومت روس کی روش پر سخت نکتہ چینی کی ہے۔

9 دسمبر 1971ء:

آج صبح پونے تین بجے بھارتی فضائیہ نے کراچی پر بھرپور حملہ کیا۔ خطرے کا سائرن بجنے سے قبل ہی ایک زبردست دھماکہ ہوا اور دور دور تک روشنی پھیل گئی' کچھ چاند کی چاندنی اور کچھ اس زبردست دھماکہ کی وجہ سے پیدا ہونے والے شعلوں سے کراچی کا تقریباً 12 مربع میل علاقہ روشنی میں نہا رہا تھا' اس وقت بھارتی طیاروں کا حملہ بڑھتا جا رہا تھا لیکن حیرت کی بات تھی کہ ہماری طیارہ شکن توپیں خاموش تھیں اور بھارتی ہوابازوں کو اپنا کھیل کھیلنے میں کسی قسم کی مزاحمت نہیں ہوئی۔ 4 بجے خطرے کا سائرن بجا یعنی 75 منٹ تک بھارتی طیاروں نے کراچی پر دل کھول کر بمباری کی جس کے نتیجہ میں شدید جانی و مالی نقصان ہوا۔ اسی دن مشرقی پاکستان میں وحشیانہ بمباری سے ایک یتیم خانہ کے 350 بچے اور ان کے نگران شہید ہو گئے۔

آج تہران میں پاکستان کے نامزد نائب وزیراعظم اور وزیر خارجہ مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے کہا کہ اگر تمام ممالک نے ضروری اقدامات نہ کیے تو بھارت اور پاکستان کی جنگ عالمی جنگ میں تبدیل ہو جائے گی۔

پیکنگ میں عوامی جمہوریہ چین میں پاکستان کے سفیر مسٹر کے ایم قیصر نے آج چینی وزیراعظم مسٹر چو این لائی کے حوالہ سے یہ بات کہی کہ پاکستان کے خلاف بھارتی حملے کو جلد پسپا کر دیا جائے گا۔

پاکستانی فضائیہ کی طرح بری فوج نے بھی شاندار کارنامے سرانجام دیئے۔ سرکاری ترجمان نے بتایا کہ پاک افواج نے آج مغربی پاکستان میں مزید علاقوں کو دشمن کے قبضے سے آزاد کرا لیا۔ واہگہ' اٹاری سیکٹر میں سانکی اور ویرا کے دیہات اور برکی سیکٹر میں چنیا پریدی چک اور تہہ کلاہ کے دیہات بھارت سے آزاد کرا لئے۔ ترجمان سے بی بی سی کے نامہ نگار کی اطلاع پر تبصرہ کرنے کے لئے کہا گیا جو جیسور کو بھارتی فوج کے قبضہ میں دیکھ کر آیا تھا تو ترجمان نے کہا کہ اس نامہ نگار کو مصدقہ اطلاع حاصل کرنے کے لئے شہری آبادی کے بجائے چھاؤنی میں جانا چاہئے۔ سلہٹ' جیسور اور کومیلا ہمارے پاس ہیں۔

پاکستان اور بھارت کے درمیان جنگ بندی کے لئے جنرل اسمبلی کی قرارداد پر امریکہ نے اطمینان کا اظہار کیا۔صدارتی پریس سیکرٹری رونلڈ زیگلر نے ایک بیان میں کہا کہ ان کے خیال میں جنگ بندی کے لئے منظور شدہ قرارداد سے کسی ملک کی مذمت نہیں ہوتی بلکہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان مسائل کا حل طاقت سے نہیں کیا جاسکتا۔سیلون کے ایک اخبار ڈیلی نیوز نے لکھا ہے کہ مسز اندرا گاندھی نے پاکستان سے جنگ شروع کر کے اس علاقے کا امن تباہ کر دیا ہے اور غیر ممالک میں اپنا وقار کھو دیا ہے۔ایران کے اخبارات نے بھی بھارتی جارحیت کی مذمت کی ہے۔

پاکستان کے نامزد وزیراعظم مسٹر نورالامین نے آج اپنی نشری تقریر میں ملک کے دونوں حصوں کے عوام سے اپیل کی ہے کہ وہ متحد ہو کر ملک کی سالمیت کی حفاظت اور پاکستان کو کمزور اور تباہ کرنے کی بھارتی کوششوں کو خاک میں ملا دیں۔انہوں نے عوام سے کہا کہ آیئے ہم سب مل کر آگے بڑھیں اور مسلح افواج کی بھرپور مدد کریں جو ہر ایک محاذ پر خصوصاً مشرقی پاکستان میں دشمن کا انتہائی جراٴت مندی سے مقابلہ کر رہی ہیں۔مسٹر نورالامین ریڈیو پاکستان پر پہلی بار قوم سے خطاب کر رہے تھے۔انہوں نے کہا کہ بھارت پاکستان کو ابتداء ہی سے تباہ کرنے کی کوشش کرتا رہا ہے اور اب اسے بعض لوگوں کی ناعاقبت اندیشی سے اس کا موقع مل گیا ہے اور اس نے پاکستان کے دونوں حصوں پر حملہ کر دیا۔انہوں نے کہا کہ بھارتی حملہ سے سب سے زیادہ تکلیف مشرقی پاکستان کو اٹھانا پڑ رہی ہے۔انہوں نے اس یقین کا اظہار کیا کہ ایمان اور اتحاد کی طاقت سے ہم دشمن کا سارا منصوبہ خاک میں ملا دیں گے۔

10 دسمبر 1971ء:

آج پاکستان نے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کی دو قراردادیں منظور کر لیں جن کے تحت فوری طور پر جنگ بندی اور فوجوں کی واپسی کے لئے کہا گیا ہے۔اقوام متحدہ میں پاکستان کے نمائندے آغا شاہی نے گذشتہ روز بعد دوپہر سیکرٹری جنرل اوتھانٹ سے ملاقات کی اور انہیں حکومت پاکستان کی جانب سے اس قرارداد کی منظوری کے بارے میں آگاہ کیا۔اس قرارداد کو

جنرل اسمبلی کی بھاری اکثریت کی منظوری حاصل تھی۔

آج نئی دہلی میں نام نہاد بنگلہ دیش اور بھارت کے درمیان ایک دفاعی معاہدہ پر دستخط ہوئے' اس معاہدے کے تحت بھارتی فوج اور مکتی باہنی ایک متحدہ کمان کے تحت کام کریں گی۔ متحدہ فوج کا کمانڈر بھارتی کور کمانڈر ہوگا۔ اس معاہدے پر بھارتی حکومت کی طرف سے وزیراعظم اندرا گاندھی اور نام نہاد بنگلہ دیش کی حکومت کی طرف سے خود ساختہ قائم مقام صدر نذرالاسلام اور نام نہاد وزیراعظم تاج الدین احمد نے دستخط کیے۔

آج مشرقی اور مغربی پاکستان کے تمام محاذوں پر بھارتی فوج کو پاکستانی فوج کے دلیر جانبازوں نے زبردست جانی نقصان پہنچایا۔ 500 بھارتی فوجی ہلاک کر دیئے گئے اور دشمن کے 40 سے زائد ٹینکوں کو تباہ کر دیا گیا۔ بحری لڑائی کے سلسلے میں پاکستانی بحریہ نے قابل قدر خدمات انجام دیں۔ ہماری بحریہ نے کھلنا کے علاقے میں سمندر سے دریائے پسر کے اندر داخل ہوتے ہوئے بھارتی بحریہ کی 2 گن بوٹ ڈبو دیں اور بھارتی بحریہ کے 3 افسروں کو گرفتار کر لیا۔ مشرقی پاکستان کی میدانی لڑائی میں بھی پاکستانی فوج کے مٹھی بھر دلیر جوانوں نے ایک تصادم کے دوران 7 بھارتی ٹینکوں کو تباہ کر دیا۔ اسی دن کے مزید اہم واقعات حسب ذیل ہیں۔

☆ جوڑیاں شہر خالی ہو گیا۔

☆ دشمن کے 130 طیارے اور 155 ٹینک تباہ۔

☆ بھارتی فضائیہ کی بمباری سے بہاولپور' رحیم یار خان اور دوسرے قصبوں میں شدید جانی و مالی نقصان۔

☆ روسی طیارے کو پالم کے ہوائی اڈے پر اترنے کی اجازت۔

☆ فیض احمد فیض کی طرف سے روس کی دوبارہ مذمت۔

☆ چین کی بھارت کو سخت وارننگ...... بھارت وہ جنگ بندی اور فوجوں کی واپسی پر اقوام متحدہ کی قرارداد پر ایمانداری سے عمل کرے: چین

☆ جنگ بندی کی قرارداد منظور کر لو: بھارت کو امریکہ کا مشورہ۔

11 دسمبر 1971ء:

آج جنرل نیازی نے ڈھاکہ کے ہوٹل انٹرکانٹی نینٹل میں جا کر مشرقی پاکستان میں اپنی موجودگی کا ثبوت دے کر بی بی سی کے نمائندے کو شرمسار کر دیا۔

نامزد وزیراعظم مسٹر نورالامین نے بھارت کو متنبہ کیا ہے کہ وہ پاکستان کی مقدس سرزمین سے اپنی فوجیں واپس بلا لے۔ انہوں نے کہا کہ ہم وطن کے دفاع کی جنگ آخری دم تک جاری رکھنے کا تہیہ کر چکے ہیں۔

پاکستانی دفتر خارجہ کے ایک ترجمان نے آج بتایا کہ حکومت پاکستان ملک کی سالمیت اور خودمختاری کے تحفظ کے لئے تمام وسائل بروئے کار لا رہی ہے۔

آج پاک فوج نے مشرقی پاکستان میں دشمن کو زبردست جانی نقصان پہنچایا۔ دشمن نے صوبے کے مختلف مقامات پر جو ایک بریگیڈ چھاتہ فوج اتاری تھی اس کا صفایا کر دیا گیا۔ مشرقی پاکستان کے محاذ سے موصول ہونے والی اطلاعات کے مطابق دشمن کی بھاری عددی اکثریت کے باوجود پاک فوج کامیابی سے ہمکنار ہے۔ سیالکوٹ اور لاہور کے علاقوں پر دشمن نے مسلسل گولہ باری کی لیکن اس کا کچھ اثر نہ ہوا۔ راجستھان سیکٹر میں دشمن کے گولہ بارود لے جانے والے قافلوں کو تباہ کر دیا۔ فضائی جنگ کے سلسلے میں بھی پاک فضائیہ کے شاہینوں نے آج بھارت کے مزید طیاروں اور ایک ہیلی کاپٹر کو تباہ کر دیا۔ اس طرح پاک فضائیہ نے اب تک 127 بھارتی طیارے مار گرائے۔ سرکاری ترجمان نے بھارت کے اس دعوے کو بے بنیاد قرار دیا کہ اس کی فوج نے دریائے میگھنا پر پل بنا لیا ہے اور دریا عبور کر لیا ہے۔ سرکاری ترجمان نے یہ بھی بتایا کہ مشرقی پاکستان کے شہروں پر قبضہ کے بارے میں بھارتی ریڈیو سراسر جھوٹی خبریں نشر کر رہا ہے۔ آج ڈھاکہ پر شدید بمباری ہوئی جس کے نتیجے میں کافی جانی و مالی نقصان ہوا۔

فنانشل ٹائمز کے نامہ نگار نے اپنے ایک مراسلہ میں لکھا ہے کہ بھارت کا یہ دعویٰ کہ وہ ڈھاکہ پر قبضہ کر لے گا صحیح نہیں ہے کیونکہ ڈھاکہ میں موجود پاک فوج کم از کم دو ماہ تک بھارت

کے ہر حملے کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

آج پاکستان کے نائب وزیراعظم اور وزیر خارجہ مسٹر بھٹو نے نیویارک میں اقوام متحدہ اور چین کے وفود کے سربراہوں سے ملاقات کی۔

بھارتی وزیر خارجہ سورن سنگھ نے کہا ہے کہ پاکستان اور بھارت کے درمیان جنگ بندی سے اس وقت تک کوئی فائدہ نہیں ہوگا جب تک نام نہاد بنگلہ دیش کے نمائندوں کو بھی اس معاہدہ میں شامل نہ کیا جائے۔

آج ہماری بحریہ نے دو بھارتی جہاز تباہ کر دیئے' اس کے علاوہ پاک بحریہ کے جہازوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ کھلے سمندروں میں کہیں بھی غیر جانبدار تجارتی جہازوں کو روک کر ان کی تلاشی لیں تا کہ جنگ میں کام آنے والا مال بھارتی بندرگاہوں تک نہ پہنچنے پائے۔

آج بھارتی وزیراعظم مسز اندرا گاندھی نے برطانوی وزیراعظم مسٹر ایڈورڈ ہیتھ کے نام اپنے پیغام میں اس بات پر افسوس کا اظہار کیا تھا کہ کراچی سے دور ایک برطانوی مال بردار جہاز کو بھارتی ہوائی جہاز سے نقصان پہنچا۔

☆ جنگ بندی کا اطلاق کشمیر پر نہیں ہونا چاہئے: بریگیڈیر (ر) گلزار احمد کا بیان۔

☆ لیبیا اور سوڈان کا بھارت کو انتباہ۔

☆ پاکستان کی شیر دل افواج کو مراکشی عوام کا خراج تحسین۔

☆ سعودی عرب نے پاکستان کی مزید حمایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ باطل کے خلاف جہاد کرنا عالم اسلام کا فرض ہے۔

☆ ریڈیو پیکنگ نے روس پر الزام لگایا کہ وہ پاکستان کے خلاف جارحیت کے ارتکاب میں بھارت کی اعانت کر کے پوری دنیا پر اپنا تسلط جمانے کا خواب دیکھ رہا ہے۔

☆ روس جنگ میں ملوث نہیں: تاس نیوز ایجنسی کا اعلان۔

☆ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کی سیاسی کمیٹی میں بحر ہند کو غیر جانبدار علاقہ قرار دینے کی ایک قرارداد منظور کی گئی۔

12 دسمبر 1971ء:

آج باخبر سفارتی ذرائع نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ پاکستان اور بھارت کے درمیان آئندہ 24 گھنٹوں کے دوران عارضی جنگ بندی کا امکان ہے۔ان ذرائع کا کہنا ہے کہ موجودہ جنگ جاری رہنے سے تیسری عالمی جنگ شروع ہونے کے خطرات بڑھتے جا رہے ہیں۔

آج بھارتی وزیراعظم مسز اندرا گاندھی کو نکسن کی سخت وارننگ وصول ہوئی ہے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے وہاں ایک جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے امریکہ پر سخت نکتہ چینی کی ہے۔

آج ہی کے دن برطانوی فضائیہ کے 8 ہرکولیس ٹرانسپورٹ طیارہ برطانوی اور دوسری غیر ملکی باشندوں کو اسلام آباد اور ڈھاکہ سے لے کر روانہ ہوئے' تمام پروازوں میں تقریباً 800 غیر ملکی باشندے روانہ ہوئے جن میں اکثریت برطانوی باشندوں کی تھی۔

آج پاکستان میں متعین عوامی جمہوریہ چین کے سفیر مسٹر چانگ تنگ نے پاکستان کے نامزد وزیراعظم جناب نورالامین سے ملاقات کی۔ پیکنگ ریڈیو نے پاک بھارت جنگ پر ایک طویل تبصرہ نشر کیا جس میں روس بھارت گٹھ جوڑ کی تفصیلات بتائی گئیں۔تبصرہ نگار نے کہا کہ روس نے پاکستان کے خلاف جنگ کرنے کے لئے نہ صرف بھارت کی حوصلہ افزائی کی بلکہ اس کو ہر وہ چیز فراہم کی جو اس کے پاس ہے۔تبصرہ نگار نے یہ بھی بتایا کہ روس نے بھارت کو ایک ارب ڈالر کا جنگی سامان فراہم کیا ہے۔

بھارتی حکومت کے ایک سرکاری ترجمان نے آج شام نئی دہلی میں اخباری نمائندوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اس بات کا امکان ہے کہ روس نام نہاد بنگلہ دیش کو تسلیم کر لے گا۔

پاکستان کے دونوں حصوں پر بھارت کی جارحیت کے تیسرے ہفتے کے خاتمے پر بھی آج تمام جنگی محاذوں پر گھمسان کی لڑائی جاری ہے۔مغربی پاکستان میں دشمن کشمیر اور پنجاب کے میدانوں میں اپنے کھوئے ہوئے علاقے دوبارہ حاصل کرنے کے لئے بری طرح ہاتھ پیر مار رہا ہے لیکن پاکستان کے شیر دل مجاہدوں نے دشمن کے سارے حملے پسپا کر دیئے۔مشرقی پاکستان میں ہمارے مجاہدین بے جگری سے لڑ رہے ہیں۔رانی محل' کومیلا چھاؤنی پر دشمن نے

زبردست حملہ کیا مگر اسے شدید جانی نقصان پہنچا کر پسپا کر دیا گیا۔آج بھارتی طیاروں نے مغربی پاکستان کی شہری آبادی پر اندھا دھند فائرنگ کی جس سے صادق آباد' فورٹ عباس' بہاولنگر اور سیالکوٹ دشمن کی وحشیانہ کارروائی کا نشانہ بنے۔

ہمارے ماہر توپچیوں نے آج ڈھاکہ پر دشمن کے فضائی حملے کے دوران ایک اور مگ 21 مار گرایا جبکہ باقی بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔

پاک بھارت جنگ کے دوران دشمن کو اب تک جو بھاری نقصانات اٹھانے پڑے اسکی تفصیل درج ذیل ہے۔

☆ بری فوج میں دشمن کے 3310 فوجی ہلاک ہوئے۔

☆ 2214 بھارتی فوجی مشرقی پاکستان میں مارے گئے۔

☆ 1096 بھارتی فوجی مغربی سیکٹر میں مارے گئے۔

☆ مغربی محاذ پر دشمن کے 366 فوجی افسر اور سپاہی پکڑے گئے۔

☆ مشرقی محاذ پر پکڑے جانے والے فوجیوں کی صحیح تعداد معلوم نہیں ہو سکی۔

☆ بری فوج نے دشمن کے 145 ٹینک تباہ کر دیئے۔

☆ پاک بحریہ نے دشمن کی 3 جنگی کشتیاں اور ایک جنگی جہاز ڈبو دیا۔

☆ 33 بھارتی ٹینک صحیح حالت میں پکڑے گئے۔

☆ پاک فضائیہ نے 48 سے زائد بھارتی ٹینک تباہ کر دیئے۔

☆ دشمن کی ایک آبدوز کو بری طرح نقصان پہنچایا گیا۔

☆ دشمن کی کئی جنگی اور میزائل بردار کشتیاں پکڑی گئیں۔

☆ بھارتی بحریہ کے متعدد افسر اور جوان قیدی بنائے گئے۔

☆ کراچی میں مقیم ہندو باشندوں نے صدر کے دفاعی فنڈ میں 49 ہزار 502 روپے عطیہ دیا۔

☆ پاکستان کی امداد کے لئے عمان میں اعلیٰ سطح کی کمیٹی کا قیام۔

☆ کشمیر کا غدار وزیراعظم غلام صادق جنگ کی دہشت سے مر گیا۔

☆ مرکزی حکومت پاکستان نے ضروری اشیاء پر کنٹرول کر دیا ہے۔

آج پاک بحریہ کے سربراہ وائس ایڈمرل مظفر حسن نے کراچی کے ساحلی دفاع کا معائنہ کیا۔انہوں نے تینوں مسلح افواج کے مختلف یونٹوں کا دورہ کیا جنہیں بحری یا فضائی حملے کے خلاف کراچی کی حفاظت کا کام سونپا گیا تھا۔

مشرقی زون کے کمانڈر اور زون بی کے مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل اے اے نیازی نے بھی کل ڈھاکہ میں طیارہ شکن توپوں کے مورچوں کا معائنہ کیا۔

آج کانگریسی کارکنوں کے جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے بھارت کی وزیراعظم مسز اندرا گاندھی نے کہا کہ اب بھارت تنہا رہ گیا ہے انہوں نے عوام کو مشکلات کے ایک طویل دور کے لئے تیار رہنے کا مشورہ دیا۔

13 دسمبر 1971ء:

مشرقی کمان کے سربراہ لیفٹیننٹ جنرل امیر عبداللہ خان نیازی نے آج اعلان کیا کہ ڈھاکہ کو صرف میری لاش پر سے گزر کر ہی فتح کیا جا سکتا ہے' اس کے ساتھ ہی مشرقی پاکستان کے گورنر کے فوجی مشیر میجر جنرل راؤ فرمان علی نے واضح الفاظ میں اس بات کی تردید کی ہے کہ انہوں نے یا ان کے ساتھیوں نے ہتھیار ڈالنے کی پیشکش کی تھی۔

کل رات سلامتی کونسل کے اجلاس میں، جو صدر نکسن کی درخواست پر طلب کیا گیا تھ امریکی نمائندے نے ایک قرارداد پیش کی ہے جس میں بھارت اور پاکستان کی حکومتوں پر زور دیا گیا کہ وہ فوری طور پر جنگ بند کرنے اور فوجیں واپس بلانے پر رضامند ہو جائیں۔

بھارت نے سلامتی کونسل کے ایک اجلاس کو بتایا کہ بھارت کے جنگ بندی پر غور کرنے او فوجیں واپس بلانے کا انحصار مشرقی پاکستان سے پاکستانی فوجوں کی واپسی اور شہری آبادی سے پرامن تصفیہ پر ہے۔

امریکی نمائندہ مسٹر جارج بش نے قرارداد پر رائے شماری پر زور دیا جس کی حمایت چین نے بھی کی۔روسی نمائندہ مسٹر جیکب ملک نے رائے شماری کے مطالبے پر زبردست احتجاج کیا او

کہا کہ انہیں اپنی حکومت سے مشورہ کرنے کی مہلت دی جائے۔

پاکستان کے نامزد نائب وزیراعظم اور وزیر خارجہ مسٹر بھٹو نے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل سے پرجوش اپیل کی ہے کہ وہ دنیا کی اس آواز پر توجہ دے جو پاکستان کی علاقائی سالمیت اور قومی اتحاد کے بارے میں جنرل اسمبلی کی قرارداد میں موجود ہے۔

آج مشرقی اور مغربی پاکستان کے تمام محاذوں پر گھمسان کی جنگ جاری رہی۔ پاک فوج نے سلہٹ اور رنگپور میں زبردست جوابی حملہ کیا ہے اور سینکڑوں بھارتی فوجیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ دشمن نے بوگرا میں چار حملے کیے جو پسپا کر دیئے گئے۔ یہاں اس کے 6 ٹینک تباہ کر دیئے گئے۔ چھمب سیکٹر میں گولہ باری جاری ہے۔ راجستھان سیکٹر میں ہمارے دفاع کو توڑنے کی کوشش میں دشمن کو زبردست نقصان کے سوا کچھ نہ ملا۔ مشرقی پاکستان میں ہماری شیر دل افواج جارحانہ انداز میں دشمن کے خلاف نبرد آزما ہے۔ سلہٹ سیکٹر میں ہماری فوج نے پانچویں گورکھا رجمنٹ پر حملہ کیا اور بھاری نقصان پہنچایا۔ رنگپور سیکٹر میں ایک جوابی حملے کے دوران ہماری بہادر افواج نے 12 ویں راجپوت رجمنٹ کے 75 فوجیوں کو ہلاک کر دیا۔ دشمن نے ڈھاکہ سے 45 کلومیٹر دور ایک اور مقام پر اپنی ایک بریگیڈ فوج اتاری اور اس فوج کے ساتھ بھی ہماری فوج کی لڑائی جاری ہے۔ دیناج پور کے محاذ میں مشرق اور شمال سے دشمن نے حملے کیے جو پسپا کر دیئے گئے۔ چاٹگام کی بندرگاہ پر دشمن نے زبردست گولہ باری کی۔ ہماری فوج یہاں اپنی پوزیشن کو منظم کرنے میں مصروف ہے۔ ترجمان نے کہا کہ شہری آبادی ہر قسم کی صورتحال سے مقابلہ کرنے کا عزم رکھتی ہے اور ڈھاکہ کو ناقابل تسخیر بنا دیا گیا ہے۔ وقت بتا دے گا کہ پاکستانیوں نے ہر قیمت پر اپنے مادر وطن کے دفاع کا تہیہ کر لیا ہے۔

مغربی محاذ پر بھی جنگ کی صورتحال میں کوئی بڑی تبدیلی رونما نہیں ہوئی۔ گذشتہ 24 گھنٹوں میں کوئی بڑی فتح یا نقصان کی اطلاع نہیں ملی۔ آج صبح راجستھان سیکٹر میں دشمن نے ایک بڑا حملہ کیا اور ہمارے دفاع کو توڑنے کی کوشش کی لیکن ہماری شیر دل افواج نے اس حملے کو پسپا کر دیا۔ یہاں ہماری فضائیہ نے دشمن کے اسلحہ کے ذخیروں کو نذر آتش کر دیا۔

پاک فضائیہ کے شاہینوں نے بھی آج فضائی جھڑپوں کے دوران دشمن کے مزید 3 طیارے

گرالئے۔

آج شام یہاں سرکاری ترجمان نے بتایا کہ ڈھاکہ سے غیر ملکیوں کے انخلاء کے صرف چند منٹ بعد بھارتی طیاروں نے ڈھاکہ کے ہوائی اڈے پر بمباری کی جس سے رن وے کی 80فٹ چوڑی محفوظ پٹی بھی تباہ ہو گئی۔دشمن کے 5مزید فوجی طیارے آج تباہ کر دیئے گئے۔سرکاری ترجمان کے مطابق اب تک بھارتی فضائیہ کے کل 133طیارے تباہ ہو چکے ہیں۔پٹھان کوٹ کے قریب ایک دوسری فضائی جھڑپ میں پاکستانی لڑاکا طیاروں نے دشمن کے 2روسی ساختہ لڑاکا بمبار طیاروں کو تباہ کر دیا۔سرکاری ترجمان نے کہا کہ پاک فضائیہ نے کل شب اور آج تمام محاذوں پر اپنی بری فوج کی مدد کی۔فضائیہ کے طیاروں نے راجستھان' ظفروال' سیالکوٹ اور چھمب سیکٹروں میں دشمن کے اسلحہ کے ذخائر پر شدید بمباری کی اور دشمن کو بھاری نقصان پہنچایا۔ ہمارے ہوابازوں نے واپس پلٹتے وقت دشمن کے علاقہ میں زمین سے شعلوں اور دھوئیں کے گہرے بادل اٹھتے دیکھے۔

پاکستانی اور غیر ملکی اخباری نمائندوں نے لاہور سیکٹر میں مورچوں کا دورہ کیا۔ان نمائندوں نے دیکھا کہ پاکستانی فوج بھارتی علاقے میں ہے۔انہوں نے دیکھا کہ پورا علاقہ پاکستانی فوج کے کنٹرول میں ہے۔چھمب سیکٹر میں پاکستانی فوج کے ہاتھوں گرفتار ہونے والے بھارتی فوجیوں نے اپنے افسروں پر الزام لگایا کہ وہ بزدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہیں پاکستانی فوج کے ہاتھوں مرنے کے لئے چھوڑ کر فرار ہو گئے۔

آج ترکی کی حکومت نے پاکستان کو سامان جنگ اور خاص طور پر گولہ بارود فراہم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔یہ بات انقرہ میں بااختیار ذرائع نے بتائی۔یہ سامان جنگ پاکستان اور ترکی کے درمیان دوطرفہ تجارتی معاہدے کے تحت پاکستان کی درخواست پر بھیجا جائے گا۔

روسی بھارتی حملہ آور نام نہاد بنگلہ دیش کے نام سے ایک اور اسرائیل قائم کر کے پاکستان کی وحدت وسالمیت کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔اس موقع پر پورے عالم اسلام کا فرض ہے کہ وہ دشمنوں کی اس خواہش کو ناکام بنادے۔یہ بات سعودی عرب ریڈیو نے گذشتہ رات کہی ہے۔ ریڈیو کے ایک اور نشریہ میں کہا گیا ہے کہ مشرقی پاکستان میں روسی بھارتی حملے کا مقصد وہی ہے

جو مشرق وسطیٰ میں تھا یعنی عالم اسلام کو وحدت کو پارہ پارہ کرنا اور مسلم عوام کا شیرازہ بکھیرنا۔

14 دسمبر 1971ء

سلامتی کونسل میں کل رات روس نے امریکی قرارداد کو پھر ویٹو کر دیا جس میں پاکستان اور بھارت کے درمیان فوراً جنگ بندی اور فوجوں کی واپسی کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ 9 دن کے عرصے میں روس کا یہ تیسرا ویٹو تھا' اس کے فوری بعد جاپان اور اٹلی نے ایک قرارداد مشترکہ طور پر پیش کر دی جس میں اقوام متحدہ کے رکن تمام ملکوں پر زور دیا گیا کہ وہ ایسی دھمکی سے باز رہیں جس سے برصغیر پاک و ہند میں صورتحال مزید خراب ہو جائے یا جس سے بین الاقوامی امن خطرے میں پڑ جائے۔ پاکستان اور بھارت سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ اپنی فوجیں ہٹالیں اور سیاسی تصفیہ کے لئے مذاکرات فوراً شروع کریں تاکہ حالات بہتر ہو جائیں۔ مسٹر جیکب ملک نے بحث میں نام نہاد بنگلہ دیش کے نمائندے کو شریک کرنے پر زور دیا اور کہا کہ حالیہ واقعات کے باعث بنگلہ دیش ایک حقیقی طاقت بن گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کے وزیر خارجہ مسٹر بھٹو یہ اعتراف کر چکے ہیں کہ مشرقی پاکستان میں المناک غلطیاں ہوئی ہیں چنانچہ سلامتی کونسل کو چاہئے کہ وہ وہاں کے بحران زدہ عوام کی بات سنے۔ بھارتی وزیر خارجہ سردار سورن سنگھ نے امریکی قرارداد کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ امریکہ کے یکطرفہ اور جانبدارانہ رویہ سے مجھے سخت صدمہ پہنچا ہے۔ پاکستان کے نائب وزیراعظم اور وزیر خارجہ جناب بھٹو نے سلامتی کونسل پر واضح کر دیا کہ جنگ زدہ برصغیر میں قیام امن کی جو بھی کوشش کی جائے اس میں فوری جنگ بندی اور ایک دوسرے کے علاقے سے پاکستان اور بھارت کی فوجوں کی واپسی لازمی طور پر شامل ہونی چاہئے۔ کل رات کونسل میں بھارتی وزیر خارجہ کی تقریر کے بعد مسٹر بھٹو نے کہا کہ قیام امن کے لئے بعض لازمی شرائط ہیں اگر یہ شرائط پوری کر دی جائیں تو پاکستان جنگ بند کرنے کے سلسلے میں اپنے دوستوں کی اپیل ماننے کو تیار ہے۔

صدر نکسن نے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں پاک بھارت جنگ بندی کی غرض سے پیش کی جانے والی قرارداد کے خلاف روس کی طرف سے حق استرداد کے استعمال کی شدید مذمت کی ہے۔

آج پاکستان کے نائب وزیراعظم اور وزیر خارجہ جناب بھٹو نے اعلان کیا کہ اس وقت ایک ایک لمحہ بڑی اہمیت رکھتا ہے' میرے ملک میں قیمتی جانیں ضائع ہو رہی ہیں' پاکستان خون میں نہا رہا ہے' دست بدست جنگ ہو رہی ہے' میں سلامتی کونسل سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ پاک بھارت جنگ پر بحث شروع کرے۔

سلامتی کونسل میں کل رات پاک بھارت جنگ بندی کی امریکی قرارداد پر بحث کے دوران کونسل کے صدر اور سرالیون کے وزیر خارجہ مسٹر رابرٹ نے بڑی حق گوئی سے کام لیا اور روس و بھارت کے نمائندوں کی اس تجویز کو مسترد کر دیا کہ بحث میں نام نہاد بنگلہ دیش کے نمائندے کو حصہ لینے کا موقع دیا جائے۔

برطانیہ اور فرانس نے آج سلامتی کونسل میں پاک بھارت جنگ بند کرانے کے سوال پر تعطل دور کرنے کے لئے ازسرنو کوشش شروع کر دی ہے۔ دونوں ملکوں نے ایک عملی دستاویز مرتب کی ہے جو سلامتی کونسل کے تمام رکن ملکوں کے نمائندوں کو تقسیم کی گئی ہے اور وہ اس کا جائزہ لے رہے ہیں۔

آج امریکی وزیر دفاع مسٹر لیرڈ نے امریکی بحریہ کے طیارہ بردار انٹرپرائز کی نقل و حرکت پر تبصرہ کرنے سے انکار کر دیا۔ کل ایک پریس کانفرنس میں وزیر موصوف سے ان اطلاعات پر تبصرہ کرنے کے لئے کہا تو انہوں نے اس سوال کا جواب نہیں دیا۔ یہ جہاز تباہ کن ایٹمی آلات اور ایٹم بموں سے لیس طیاروں کے لئے متحرک اڈے کا کام کرتا ہے اور ایٹمی آبدوزوں اور کئی تباہ کن جہازوں کے ساتھ چلتا ہے۔ عام طور پر اس کے ساتھ چھ یا سات جنگی تباہ کن جہاز ہوتے ہیں اس جہاز کا وزن 85 ہزار ٹن ہے' اس کے باوجود اس کو انتہائی تیز رفتاری کے ساتھ ادھر ادھر موڑا جا سکتا ہے' اگر اس پر حملہ کیا جائے تو اسے فوری طور پر عظیم الجثہ تباہ کن جہاز میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ اس طیارہ بردار جہاز میں تقریباً 150 طیارہ ہیں جن کی قیادت امریکی فضائیہ کا تجربہ کار اعلیٰ افسر کرتا ہے۔ ان طیاروں کے ذریعے ایک دن میں 50 یا اس سے بھی زائد ہوائی حملے کیے جا سکتے ہیں۔ اس جہاز کے ساتھ جو ایٹمی آبدوزیں چلتی ہیں وہ بھی ایٹمی میزائلوں سے لیس ہیں۔ بحری اور فضائی قوت کے علاوہ اس جہاز میں بری فوج کے دستے بھی

ہوتے ہیں جن کی تعداد کئی ہزار ہوتی ہے۔

آج مشرقی پاکستان میں ہماری فوجیں بدستور دشمن کے مقابلے میں برسرپیکار ہیں اور دشمن کو بھاری نقصان پہنچایا۔ایک سرکاری ترجمان نے بتایا کہ کھلنا کے نواحی علاقوں کے گلی کوچوں میں جنگ ہو رہی ہے۔نامزد وزیراعظم جناب نورالامین نے مسلح افواج کو خصوصاً ان جانبازوں کو زبردست خراج تحسین پیش کیا جو مشرقی پاکستان کے ہر محاذ پر بہادری سے دشمن کا مقابلہ کر رہے ہیں۔

سرزمین کشمیر پر آج پاک فوج نے بھارتی فوجیوں کی خوب مرمت کی۔پونچھ سیکٹر میں ایک جھڑپ کے دوران دشمن کے **540** فوجی موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔سیالکوٹ کے علاقے میں متعدد جھڑپوں میں ہماری فوج نے دشمن کو بھاری جانی نقصان پہنچایا۔

بھارتی فضائیہ کے طیاروں نے آج لاہور کی مضافاتی بستی کوٹ لکھپت پر وحشیانہ بمباری کی جس کی وجہ سے **29** افراد شہید اور **28** زخمی ہو گئے۔

آج ریڈیو پاکستان نے یہ اطلاع دی کہ بھارتی فضائیہ کے طیاروں نے ڈھاکہ میں گورنر ہاؤس پر بمباری کی اور آج آخری خبریں آنے تک پاک فضائیہ نے دشمن کے کم از کم **18** ٹینک اور بہت سی فوج بردار بکتر بند گاڑیاں' توپیں اور فوجی گاڑیاں تباہ کر دیں۔

پاک فضائیہ کے کمانڈر انچیف ایئر مارشل رحیم خان نے پاکستان ٹائمز کو ایک خصوصی انٹرویو میں کہا کہ فضائی جنگ میں پاکستان کو برتری حاصل ہے۔

آج کے مزید حالات درج ذیل ہیں:

☆ پاکستان نے چنا بیدی چند پر قبضہ کر لیا۔

☆ بھارت کے **9** ہزار فوجی ہلاک' زخمی اور لاپتہ۔

☆ اردن کی طرف سے بھارت کی پرزور مذمت۔

☆ ریڈیو مکہ اور سعودی اخبارات نے پاکستان کی مسلح افواج کو خراج تحسین پیش کیا۔

☆ بی بی سی کی فتنہ انگیز خبریں۔

☆ برطانیہ بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے پر غور کر رہا ہے۔

15 دسمبر 1971ء:

آج مشرقی پاکستان میں صورتحال نے تیزی سے سنگین صورت اختیار کر لی ہے۔ پاکستان کے ایک سرکاری ترجمان کے بیان کے مطابق دشمن کی فوجیں ڈھاکہ کے قریب پہنچ گئی ہیں اور شہر کے اطراف میں گھمسان کی لڑائی ہو رہی ہے اور دشمن مختلف سمتوں سے حملہ کر کے ڈھاکہ کی طرف بڑھ رہا ہے۔

آج شام کو ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے اعلان کیا گیا کہ کل شام مغربی پاکستان کے وقت کے مطابق سوا 7 بجے اور مشرقی پاکستان کے وقت کے مطابق سوا 8 بجے صدر مملکت قوم سے خطاب کریں گے۔

نامزد وزیراعظم جناب نورالامین نے آج راولپنڈی میں کہا کہ میں مشرقی پاکستان کے حالات سے مسلسل رابطہ قائم رکھے ہوئے ہوں اور پاکستان کی مسلح افواج اور عوام اس صورتحال سے نمٹنے کی پوری صلاحیت رکھتے ہیں۔

چین نے پاک بھارت صورتحال پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ بھارتی حکومت نے دنیا کے متعدد ممالک کی طرف سے جارحیت کی مذمت کو نظرانداز کرتے ہوئے مشرقی پاکستان کے دارالحکومت ڈھاکہ پر بڑے پیمانے پر حملہ کرنے کی غرض سے مزید فوج بھیج دی ہے لیکن اس کے ڈھاکہ پر قبضہ کرنے کا خواب پورا نہ ہوگا۔

پاکستان کے نائب وزیراعظم اور وزیرخارجہ مسٹر ذوالفقار علی بھٹو آج سلامتی کونسل میں پاک بھارت جنگ کے مسئلہ پر بحث کے دوران اجلاس سے واک آوٹ کر گئے اور سلامتی کونسل کے کاغذات پھاڑ کر پرزے پرزے کر دیئے اور کہا کہ میں اپنا وقت ضائع نہیں کر سکتا۔ انہوں نے اخباری نمائندوں سے کہا کہ اگر ضرورت ہوئی تو آغا شاہی پاکستان کی نمائندگی کر سکتے ہیں۔ ریڈیو رپورٹ کے مطابق مسٹر بھٹو کے ساتھ اقوام متحدہ میں پاکستان کے مستقل مندوب آغا شاہی نے بھی سلامتی کونسل سے واک آوٹ کیا۔ مسٹر بھٹو نے روس اور بھارت پر سخت الزامات عائد کئے اور کہا کہ یہ ان کی چالاکی ہے' وہ ڈھاکہ پر قبضہ کا انتظار کر رہے ہیں' میں

پاکستان کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی کارروائیوں میں فریق نہیں بن سکتا۔ سلامتی کونسل میں آپ خواہ کوئی فیصلہ مسلط کریں آپ کو اختیار ہے' آپ مشرقی پاکستان پر غیر قانونی قبضہ کو قانونی شکل دے سکتے ہیں لیکن میں ان کارروائیوں میں آپ کا شریک نہیں بن سکتا۔ مسٹر بھٹو نے اپنی تقریر کے دوران امریکہ اور چین کے رویہ کی تعریف کی۔

آج رات بھارتی فضائیہ کے درندوں کی اندھا دھند بمباری سے کراچی کی ایک بستی میں 30 شہید اور 100 زخمی ہو گئے۔ ہلاک ہونے والوں میں عورتیں اور کمسن بچے بھی تھے۔ دشمن کے طیاروں نے مشرقی پاکستان کے مختلف شہری علاقوں میں کومیلا' پھراب بازار اور راجندر پور پر نیپام بم گرائے جن سے بڑی تعداد میں شہری شہید ہوئے۔ کومیلا اور سلہٹ کے شہروں پر بھارتی طیاروں نے حملہ کیا۔ چاٹگام کی بندرگاہ پر بھی فضائی حملہ کیا گیا۔ بھارتی طیاروں نے سیالکوٹ کے گنجان شہری علاقوں پر بمباری کی جس سے 26 شہری شہید اور 32 زخمی ہوئے۔ آج ہی کے دن ڈھاکہ میں یتیم خانہ پر بھارتی فضائیہ نے بمباری کی جس کے نتیجہ میں 300 یتیم بچے شہید ہو گئے۔

پاک فضائیہ کے کمانڈر انچیف ایئر مارشل اے رحیم نے کہا کہ جب تک بھارتی جارحیت کا خاتمہ نہیں کر دیا جاتا اور پاکستان کی شرائط پر جنگ بندی نہیں ہوتی پاکستان جنگ جاری رکھے گا۔

حکومت ایران نے آج پہلی مرتبہ پاک بھارت جنگ پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ بھارت نے پاکستان کو جارحیت کا نشانہ بنایا ہے' اسی طرح مغربی جرمنی کے ممتاز روزنامہ اسٹٹ گارڈ نے اپنے تبصرہ میں کہا کہ اندرا گاندھی کا یہ کہنا کہ پاکستان نے بھارت پر حملہ کیا ہے بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ ہٹلر نے پولینڈ پر حملہ کرنے سے پہلے کہا تھا۔ اخبار نے لکھا ہے کہ مسز اندرا گاندھی نے تیسری عالمی جنگ کے راستے کھول دیئے ہیں۔

پاکستان کے خلاف بھارت کی کھلی جارحیت سے پورے عالم اسلام میں غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی ہے۔ رابطہ عالم اسلامی نے تمام اسلامی ممالک سے اپیل کی ہے کہ بھارت کے خلاف اعلان جہاد کریں اور اسلحہ و افراد سے پاکستان کی مدد کریں۔ کویت اسمبلی نے اپنی حکومت سے سفارش

کی ہے کہ پاکستان کے لئے فوری طور پر مادی اور اخلاقی مدد کا اعلان کیا جائے۔ امیر قطر احمد بن نے پاکستانی علاقے سے بھارتی فوجوں کی فوراً واپسی کا مطالبہ کیا ہے۔

16 دسمبر 1971ء:

آج شام پانچ بجے ریڈیو پاکستان نے خبروں کے دوران بتایا کہ پاکستان اور بھارت کے مقامی کمانڈروں کے درمیان ایک سمجھوتے کے بعد مشرقی پاکستان میں لڑائی بند ہوگئی اور بھارتی فوجیں ڈھاکہ میں داخل ہوگئیں ہیں۔

جنرل نیازی کی باتیں

سقوط ڈھاکہ کے سب سے اہم کردار لیفٹیننٹ جنرل (ر) امیر عبداللہ خان نیازی میرے سامنے تھے۔ جنرل نیازی کا چہرہ سپاٹ تھا۔ ان کی آنکھوں میں جھانک کر دور تک دیکھا جا سکتا تھا۔ جنرل نیازی سے میری طویل گفتگو ہوئی۔ ہوٹل کی ائرکنڈیشنڈ لہروں میں ہم گفتگو کر رہے تھے۔ سرد لہریں میرے وجود کے آر پار گزر رہی تھیں۔ لیکن یہ کسی خوف یا عدم تحفظ کا نتیجہ نہیں تھیں۔ میں اندر سے کانپ رہا تھا کہ میرے سامنے ایک ایسا شخص موجود ہے۔ جو پتہ نہیں اپنے ''جرم'' سے واقف بھی ہے یا نہیں اور جو شاید اپنی ''غلطیوں'' کا اعتراف نہیں کرنا چاہتا۔ غالباً اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ پاکستانی قوم بہت معصوم ہے۔ قومی اتحاد کی تحریک میں جنرل نیازی کو بھٹو دشمنی پر عوام نے اپنے کاندھوں پر چڑھا لیا تھا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ صرف مشرقی پاکستان کے ہی فاتح نہ ہوں بلکہ انہوں نے کشمیر بھی فتح کر لیا ہو۔ لاکھوں افراد کے کاندھوں پر سوار جنرل نیازی کے چہرے پر فاتحانہ مسکراہٹ ہوتی تھی۔ وہ تاریخ کے سینے پر اپنے قدموں کی چاپ سن رہے تھے۔ انہیں یقین تھا کہ قوم ان کے اور ان کے ساتھیوں کے جرائم کو بھلا چکی ہے۔ لیکن تاریخ بڑی بے رحم ہوتی ہے۔ تاریخ کا سفر جاری رہتا ہے۔ تاریخ کسی کو معاف نہیں کرتی اور تاریخ کا سب سے بڑا سبق یہ ہے کہ اس سے کوئی بھی سبق نہیں لیتا۔ جنرل نیازی بھی تاریخ سے کوئی سبق لینے پر آمادہ نہیں تھے۔ فوجی معاملات کا ایک مشہور مقولہ ہے کہ میدان جنگ

میں فتح وشکست کی ذمہ داری اس کمانڈر کی ہوتی ہے جو فوجیوں کی قیادت کرتا ہے۔ بادشاہ، صدر اور وزیراعظم کا جنگ کے نتائج سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ کمانڈر کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ جنگ لڑے اور فتح حاصل کرے کمانڈر اگر ذہین، جنگجو اور اپنی قوم اور وطن سے محبت رکھتا ہو تو وہ لڑتا ہے اور فتح حاصل کرتا ہے۔ جنگ کے نتائج اگر کمانڈر کے خلاف ہوں تو پھر اس کے نتائج کا کمانڈر کو ہی سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کسی شکست خوردہ کمانڈر کو ''فتح کی مسند'' پر نہیں بٹھایا جا سکتا۔ نیازی اس اعتبار سے بدنصیب ہیں کہ انہوں نے ہتھیار پھینکے تھے اور انہوں نے ہی نہیں بلکہ مشرقی پاکستان میں موجود تمام فوجیوں نے ہتھیار دشمن کے حوالے کئے تھے۔ یہ جنگی اعتبار سے ذلت آمیز شکست تھی ایسی ذلت آمیز شکست جس کی عسکری تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی ہے۔

میں نے لیفٹیننٹ جنرل (ر) اے کے نیازی سے پوچھا کہ غیر متوقع طور پر ہتھیار ڈالنے کا سبب کیا تھا؟ ان کا جواب تھا فوج میں مرکزی قیادت کو اہمیت دی جاتی ہے یہ جنگ ایک قیادت کے تحت لڑی جا رہی تھی اور اس قیادت کے احکامات کی تعمیل کرنا میرا فرض تھا۔ میں آخری آدمی اور آخری گولی کے فلسفے پر عمل کر رہا تھا۔ میں اس جنگ کو آخری نتیجے تک لڑنا چاہتا تھا لیکن آج کے دور میں جنگیں فقط میدان جنگ میں نہیں لڑی جاتیں۔ جنگوں کا دائرہ کار وسیع ہو چکا ہے۔ جنگیں سفارتی سطح پر بھی لڑی جاتی ہیں۔ جنگوں کا دائرہ کار ''میدان جنگ ہوتا ہے۔ ایک ملک کا جب دوسرے ملک سے مقابلہ ہوتا ہے تو پھر یہ جنگیں بھرپور ہوتی ہیں۔ ایک اچھے کمانڈر کا فرض ہے کہ وہ اپنے سینئر فوجی افسران کے احکامات کی تعمیل کرے خواہ یہ احکامات اس کی مرضی کے خلاف ہی کیوں نہ ہوں۔ میں نے یہ جنگ اسی جذبے کے ساتھ لڑی۔ اس جنگ میں محدود وسائل کے باوجود میرے جوانوں نے بڑا تاریخی کردار ادا کیا۔ ہم ایک ایسی جنگ لڑ رہے تھے جس میں دشمن کو ہر لحاظ سے ہم پر سبقت حاصل تھی۔ لیکن ہم کسی مرحلے پر بھی خوفزدہ نہیں ہوئے۔ میں اور میرے جوان لڑتے رہے جب ہماری فوجی قیادت نے جنگ بندی کا فیصلہ کیا تو میں نے اس پر عمل کیا۔ ہتھیار ڈالنے کی ذمے داری مجھ پر عائد نہیں ہوتی۔ میں نے ہتھیار نہیں ڈالے بلکہ اپنے سے سینئر فوجی حکمران اور اس وقت کی حکومت کے فیصلوں کو تسلیم کیا۔ اسے ہتھیار ڈالنا نہیں کہہ سکتے۔ میں نے فقط جی ایچ کیو کے احکامات کو ماننا تھا۔

میں نے جنرل نیازی سے پوچھا لیکن آپ نے تو کہا تھا کہ بھارتی ٹینک میری لاش پر سے گزر کر ہی ڈھاکہ میں داخل ہو سکتے ہیں۔ پھر ہتھیار کیوں ڈالے گئے؟ نیازی نے کہا "یہ میں نے کہا تھا اور میں اس پر قائم تھا۔ جب جنگ ہوتی ہے تو نامساعد حالات ہوتے ہیں۔ دشمن کا دباؤ ہوتا ہے تو ہر اچھے کمانڈر کا فرض ہے کہ وہ اپنے ماتحت لڑنے والے جوانوں کا مورال بلند رکھے۔ میں نے اس فلسفے پر عمل کیا۔ میں آخری وقت تک لڑنا چاہتا تھا لیکن یہ ایک ایسی جنگ تھی جس میں مرکزی حکومت ہتھیار پھینک چکی تھی۔ جنگ بندی کے پیغامات کا تبادلہ ہو رہا تھا۔ اقوام متحدہ کے اسسٹنٹ سیکرٹری جنرل پال مارک ہنری سے بھی رابطہ کیا گیا تھا جو اس وقت ڈھاکہ میں موجود تھے کہ وہ ڈھاکہ شہر کو کھلا شہر قرار دینے کے لئے مجھ پر دباؤ ڈالیں لیکن میں آخری وقت تک لڑتا رہا۔ لیکن میں پہلے بھی آپ کو بتا چکا ہوں کہ ہم یہ جنگ سفارتی سطح پر ہار چکے تھے۔ چین کی ممکنہ مداخلت کا خواب پورا نہیں ہو سکا جبکہ امریکیوں نے پیغامات تک خود کو محدود رکھا۔"

میں نے جنرل نیازی سے پوچھا کہ حمود الرحمٰن کمیشن کے سامنے آپ پیش ہوئے۔ آپ اس کمیشن کی رپورٹ کے بارے میں کیا نکتہ نظر رکھتے ہیں؟ جنرل نیازی نے جواب دیا "یہ رپورٹ ایک خاص مقصد کے تحت مرتب کرائی گئی اس میں سقوط ڈھاکہ اور مشرقی پاکستان کے المیے کے اصل اسباب نہیں ہیں۔ اس رپورٹ کا مقصد 1971ء کی جنگ کے اصل اسباب کو چھپانا تھا خصوصاً سیاستدانوں کے کردار کو چھپایا گیا کیونکہ اس وقت کی سیاسی حکومت ہر قیمت پر سقوط ڈھاکہ کے الزام سے بچنا چاہتی تھی۔ جبکہ آئینی تنازعات عوامی لیگ اور پیپلز پارٹی کے درمیان پیدا ہوئے تھے۔ جس کی وجہ سے فوجی آپریشن ہوا۔ فوجی آپریشن کے دوران جو کچھ ہوا اس کی ذمے داری بھی مجھ پر عائد نہیں ہوتی۔ میں نے حمود الرحمٰن کمیشن کے سامنے واضح طور پر کہا تھا کہ میرا ان زیادتیوں سے کوئی تعلق نہیں ہے جو اس وقت ہوئیں۔ ان تمام معاملات کے ذمے دار ٹکا خان ہیں۔ جب تک ٹکا خان رہے حالات خراب رہے جب میں نے مشرقی پاکستان کا چارج سنبھالا، میں نے سب سے پہلے یہ حکم دیا کہ کسی بھی شخص کے ساتھ زیادتی نہیں کی جائے۔ کوئی ظلم نہیں کیا جائے۔ کسی بھی قسم کی ناانصافی سرزد نہیں کی جائے۔ قانون پر عمل کیا

جائے۔ لوٹ مار اور قتل و غارت گری میں جو سپاہی ملوث ہوں ان کا کورٹ مارشل کیا جائے۔ یہ میرے واضح احکامات تھے۔ میں نے قانون کی بالادستی قائم کی۔ ٹکا خان اور صاحبزادہ یعقوب خان کے دور میں حالات بگڑے تھے۔ میں نے حالات کو کنٹرول کیا۔ میں بنیادی طور پر ایک ایسا کمانڈر تھا جس کا چاروں طرف سے محاصرہ کر لیا گیا کیونکہ یہ کوئی علاقائی جنگ نہیں تھی۔ یہ ایک اعتبار سے عالمی جنگ تھی۔ روس اس جنگ میں مکمل طور پر ملوث تھا۔ سفارتی سطح پر اگر ہم فوقیت حاصل کر لیتے تو جنگ کے نتائج مختلف ہوتے مگر ہم سب کچھ پہلے ہی ہار چکے تھے اور الزام غلط طور پر مجھ پر عائد کر دیا گیا۔

پھر سقوط ڈھاکہ کا ذمہ دار کون ہے؟ میرے تجسس کو بھانپتے ہوئے جنرل اے کے نیازی نے جواب دیا۔ سقوط ڈھاکہ کا ذمہ دار میں نہیں بلکہ ذوالفقار علی بھٹو اور جنرل محمد یحیٰی خان ہیں جنہوں نے اقتدار کی ہوس میں پاکستان دولخت کر دیا۔ حمود الرحمٰن کمیشن رپورٹ تعصب پر مبنی ہے۔ بھٹو نے رپورٹ کی کل 4 کاپیوں میں سے 3 جلا دیں تھیں۔ ایک اپنے پاس محفوظ رکھی جو بھٹو کی گرفتاری کے وقت حکومت نے قبضہ میں لے لی تھی۔ مجھے سقوط ڈھاکہ کے حوالہ سے بہت شرمندگی ہے۔ ہم مشرقی پاکستان میں لڑ رہے تھے اور جیتنے والے تھے کہ مغربی پاکستان سے یحیٰی خان اور بھٹو نے ہمیں ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیا۔ سقوط ڈھاکہ فوجی نہیں سیاسی شکست تھی۔ میں حمود الرحمٰن کمیشن رپورٹ نہیں مانتا۔ جسٹس حمود الرحمٰن بنگالی تھے جب سارے بنگالی واپس چلے گئے تو انہوں نے بنگال جانے سے انکار کر دیا اور بھٹو کے آلہ کار بن گئے۔ بھٹو نے انہیں سقوط ڈھاکہ کی رپورٹ لکھنے کے لئے کہا یہ ایسے ہی ہے جیسے بلی کو گوشت کی رکھوالی کا کام دے دیا جائے۔

پھر کیا یہ رپورٹ ٹھیک نہیں ہے؟ میرا اگلا سوال تھا۔

حمود الرحمٰن کمیشن رپورٹ کی کل 4 کاپیاں تیار کی گئیں۔ بھٹو نے یہ چاروں کاپیاں منگوائیں تو پتہ چلا کہ اس میں 34 صفحات بھٹو کے خلاف لکھے ہوئے تھے جنہیں تبدیل کرنے کے بعد کمیشن کے ارکان کو اس پر دوبارہ دستخط کے لئے کہا گیا، انکار ہونے پر بھٹو نے تین کاپیاں جلا دیں اور جو ایک کاپی اپنے پاس رکھی اس میں بھی کئی صفحات تبدیل کر دیئے۔ مشرقی پاکستان میں

جنرل یعقوب اور جنرل ٹکا کے دور میں عوام پر ظلم کیا گیا، لوٹ مار ہوئی مگر میرے دور میں ایسا نہ ہوا۔ حالات درست کرنے کے لئے تین لاکھ فوجی جوانوں کی ضرورت تھی تب میرے پاس 90 ہزار نہیں صرف 45 ہزار فوجی تھے۔ مغربی پاکستان میں اس وقت 5 ڈویژن فوج فالتو تھی جس میں سے میں نے دو ڈویژن فوجی مانگی مگر نہ ملی۔ اگر مجھے یہ فوج مل جاتی تو میں مشرقی پاکستان کا بہتر دفاع کرنے کے ساتھ ساتھ آسام بھی فتح کر کے دکھا دیتا۔ تاہم میں نے محدود فوجیوں کے باوجود 2 ماہ میں حالات کنٹرول کئے پھر میں نے کہا کہ اب حالات بہتر ہیں سیاسی ڈائیلاگ کا سلسلہ شروع کیا جائے مگر سیاسی ڈائیلاگ شروع نہ کئے گئے جب انڈیا نے مشرقی پاکستان کے بارڈر سے حملہ کیا تو میں نے 26 دن تک بھارتی فوج کو روکے رکھا۔ مغربی پاکستان جہاں سب سے زیادہ فوج تھی اس نے بھارت پر حملہ نہ کیا اور 13 دن خاموش رہا۔ حکمران مشرقی پاکستان کھونا چاہتے تھے۔ جب بھارت نے مشرقی پاکستان پر چڑھائی کی تھی تو مغربی پاکستان بھارت پر حملہ کرتا تو مشرقی پاکستان بھی ہم سے جدا نہ ہوتا۔ بھٹو اور یحییٰ نے پاکستان سے غداری کی۔ بھٹو 1958ء تک انڈین تھے۔ یحییٰ خود کو ایرانی کہتا تھا۔ ہمارے ان حکمرانوں کی جڑیں پاکستان میں نہ تھیں۔ مشرقی پاکستان میں فوجی جوانوں کے خلاف وہاں کی خواتین سے زیادتی کے الزامات جھوٹ کا پلندہ ہیں۔ اگر کہیں خواتین کے ساتھ زیادتی کی کوئی اکا دکا مثال ہے تو یہ الزام تمام فوجیوں پر نہیں لگایا جا سکتا۔ میں شراب نہیں پیتا تھا مگر مجھے زبردستی لٹا کر میرے منہ میں شراب ڈالی گئی۔ فوج کا دستور ہے کہ جو غلطی کرتا ہے اسے سزا ملتی ہے مگر مجھے آج تک سزا نہیں انعامات ملے۔ مجھے آج چار ڈویژن فوج اور ایک آرمڈ بریگیڈ دے دیا جائے۔ میں کشمیر فتح کر کے دکھاؤں گا۔ یہ کہتے ہوئے مجھے جنرل نیازی کے چہرے پر زردی واضح طور پر نظر آئی۔

میں نے نیازی سے پوچھا کہ آپ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آپ جنگ لڑنے کے ماہر نہیں تھے اور آپ جنگی اصولوں سے بھی واقف نہیں تھے اس لئے آپ نے عجلت میں ایک ایسی جنگ ہار دی جس میں طویل عرصے تک معرکہ آرائی جاری رہ سکتی تھی؟

اے کے نیازی نے میرے اس سوال کا جواب تحمل سے دیا ان کا کہنا تھا کہ ”مجھے جنرل حمید نے جب بلا کر مشرقی پاکستان کی فوجی قیادت کے لئے کہا تھا تو یہ میرے لئے چیلنج تھا۔ میں فوج

میں نیا نہیں تھا۔ میں نے بھرپور فوجی زندگی گزاری تھی۔ میں کیڈٹ کے طور پر فوج میں شامل ہوا 1942ء میں مجھے فوجی کمیشن ملا۔ آسام میں جاپانیوں کے خلاف اگلے موروچوں پر لڑنے کی وجہ سے مجھے ملٹری کراس ملا۔ 1965ء کی جنگ میں، میں بریگیڈیئر تھا اور مجھے اعلیٰ فوجی کارکردگی پر ہلال جرأت ملا۔ ستارہ پاکستان، ستارہ خدمت کے علاوہ بہت سے اعزازات مجھے ملے۔ یحییٰ خان کا جب مارشل لاء تھا تو سیالکوٹ کا ڈویژنل کمانڈر تھا۔ میری فوجی صلاحیتوں سے سب واقف تھے۔ مجھے اسی لئے ٹائیگر کہا جاتا تھا۔ مجھے سوچ سمجھ کر اس وقت کی فوجی قیادت نے منتخب کیا تھا۔ میں لڑنا جانتا تھا۔ میں فتح حاصل کرنے کے مشن سے واقف تھا لیکن سوال یہ ہے کہ مشرقی پاکستان میں اگر ہماری فوجی پوزیشن کمزور تھی تو مغربی پاکستان میں ہم بھارت کو شکست کیوں نہیں دے سکے ہمیں مغربی محاذ پر جنگ جیتنی چاہئے تھی۔ یہ جنگ مکمل طور پر ہاری گئی۔ میں اسکا تنہا ذمہ دار نہیں ہوں۔

میں نے پوچھا کیا آپ محسوس کرتے کہ مشرقی پاکستان کے حالات فوجی طاقت کے استعمال کے بغیر ہی بہتر ہو سکتے تھے۔ اس پر اے کے نیازی کا کہنا تھا یہ اس وقت کی فوجی قیادت کی ذمے داری تھی کہ وہ حالات کو بہتر بناتی اور سیاسی تصفیے کی طرف پیش رفت کرتی۔ مجھ سے پہلے بہت کچھ ہو چکا تھا۔ فوجی طاقت کے اندھا دھند استعمال سے مشرقی پاکستان سلگتا ہوا آتش فشاں بن چکا تھا۔ جب میں نے چارج سنبھالا تو حالات ابتر تھے۔ میں نے بھڑکی ہوئی آگ کو بجھایا۔ مگر بھارت کا تو پہلے ہی منصوبہ تھا۔ مقامی آبادی کو ہمارے خلاف بھڑکایا گیا تھا۔ میرے پاس فقط تین ڈویژن فوج تھی وہ بھی نامکمل تھی۔ فوجی ساز و سامان بھی مکمل نہیں تھا۔ لیکن میں نے لڑنے سے راہ فرار اختیار نہیں کی جبکہ بھارت کے پاس بارہ ڈویژن فوج تھی اس کی فوجی سپلائی کا تسلسل قائم تھا۔ ہمارا چاروں طرف سے محاصرہ ہو چکا تھا۔ بھارت کو جدید ہتھیار مل رہے تھے۔ بھارت کا انٹیلی جنس نظام موثر تھا ہمارا انٹیلی جنس نظام منتشر ہو چکا تھا۔ 13 دسمبر کی صبح کو ہوٹل انٹر کانٹی نینٹل میں جب میں نے کہا تھا کہ ہم ہر حالت میں جنگ جاری رکھیں گے تو اس وقت میرا یہی فیصلہ تھا۔ لیکن صدر اور فوج کے سربراہ کے حکم پر جنگ بند کی گئی۔ یہ پیغام 13 دسمبر کو مشرقی پاکستان کے گورنر ڈاکٹر مالک نے وصول کیا تھا۔ ہم نے 16 دسمبر کو یہ احکامات تسلیم کیے

اس کا واضح مقصد ہے کہ ہم جنگ بندی کے حکومت پاکستان کے احکامات کے باوجود تین دن تک دشمن سے لڑتے رہے۔

میں نے جنرل نیازی کی بے چینی محسوس کرتے ہوئے آخری سوال پوچھا کہ آپ عسکری تاریخ میں اپنا مقام کس طرح دیکھتے ہیں؟ جنرل نیازی کا جواب تھا کہ ایک ایسا فوجی جرنیل جس پر شکست مسلط کی گئی جو آخری گولی تک جنگ لڑنا چاہتا تھا۔ لیکن اس وقت کی فوجی قیادت کے احکامات کو تسلیم کرنے پر بھی مجبور تھا۔ وہ اپنا کیا مقام دیکھ سکتا ہے۔

جس وقت جنرل نیازی یہ جملہ ادا کر رہے تھے ان کے لہجے میں افسردگی نمایاں تھی لیکن میں سوچ رہا تھا کہ اگر بھارتی ٹینک لیفٹیننٹ جنرل (ر) اے کے نیازی کے سینے سے گزرتے تو ہماری عسکری تاریخ کتنی مختلف ہوتی۔ فقط ایک شخص کی لاش ہماری قومی تاریخ کو تبدیل کر سکتی تھی لیکن افسوس ایسا نہیں ہو سکا۔ میں غور سے اپنے سامنے ہوٹل میں کرسی پر بیٹھے ہوئے لیفٹیننٹ جنرل (ر) اے کے نیازی کو دیکھ رہا تھا۔ مجھے وہ آرام سے بیٹھے ہوئے زندہ لاش نظر آئے ایسی ''زندہ لاش'' جس کی ''رسمی تدفین'' بھارتی جرنیل اروڑا سنگھ کے ہاتھوں 16 دسمبر کو ڈھاکہ پلٹن کے میدان میں کر دی گئی تھی۔

My dear Niazi,

May I know if any action has been taken, from your side, on Pak Army signal No. 0013 dated 14.12.71 from the president to you and to me as the Governor. This message clearly said (that) you should take all necessary measures to stop the fighting and preserve the lives of all armed forces personnel, all those from West Pakistan and all loyal elements. The signal also says 'you have now reached a stage where further resistance is no longer humanly possible, nor will it serve any useful purpose'. Hostility is still continuing and loss of life and disaster continue. I request you to do the needful.

With regards.

Yours Sincerely,
A. M. Malik

E. There seems to be lack of inquisitiveness, and lack of sense of urgency and aggressiveness. I insist upon all this and expect subordinate commanders at all times to act in a manner that helps to further the higher commander's mission. Once contact is made, it must be maintained and followed vigorously.

F. Care of arms and weapons is being neglected. These must be properly cleaned, oiled and kept ready for battle. There is no shortage of oil or cleaning material.

G. It seems that troops are shy of inclement weather. All ranks must be mentally and physically prepared to op in any type of weather; bad weather is often a boon in battle or in the fd. Men must cont to be looked after. Proper rest and relief must be organized even in the worst of circumstances.

H. Not enough efforts are being made towards the maint of communications.

I have no doubt that there are many other weaknesses which you yourself must have noticed. At present we are up against disorganized rebels and infiltrators, but we might well be committed against a well trained enemy. It is, therefore, nec that commanders at all levels must insist on obedience and compliance with orders, and what is laid down in regulations. This is the only way to keep in proper battle trim and ensure battle preparedness.

Sd/-
Lt. - Gen.
(A. A. K. Niazi)

to pay special attention to details and matters concerning battle or field discipline.

During my recent visits to some of the units in fwd areas, I got the impression that there is an obvious lack of battle discipline; officers and men seem to be gradually drifting away from the glorious traditions of the Army. What I have observed. I must bring to you notice for immediate attention and correction:

A. Absence of battle procedures and battle drills.

B. Officers and men are quite oblivious of the fact that they are in battle and should, therfore, be in proper battle trim. As I said in my conference on 11 April 1971 all ranks to be properly dressed with FSMO and be properly armed on all occasions. For obvious reasons, there has to be uniformity of dress, including head- dress. With the exception of Gen. Officers, all others must be similarly dressed in the field ALL ranks must wear FSMO (either with or without pack) and steel helmets; carry their personal wpn. Lower down comds must carry maps, whistle, note book, compass, binocular, pointer staff etc. Berets may be worn in offices or when in rest areas. peak caps must not be worn in the field.

C. In dif or at halt, proper measure are not being taken for all round def. Whenever a new posn is occupied, proper protective and def measures must be taken. THis is nec to guard against surprise attk, infiltration etc. On arrival in a new posn immediate 'stand to' must be carried out: sentries and outposts estb. as per battle drill.

D. There is far too much of 'bunching'. This has already been the cause of cas due to mor etc. fire. Further, we seem to be getting road bound and are forgetting foot mobility, and hardly ever seem to manoeovte cross-country.

APPENDIX III

CONFIDENTIAL / PERSONAL

IMMEDIATE
HQ Eastern Command
Dacca Cantt.
Tele : Mil - 210
005 / R / GS (Ops)

18 April 1971

To : Comd 9 Div
Comd 14 Div
Comd 16 Div

Info : Comd EP log Area

Internal Distr : Adm Branch

Subject: Discipline in the Field

I have written a couple of letters to you and I hope that you have passed the contents to all officers under your command. I realize that it may be a little too early to see that results. However, it is disturbing for me to see elementary mistakes being committed in the field. These need to be checked and corrected. If comds and officers gloss over them now, we would only be encouraging officers and men to get into bad habits to the detriment of battle efficency. I would, therefore, like comds at all levels

in spite of repeated instructions, comds have so far failed to curb this alarming state of indiscipline. I suspect that COs and OSC units/ sub-units are protecting and shelding such criminals.

3- Here I wish to sound a note of warning to all comds that if this tendency is not curbed and stamped out at once it will undermine battle efficiency and discipline of the Army. It is a contagious disease and you must be fully to its adverse effects and far- reaching consequences; some day may well boomerang involving our own women-folk and your own person. It is not uncommon in history, when a battle has been lost because troops were over indulgent in loot and rape.

4- I, therefore, direct that the troops must be got hold of and the incidence of indiscipline, misbehaviour and indecency must be stamped out ruthlessly. Those, including officers, found guilty of such acts must be given deterrent and examplary punishment. I will not have soldiers turn into vagabonds and robbers. Such elements must be given no quarter, mercy or sympathy.

5- I would also like to remind comds, that we have a sacred mission before us and we are yet very far off the goal set before us. Nothing must detract us from the fulfilment of the task entrusted to us. Indiscipline will only undermine.

6- I would like every soldier in this Theatre to be an embodiment and an example of discipline. As far as the officers are concerned, I wish to remind them that they have a code of honour and conduct, and as gentlemen and officers I would like them to abide by it. This is necessary if we are to achieve the aim and win back the people of this Province.

7- These instructions equally apply to all intelligence agencies MP and SSG operating in East Pakistan.

Sd/-
Lt. Gen.
Commander Eastern Comd
(Amir Abdullah Khan Niazi)

APPENDIX II

CONFIDENTIAL

IMMEDIATE
HQ Eastern Command
Dacca Cannt
Tele : 251
721 / R / A1

To :	Comd 9 Div	Comd Caf.
	Come 14 Div	ACC PAF
	Comd 16 Div	OC3 Cdo Bn
	DG EP CAF	OC Log Flt
	Comd EP Log Area	OC 604 FIU
	CONCEP	OC 734 FIC
		OC 27 Gl. Sec
Info :	HQMLA Zone 'B'	Det ISI
Internal :	GS Branch	Estb. Branch
Distr:	HQ Def Coy	

Subject : Discipline - Troops

1- Since my arrival, I have heard numerous reports of troops indulging in loot and arson, killing people at random and without reason in areas cleared of the anti state elements. Of late there have been reports of rape and even the West Pakistanis are not being spared; on 12 Apr. two West Pakistani women were raped, and an attempt was made on two others. There is talk that looted material has been sent to West Pakistan through returning families.

2- I gather that even officers have been suspected of indulging in this shameful activity and, what is worse, that

APPENDIX I

Annual Confidential Report

Major- General (since promoted Lieutenant- General) A. A. K. Niazi has commanded his Division well. He is practical and bold in his approach to a problem and with his energy, military backing and experience has forcefully executed his assignments. He has sound knowledge of tactics and his performance in the field of training and administration has been impressive.

He has constantly improved his defences and enhanced the holding capability of his Division. His formation has undertaken addiuonal responsibilities most willingly and he himself has performed the Martial law duties satisfactorily.

General Niazi is a practical soldier and has commanded a happy division. He is loyal and patriotic and will, I am sure, always rise to the occasion. i will have him on my side in war.

HQ 2 Corps
Multan Cantt
No: PA/31-A/CC
8 November 1971

Sd/-
Lt. Gen.
Comd.
(Tikka khan)